

بَحْرُ الْبَلَدِ
عَلَى

نَهْجِ النَّظَرِ

شرح اُردو

خَبَرُ الْفِكَرِ

شائع: مولانا محمد ارشد القاسمی
اُستاد الحدیث مدرسہ باض العلوم کونوی جنوب



بَحْرُ الْمَدِينَةِ
عَلَى

نَهْجَةِ الْبُظْرِ
شرح اُردو

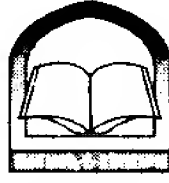
خَيْرُ الْفِكَرِ

شرح: مولانا محمد ارشد القاسمی
اُستاد الحدیث مدرسہ ریاض العلوم کوئٹہ جوپڑ

مکتبہ رحمانیہ

اِقْرَأْ سَنَتْرُ عَزْرِي سَنَتْرِي اُردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743





مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: بَیِّنَاتُ الدِّينِ عَلَى نَوَافِلِ الْبَطْرِ شَرْحُ مُجْتَمَعِ الْفُكْرِ

شاح: مولانا محمد ارشد القاسمی
استاذ دہلیت مدرسہ اعلیٰ العلوم کوئٹہ

ناشر: مکتبہ رحمانیہ

مطبع: لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے، اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اخلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

پیش لفظ

پیش نظر کتاب ”نزہۃ النظر“ اصول حدیث پر ایک نہایت ہی مشہور، جامع، دقیق و غامض کتاب ہے۔ اس کی یہ شرح ہے۔

اصول حدیث پر ارباب فن کی بکثرت تالیفات ہیں مگر علمی اور درسی دنیا میں جو حیرت انگیز مقبولیت اسے ملی۔ دوسرے کو نہیں۔ اور کیوں نہ ملتی کہ مولف سے تالیف کا مرتبہ اور اس کی حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ جو علمی اور حدیث کی دنیا میں مثل آفتاب روشن ہیں۔ حدیث اور اصول حدیث و رجال وسیع و دقیق نظر رکھتے ہیں۔ جن کا مثل متقدمین و متاخرین میں نہیں۔

ان فنون ثلاثہ پر ان کی مایہ ناز بیش بہا تالیفات شاہد ہیں۔ جو تحقیقی اور وسعت نظر کی وجہ سے دیگر تمام تالیفات پر فائق ہیں۔

متن نخبۃ الفکر کی شرح نزہۃ النظر کے نام سے خود ہی مولف نے لکھی ہے۔ متن حد درجہ غامض دقیق و مجمل ہونے کی وجہ سے قابل شرح تھی۔ چنانچہ مولف نے اس کی توضیح اور استفادہ کو سہل کرنے کے لئے شرح لکھی۔ مگر مولف کی ذہانت اور دقت نظر سے شرح بھی متن کی طرح قابل شرح ہو گئی۔ جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے اجلہ علماء نے اس کی شرح لکھی۔

کتاب اپنے موضوع پر جامع اور تمام متعلقہ امور پر حاوی ہونے کی وجہ سے گو غامض دقیق و صعب سہی مگر مقبول ہوئی۔ مدارس میں نصاب داخل ہوئی۔ اصول میں یہی ایک کتاب ہمارے دور کے نظام نصاب میں داخل ہے۔ اردو میں تو کیا خود عربی میں بھی اس کی شرح کم پائی جاتی ہے جس میں طلباء کے مزاج اور ذوق و ضرورت کی رعایت کی گئی ہو۔ درسی ماحول میں عرصہ سے شرح کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی، جس میں موجودہ دور کے طلباء اور مستفیدین کے ذوق کی رعایت کرتے ہوئے حل عبارت،

مفہوم کی وضاحت، لغوی توضیح، مقصد کی تشریح مع خلاصہ کلام کے سہل انداز، سلیس زبان میں ترتیب دی گئی ہو۔ خدائے وحدہ لا شریک کا بے حساب فضل و کرم ہے کہ درسی مصروفیت و دیگر موقع تالیفات کے سلسلے کے ساتھ اس کی توفیق بخشی۔ واللہ الحمد والشکر!

شرح کی ترتیب میں اولاً سلیس ترجمہ، دوم حل لغات، جس سے عبارت کے حل ہونے میں مدد ملے۔ سوم مقصد عبارت و مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ تشریح میں اختصار مخل طول فاحش سے گریز کیا گیا ہے۔ تاہم اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مزید فنی مباحث اور اصول حدیث کی گراں قدر معلومات نافعہ و مفیدہ کے لئے عاجز کی تالیف ”ارشاد اصول حدیث“ کی جانب رجوع کیجئے۔

اس کی ترتیب میں فن کی اہم اور اساسی کتابوں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ خاص کر ملا علی قاری الہکی کی شرح جو ”شرح القاری“ کے نام سے مشہور ہے پیش نظر رکھا گیا ہے۔

رفیق درس جناب محترم مولانا واصف صاحب القاسمی زیدت عنایت مالک دارالکتب دیوبند دامت عنایتکم کا ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کی طباعت کا ارادہ کیا۔ خدائے پاک انکو صلہ خیر عطا فرمائے۔ اور انکی علمی تجارت میں فروغ و برکت عطا فرمائے۔ خداوند قدوس سے دعا ہے کہ کو تاہی معاف فرما کر عاجز کی سعی قبول فرمائے۔ متعلمین اور مستفیدین و طالبین کے لئے اس کا استفادہ عام و شائع فرمائے۔ عقبی میں صالحین کے زمرہ میں شامل فرما کر اپنی رضا و خوشنودی سے نوازے۔ اور اسے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔

والسلام

محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری

استاذ حدیث و تفسیر مدرسہ ریاض العلوم

گورینی۔ جون پور

جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَالِمُ الْعَامِلُ الْحَافِظُ وَحِيدُ ذَهْرِهِ وَأَوَانِهِ وَ قَرِيدُ عَصْرِهِ وَ زَمَانِهِ شَهَابُ الْمِلَّةِ وَالِدَيْنِ أَبُو الْفَضْلِ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَسْقَلَانِيُّ الشَّهِيرُ بِابْنِ حَجَرٍ أَثَابَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِهِ وَكَرَمِهِ .
ترجمہ :- ایسے شیخ نے فرمایا جو عالم حافظ با عمل ہے اپنے وقت و زمانہ کا اکیلا اور اپنے عہد و عصر کا دریکتا ہے۔ جو شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی عسقلان کے باشندہ ہیں۔ ابن حجر کی کنیت سے مشہور ہیں۔

”خدا نے پاک اپنے فضل و کرم سے انہیں جنت نوازے۔“

تشریح :- اصل کتاب کی ابتداء تو بسم اللہ کے بعد الحمد للہ الذی لم یزل سے ہو رہی ہے۔ یہ شروع کے جملے جو مولف کے تعارف پر مشتمل ہیں کسی شاگردِ راوی کے الحاقی ہیں۔ جو ادباً و اکرام آغاز کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ مولف کے تعارف سے تالیف کی حیثیت اور مرتبہ واضح ہو جائے۔

لغات :- الشیخ رئیس، پیشوا، بزرگ، علم و مرتبہ کے اعتبار سے بڑا شخص۔ شیخ الحدیث، حدیث پاک میں بلند مرتبہ پر فائز۔ عرف رائج میں حدیث کی انتہائی کتاب مثلاً بخاری شریف کا ماہر استاذ۔ یہاں مراد کامل فن لیا جاسکتا ہے۔ ”ض“ بوڑھا ہونا۔ شیخ بوڑھا آدمی۔ جمع اشیاء و شیوخ۔ عموماً اس کا استعمال عقیدہ یا حقیقت کسی بڑے صاحب علم و عمل پر ہوتا ہے خواہ سن رسیدہ ہو یا نہ ہو۔

الامام :- پیشوا، مقتدی، جمع ائمة۔ ”ن“ امامۃ۔ امام بننا۔ قائد ہونا۔
العامل :- عمل کرنے والا۔ مراد عالم با عمل اعمالِ صالحہ سے متصف۔ ج عمال، عاملین، عملة ”ف“ عمل کرنا۔ عمل۔ عامل و گورنر بنانا۔
الحافظ :- یاد کرنے والا۔ مراد کتاب و سنت و شریعت کا حافظ۔ ”ض“ یاد کرنا جمع حفاظ۔ اصطلاح فن حدیث میں۔ جسے ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔

وحید :- یکتا، اکیلا، نادر، احد۔ اکیلا مگر تنہا خدا کے ساتھ خاص ہے۔

دھر :- زمانہ۔ جمع دھور۔ اذھر۔ عموماً طویل مدت پر اطلاق ہوتا ہے۔

اوان :- آن کی جمع بمعنی زمانہ۔

فرید :- تنہا، اکیلا، وہ موتی جو سیپ میں اکیلا ہو۔ جمع فرائد۔ فرد۔ اکیلا۔

عصر :- زمانہ۔ دن کا آخری حصہ۔ عصران، صبح و شام، جمع العصر و عصور۔

شہاب :- ٹوٹا تارہ۔ روشن تارا۔ چمک جمع، شہب، شہبان۔

ملۃ :- مذہب، راستہ۔ قوم۔ جمع مل۔

دین :- مسلک، مذہب، جمع اذیان۔

ابو الفضل :- صاحب فضل و کمال۔ جو فضل کا مخزن ہو۔ شاید فضل نامی لڑکا ہو جس کی بنیاد پر یہ کنیت ہو۔

عسقلانی :- ”عسقلان“ کا اسم منسوب ہے۔ عین کے فتح سین کے سکون کے

ساتھ سائل شام کے قریب ایک مقام

الشہیر۔ بمعنی مشہور۔ فعل بمعنی مفعول۔ شہرت یافتہ۔

ابن حجر :- حجر بمعنی پتھر۔ ابن حجر کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ۔ جودت ذہن

صلابت و استحکام رائے میں مثل پتھر کے۔ یا کثرت ذہب و فضل کی وجہ سے۔ کہ حجر کا

اطلاق ذہب و فضل پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی صاحب مال۔ یا اس وجہ سے کہ سلسلہ نسب میں

پانچویں پشت پر حجر نامی شخص کی وجہ سے ابن حجر سے مشہور ہوئے۔

اثابہ :- جزاء و ثواب دینا۔ ثواب۔ جزاء حسنہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ افعال سے ماضی واحد مذکر

بفضلہ و کرمہ :- یعنی اعطاء جنت فضل و نوازش خداوندی سے ہو۔ نہ کہ عمل صالح

کا بدل و عوض جو کہ معتزلہ کا مسلک ہے۔

مولف کی مختصر سوانح

احمد نام۔ ابو الفضل کنیت، شہاب الدین لقب، ابن حجر سے مشہور۔ مصر کے عقیدہ

محلہ میں ۲۳ شعبان ۷۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔ ۴۱ سال کی عمر میں والد محترم دنیا سے

رخصت ہو گئے۔ اولاد کلام پاک حفظ کیا۔ ۹ سال کی عمر میں حافظ ہوئے، بے انتہا ذہین،

فطین، قوت حفظ کے مالک تھے۔ عمدہ الفیہ الحاوی مختصر ابن حاجب از بر محفوظ کر لی۔ اساتذہ

میں شیخ زین الدین عراقی۔ سراج الدین بلقینی، ابن ملقن، نور الدین مینشی، مجد الدین صاحب القاموس جیسی بلند ہستیاں ہیں۔ شیخ عراقی کے محبوب تلامذہ میں تھے۔ لا تعداد مشائخ سے حدیث کی روایت حاصل کی تمام علوم میں مہارت، حدیث و اصول حدیث میں تو ایسا جامع اور ماہر شخص پیدا نہیں ہوا۔ محفظ و فہم میں حیرت زمانہ تھے۔ زمانہ نے بڑے بڑے علمی خطابات سے نوازا۔ ڈیڑھ سو سے زائد اہم جامع علمی کتابوں کے مولف۔ تالیف ایسا اہم کہ ان کتابوں کی مراجعت کے بغیر کوئی حدیث و اصول حدیث میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری۔ اصابہ تہذیب ان کی مایہ ناز شاہکار تالیفات ہیں۔ سرعت قرأت کی وہ مہارت کہ چار مجلس میں مسلم ختم۔ علم و فضل کا یہ روشن آفتاب ۸۰ سال کی عمر پر ۸۲۵ھ میں جنت رسید ہو گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا حَیًّا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا - وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ خُدَّہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَکْبِرُہٗ تَکْبِیْرًا، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الَّذِیْ اَرْسَلْہٗ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً بِشِیْرًا وَ نَذِیْرًا وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّم تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

ترجمہ:- تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہے جو ہمیشہ سے عالم صاحب قدرت زندہ قائم سننے اور دیکھنے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا شریک نہیں اور اس کی خوب بڑائی بیان کرتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور رحمت نازل ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام انسانوں کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں بشارت دینے کے لئے اور ان کے آل پر ان کے اصحاب پر اور سلامتی نازل ہو خوب سلامتی کثرت کے ساتھ۔

لغت:- الحمد۔ اوصاف جمالیہ کمالیہ کو زبان سے بیان کرنا۔ خواہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نہ ہو، شکر۔ منعم کی تعظیم و اکرام خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضاء و جوارح سے۔

حمد کی چار قسمیں ہیں۔ حمد قدیم بقدریم۔ وہ حمد جس میں حامد و محمود دونوں قدیم ہوں۔ حمد حادث لحادث۔ وہ حمد تعریف جس میں حامد و محمود دونوں حادث ہوں۔ جیسے زید کا قول

نعم الر جل خالد۔ حمد قدیم لحادث۔ وہ حمد جس میں حامد حادث ہو اور محمود قدیم ہو جیسے بندے کا قول خدائے پاک کی شان میں الحمد للہ۔ یہی شکل یہاں ہے۔

مقام حمد میں کبھی حامد کی رعایت کرتے ہوئے جملہ فعلیہ لایا جاتا ہے۔ کبھی محمود کی رعایت کرتے ہوئے جملہ اسمیہ لایا جاتا ہے۔ تاکہ استمرار دوام کا مفہوم ظاہر ہو۔

لم یزل۔ نفی نفی اثبات جس سے دوام و استمرار ثابت ہو رہا ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ صفات باری ازلی ہیں۔ حادث و ممکن نہیں جیسا کہ معتزلہ اسے حادث مانتے ہیں۔

صلی۔ دعا اور طلب رحمت کے معنی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہوگی تو طلب کے معنی ملحوظ نہ ہونگے۔ صلوٰۃ یہ مشترک ہے معانی اربعہ کے درمیان۔ دعا جب بندے کی طرف نسبت ہو طلب رحمت۔ جب ملائکہ کی طرف نسبت ہو تو استغفار۔ جب پرندے کی طرف نسبت ہو تو تسبیح مراد ہوگا۔

سید۔ اصل سنیوڈ تھا۔ ج اسیاد۔ سادات۔ بمعنی سردار، رئیس۔
ارسلہ۔ ارسال۔ بھیجنا۔ رسول۔ وہ نبی ہے جو مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہو۔ ساتھ میں کتاب اور مستقل شریعت بھی ہو۔

للناس۔ لام انتفاع کے لئے ہے۔ الناس۔ اس کا واحد نہیں بعضوں کے نزدیک اس کی جمع اناسی آتی ہے۔ مراد اس سے تمام انسان ہیں خواہ کسی خطہ کے ہوں۔ اجنہ اس میں تبعاً داخل ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ تمام مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ہیں حتیٰ کہ حیوانات و جمادات کی طرف بھی۔

کافۃ۔ پورا۔ یا تو یہ مفعول مطلق واقع ہے۔ ارسالاً بمعنی ارسالاً کافۃ یا کاف کی ضمیر منصوب سے حال واقع ہے۔ اس کی تاء تانیث کے لئے نہیں ہے جیسا کہ علامۃ میں۔ ایک غیر مختار قول یہ ہے کہ یہ ناس سے حال واقع ہے۔

آل۔ خاندان کنبہ۔ علماء بصرہ کے نزدیک اس کی اصل اہل ہے ہاء کو ہمزہ کر دیا گیا پھر آمن کے قاعدہ سے آل کر دیا گیا۔ اس کی دلیل اھنیل تصغیر کا آنا ہے۔ کہ تصغیر اسم کے اصل کو ظاہر کرتی ہے۔ علماء کوفہ کے نزدیک اس کی اصل اول واو کے ساتھ ہے۔ واو کو ہمزہ کر دیا گیا۔ جیسے وجوہ سے اجوہ کر دیا گیا ہے۔

آل۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ آل نسبی۔ خاندان نبوت۔ حضرت علی، جعفر، عقیل کی اولاد۔ آل حکمی۔ ہر مومن متقی۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ آل محمد کل تقی (طبرانی عن انس)۔ آل کے بعد جب صحابہ کا ذکر ہو تو اس سے مراد آل نسبی ہوگا۔ علی۔ اس کے تکرار سے اشارہ ہے کہ غیر کو صلوٰۃ بالواسطہ تو جائز ہے بلا واسطہ نہیں جس کے قائل فرقہ اثنا عشریہ ہیں۔

سلم۔ السلامہ بمعنی عافیت و سلامتی سے مشتق۔ ہر مکارہ ناپسندیدہ خلاف شان امور سے حفاظت۔

تسلیمًا۔ مفعول مطلق واقع ہے۔

کثیراً۔ کثر سے ماخوذ صفت ہے تسلیم سے۔ یا مفعول واقع ہے کثر فعل محذوف سے

أَمَّا بَعْدُ :- فَإِنَّ التَّصَانِيفَ فِي إِصْطِلَاحِ أَهْلِ الْحَدِيثِ قَدْ كَثُرَتْ لِلْإِمَّةِ فِي الْقَدِيمِ وَالْحَدِيثِ فَمِنْ أَوَّلِ مَنْ صَنَّفَ فِي ذَلِكَ الْقَاضِي أَبُو مُحَمَّدٍ الرَّامَهْرُمُزِيُّ كِتَابَهُ الْمَحْدَثُ الْفَاضِلُ لَكِنَّهُ لَمْ يَسْتَوْعِبْ وَالْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ النَّيْسَابُورِيُّ لَكِنَّهُ لَمْ يَهْدُبْ وَلَمْ يُرْتَبْ وَدَرَهُ أَبُو نُعَيْمٍ الْأَصْفَهَانِيُّ فَعَمِلَ عَلَى كِتَابِهِ مُسْتَخْرِجًا وَابْقَى أَشْيَاءَ لِلْمُتَعَقِّبِ.

ترجمہ :- حمد صلوٰۃ کے بعد اصول حدیث میں متقدمین اور متاخرین کی تصانیف بکثرت ہیں پس اول جس نے اس فن پر کتاب مرتب کی قاضی ابو محمد رامہرمزی ہیں جن کی کتاب المحدث الفاضل ہے لیکن یہ مکمل نہ ہو سکی۔ اور حاکم عبد اللہ نیشاپوری کی بھی ہے مگر مہذب نہ ہو سکی۔ اس کے بعد ابو نعیم الاصفہانی ہیں انھوں نے اس کتاب پر استخراج کا کام کیا ہے اور کچھ چیزیں بعد میں آنے والوں کے لئے چھوڑ دیں۔

اما۔ حرف شرط ہے اصل میں مہماتھا۔ بعد ظروف زمانیہ میں سے ہے مضاف الیہ کے حذف کے بعد مشابہت بالحرف کی وجہ سے مبنی علی الضم ہو گیا۔

اصطلاح۔ عرف خاص میں معنی جو رائج اور استعمال ہو اور لغوی معنی متروک ہو گئے ہوں۔ یعنی اصول حدیث۔

اول من صنف :- یہ مولف کی تحقیق اور معلومات کے اعتبار سے ہے ورنہ ممکن ہے کہ

اس سے قبل کسی اور کی تصنیف ہو اور پردہ خفایں ہو۔

فَجَمْعٌ۔ من جارہ تبعیضیہ ہے۔

صنّف۔ جمع کرنا۔ کتاب لکھنا۔ منتشر مضامین کو یکجا کرنا۔ عموماً اسکے لئے تالیف آتا ہے۔
زامہر مزی۔ میم کا فتح ہا کا ضمہ راسا کن میم ثانی کا ضمہ اس کے بعد زائے منقوطہ۔ علاقہ
خوستان کا ایک غیر مشہور شہر ہے جہاں کے یہ باشندہ تھے۔

کتابہ۔ یہ منصوب ہے، صنف فعل محذوف کی بنیاد پر اس کا فاعل من ہے یعنی قاضی۔
المحدث الفاصل۔ کتاب کا نام ہے۔ کتابہ سے بدل ہے۔

لکنہ۔ یہ جملہ استدراکیہ ہے۔ ضمیر منصوب کا مرجع کتابہ اور مولف دونوں قرار دیا جاسکتا ہے۔
لم یستوعب۔ استیعاب، مکمل کرنا، پورا کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ فن کے مباحث
پورے طور پر نہ آسکے۔

نیشاپور۔ خراسان کا ایک مشہور مردم خیز شہر ہے۔

ولم یرتب۔ مطلب یہ ہے کہ گو مکمل تھی مگر مہذب اور مرتب نہ تھی جس کی وجہ سے
استفادہ مشکل تھا۔

فتلاہ۔ تلو۔ تابع ہونا۔ بعد میں آنا یعنی اسکے بعد آئے اور حاکم کی کتاب پر کام کیا۔
مستخرجاً۔ کسرہ کے ساتھ ترکیب میں حال واقع ہے عامل اس کا غمیل فعل ہے۔
مطلب یہ ہے کہ حاکم کے فروگداشت مضامین کو جمع کیا۔ جن کو حاکم نے ذکر نہیں کیا تھا۔
وابقی اشیاء۔ یعنی کچھ کام باقی رکھا جسے بعد میں آنے والے کر سکتے ہیں۔

ثُمَّ جَاءَ بَعْدَهُمُ الْخَطِيبُ أَبُو بَكْرٍ الْبَغْدَادِيُّ فَصَنَّفَ فِي قَوَائِنِ الرِّوَايَةِ كِتَاباً
سَمَّاهُ الْكِفَايَةَ وَفِي آدَابِهَا كِتَاباً سَمَّاهُ الْجَامِعَ لِآدَابِ الشَّيْخِ وَالسَّامِعِ وَقُلَّ فَنٌّ
مِنْ فُنُونِ الْحَدِيثِ إِلَّا وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ كِتَاباً مُفْرَداً وَكَانَ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ
أَبُو بَكْرٍ بْنُ نَقْطَةَ كُلُّ مَنْ أَنْصَفَ عَلِمَ أَنَّ الْمَحْدَثِينَ بَعْدَ الْخَطِيبِ عِيَالٌ عَلَى كِتَابِهِ.
ترجمہ:- اس کے بعد ابو بکر خطیب بغدادی آئے انھوں نے اصول روایت پر ایک کتاب
لکھی جس کا نام کفایہ رکھا اور اس کے آداب پر ایک کتاب لکھی جس کا نام الجامع لادب
الشیخ والسامع رکھا۔

فن حدیث میں کم ہی ایسا ہوا ہوگا کہ خطیب بغدادی نے مستقل کوئی کتاب لکھی ہو۔ حافظ ابو بکر من نقطہ نے کہہ دیا کہ جو انصاف کی نظر سے دیکھے گا جان لیگا کہ خطیب کے بعد کے سارے محدثین ان کی تالیفات کے محتاج ہیں۔

الخطیب۔ مسلک شافعی کے حامل نہایت ہی بلند پایہ محدث ناقد ماہر فنون حدیث۔ انواع علوم حدیث پر قریب ۶۰ کتابوں کے مولف، جن میں زیادہ تر اصول حدیث سے متعلق ہیں۔ ان کی گرانقدر تالیف تاریخ بغداد ہے جو ۲۲ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ مولف کی دعا کے نتیجہ میں خود ان کی زندگی میں مشہور ہو گئی تھی۔ کفایہ کا پورا نام۔ الکفایہ فی قانون الروایہ ہے۔ فنون الحدیث۔ انواع علوم حدیث۔ اس کی بہت قسمیں اور نوعیں ہیں۔ ابن صلاح صاحب مقدمہ نے ۶۵ نوعیں۔ اور ابن ملقن نے دو سو سے زائد انواع شمار کرائے ہیں۔

کتاباً مفرداً۔ ہر موضوع پر مستقل کتاب لکھی۔ مثلاً السابق واللاحق۔ روایتہ الانہا عن الآباء، تمیز متصل الاسانید۔ خطیب بغدادی نے ہر فن پر کتابیں لکھی ہیں کہ بعد میں آنے والا ان کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے والا ہوگا۔ ابن نقطہ کے عیال علی کتبہ کا یہی مفہوم ہے کہ ہر شخص ان کی تالیفات کا محتاج ہوگا۔

ثُمَّ جَاءَ بَعْدَهُمْ بَعْضُ مَنْ تَأَخَّرَ عَنِ الْخَطِيبِ فَأَخَذَ مِنْ هَذَا الْعِلْمِ بِنَصِيبٍ فَجَمَعَ الْقَاضِي عِيَّاضُ كِتَابًا لَطِيفًا سَمَّاهُ الْإِلْمَاعُ وَابُو حَفْصٍ الْمِيَانَجِيُّ جُزْءًا سَمَّاهُ مَا لَا يَسْمَعُ الْمُحَدِّثُ جَهْلَهُ وَامْتِثَالَ ذَلِكَ مِنَ التَّصَانِيفِ الَّتِي اُسْتُهْرِثَ وَبُسِطَتْ لِتَوَفَّرَ عِلْمُهَا وَاخْتَصِرَتْ لِتَيْسَّرَ فَهْمُهَا۔

ترجمہ:- اس کے بعد وہ حضرات آئے جو خطیب کے بعد تھے انھوں نے علم سے ایک وسیع حصہ حاصل کیا۔ قاضی عیاض نے بھی ایک رسالہ لکھا جس کا نام الماع رکھا۔ ابو حفص میانجی نے بھی ایک جز تالیف کیا جس کا نام مالا یسع المحديث جہلہ۔ اس جیسی اور بھی تالیفات ہیں جو مشہور ہیں مبسوط اور مختصم بھی ہیں تاکہ اس کا افادہ بھرپور ہو اور مختصر بھی تاکہ اس کا حفظ فہم آسان ہو۔

جاء بعدهم۔ یعنی خطیب بغدادی کے بعد اس فن کے بہت علماء پیدا ہوئے

من هذا العلم۔ اس کا اشارہ اصول حدیث کی طرف بھی اور خطیب بغدادی کے علوم کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔

بنصیب۔ یعنی حظ عظیم۔ یعنی وسیع و کثیر معلومات حاصل کیا۔

القاضی عیاض۔ فن حدیث کے بلند پایہ مایہ ناز ہستیوں میں ہیں۔ شفاء مشارق جیسی کتابوں کے مولف ہیں۔

الماع۔ پورا نام کتاب الالماع فی ضبط الروایہ و تفہیم السماع ہے۔

میانجی۔ یہ زبان اردو کا میانجی نہیں ہے۔ میانہ کی تعریف ہے۔ آذر بائجان علاقے کا ایک شہر ہے۔ جو مراغہ سے دو یوم کے فاصلہ پر ہے۔

مالا یسع۔ یسع بمعنی یبذغی کے ہے۔ جس سے کسی مدشکانہ واقف ہونا مناسب نہیں و امثال ذلک۔ اس کے ربط و ترکیب کے متعلق دو احتمال۔ معطوف علیہ ہذا محذوف ہے۔ یا مبتدا ہے خبر کثیر محذوف ہے۔ یعنی اس جیسی بہت ہیں۔

بسطت۔ فعل مجہول۔ مبسوط و مفصل تو فر بمعنی تکثر۔ یعنی زیادتی اور وفور علم۔

اختصرت۔ مجہول۔ مختصر کہ فہم حفظ آسان ہو۔

إِلَى أَنْ جَاءَ الْحَافِظُ الْفَقِيهُ تَقِيُّ الدِّينِ أَبُو عَمْرٍو عُثْمَانُ بْنُ الصَّلَاحِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ الشَّهْرُزُورِيُّ تَزِيلُ دِمَشْقَ فَجَمَعَ لِمَا وَلَّى تَدْرِيسَ الْحَدِيثِ بِالْمَدْرَسَةِ الْأَشْرَفِيَّةِ كِتَابَهُ الْمَشْهُورَ فَهَذَّبَ فَنَوْنَهُ وَأَمْلَأَهُ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ فَلِهَذَا لَمْ يَحْصُلْ تَرْتِيبُهُ عَلَى الْوَضْعِ الْمُنَاسِبِ وَاعْتَنَى بِتَصَانِيفِ الْخُطُبِ الْمُنْفَرِقَةِ فَجَمَعَ شَتَاتٍ مَقَاصِدِهَا وَصَمَّ إِلَيْهَا مِنْ غَيْرِهَا نَحْبَ قَوَائِدِهَا فَاجْتَمَعَ فِي كِتَابِهِ مَا تَفَرَّقَ فِي غَيْرِهِ فَلِهَذَا عَكَّفَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَسَارُوا لِسِيرِهِ فَلَا يُخْطِئُ كُمْ نَاطِقٌ لَهُ وَ مُخْتَصِرٌ وَ مُسْتَدْرِكٌ عَلَيْهِ وَ مُقْتَصِرٌ وَ مُعَارِضٌ لَهُ وَ مُنْتَصِرٌ

ترجمہ :- یہاں تک کہ فقیہ حافظ اتقی الدین ابو عمر بن صلاح شہر زوری مشیم دمشق آئے۔ جب مدرسہ اشرفیہ میں تدریس حدیث پر مامور ہوئے تو اپنی کتاب مشہور کی تالیف شروع کی اس کے فنون کو مہذب کیا اور تھوڑا تھوڑا املا کرتے رہے۔ اس وجہ سے مناسب وضع پر نہ ہو سکی۔ اور خطیب کے منتشر مضامین کی طرف متوجہ ہوئے۔ مختلف مقاصد کو

جمع کیا اس کے علاوہ دوسری کتابوں سے بھی منتخب مضامین کا اضافہ کیا۔ پس انھوں نے اپنی کتاب میں وہ تمام مضامین جو دوسری کتابوں میں متفرق مقامات پر تھے جمع کیا اسی وجہ سے لوگوں کی توجہ ان کی طرف جھک گئی۔ اور لوگ ان کی نیچ پر چلنے لگے۔ بہت سے لوگوں نے ان کی کتاب کا نظم کیا کسے نے اختصار کیا۔ کسی نے اس پر استدراک لکھا کسی نے اقتصار کیا کسی نے معارضہ کیا۔ کسی نے انتصار کیا۔

حل :- ابن صلاح۔ اصول حدیث کے بڑے جلیل القدر مرتبہ پر فائز عالم جن کی اس فن پر کتاب مقدمہ ابن صلاح بہترین جامع کتاب ہے۔ اسی کتاب پر حافظ تبصرہ کر رہے ہیں۔ شہر زوری۔ مراغہ اور موصل کے درمیان یہ شہر ہے جس کے باشندہ تھے۔ شام کے دار السلطنت دمشق میں مقیم ہو گئے تھے۔ علامہ نووی بھی اس میں درس دے چکے ہیں۔ یہیں حدیث پاک کے استاذ تھے۔ اسی مقام پر تھوڑا تھوڑا جب جب موقع ہوتا رہا اس کتاب کا املا کراتے رہے۔ اسی وجہ سے حافظ صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ کتاب کما حقہ مرتب نہ ہو سکی۔ مضامین کا ربط باقی نہ رہ سکا۔

اعتننی خطیب کے وہ مضامین جو علم حدیث کے متعلق تھے اور جو مختلف مضامین مختلف کتابوں میں منتشر طور پر تھے ان کو جمع کیا۔ اور ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

و ضم۔ مطلب یہ ہے کہ خطیب کے علاوہ دیگر علماء کی کتابوں کو بھی شامل کیا۔

عکف۔ بمعنی اقبل۔ متوجہ ہو گئے۔ علماء فضلاء فن اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

سار و ابدسیرہ۔ ای اخذ و امشر بہ۔ لوگوں نے ان کے نیچ اور طریق کو اپنایا۔

کم تاظم۔ کم تکثیر کے لئے ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس کو نظم میں پیش کیا۔ جیسے حافظ عراقی قاضی شہاب جدلی۔

مختصر۔ کسی نے اختصار کیا جیسے علامہ نووی باجی ابن کثیر وغیرہ۔

مستدرک۔ فوت شدہ مضامین کو جمع کرنا۔ چنانچہ اس کا استدراک علامہ بلقینی حافظ مغطائی نے کیا۔

مقتصر۔ اقتصار کے معنی مقصود کو اقل الفاظ میں تعبیر کرنا ہے۔ اختصار اور اقتصار کا فرق اول میں تمام کا اختصار ہوتا ہے اور ثانی میں بعض مقاصد کا اختصار ہوتا ہے۔

معارض لہ: بمعنی معارضانہ اور اعتراضانہ پہلو سے کلام۔ اسے ابن ابی الدنیا نے کیا ہے
منتصر۔ مدد و اعانت کا مفہوم۔ اسکے اجمال و ابہام قابل توضیح امور کو واضح کرنا ہے۔
فَسَالِي بَعْضُ الْاِخْوَانِ اَنْ اُلْخَصَ لَهُمُ الْمُهْمُ مِنْ ذَلِكَ فَلَخَّصَتْهُ فِي اَوْرَاقٍ
لَطِيفَةٍ سَمَّيْتُهَا نَخْبَةُ الْفِكْرِ فِي مُصْطَلَحِ اَهْلِ الْاَثَرِ عَلَى تَرْتِيبِ ابْتِكْرَاتِهِ وَ سَبِيلِ
اِنْتِهَاجَتِهِ مَعَ مَا ضَمَمْتُ اِلَيْهِ مِنْ شَوَارِدِ الْفَرَائِدِ وَ زَوَائِدِ الْفَوَائِدِ فَرَغْتُ اِلَى ثَانِيَا
اَنْ اَضَعَ عَلَيْهَا شَرْحًا يَحُلُّ رُمُوزَهَا وَ يَفْتَحُ كُنُوزَهَا وَ يُوَضِّحُ مَا خَفِيَ عَلَى
الْمُبْتَدِي مِنْ ذَلِكَ .

ترجمہ:- پس بعض بھائیوں نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں ان کے لئے اہم امور کی تلخیص
کردوں۔ تو میں نے چند ورقوں میں اس کی تلخیص کر دی اور اس کا نام نخبۃ الفکر مصطلح اہل
الاثر رکھا جسے میں نے انوکھی ترتیب سے مرتب کیا اور ایسا راستہ اختیار کیا جس میں میں نے
شامل کیا ان امور کو جو ذہن سے دور رہنے والے مشکل ترین مسائل ہیں اور مفید اضافے
بھی ہیں۔ پھر دوبارہ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے یہ کہتے ہوئے کہ میں اس پر ایک
شرح لکھوں جو ان اشارات کو حل کر دے اور اس کے مخفی خزانے کھول دے اور ان امور
کی وضاحت کر دی جائے جو مبتدی پر مخفی رہتے ہیں۔

حل: فا۔ تعقیبہ ہے یا سببیہ۔ یعنی ماقبل کے امور مذکورہ سبب سوال ہوئے۔
بعض الاخوان۔ یا تو عام حضرات مراد ہیں۔ یا خاص، بعضوں نے عزالدین ابن حماتیا
شخزرکشی مراد لیا ہے۔

الخص۔ تلخیص کرنا۔ کلام طول کو مختصر کرنا۔

ذلک۔ اشار الیہ مقدمہ بن صلاح ہے۔ یعنی اس کے اہم مقاصد کی تلخیص کروں۔

لخصته۔ ضمیر منصوب کا مرجع امر مہم ہے۔

اوراق لطیفہ۔ ورق کی جمع۔ لطیف بمعنی قلیلہ کے یہاں ہے۔ چند مختصر اوراق۔

ابتکراتہ۔ ابتکار شی کی پہلی چیز کو حاصل کرنا۔ بکورا کورہ۔ ہر شی کا پہلا حصہ۔ پہلا

پھل یعنی ایسی عمدہ ترتیب جس کو مجھ سے قبل کسی نے اختیار نہیں کیا۔

الفرائد۔ فریدہ کی جمع دریکتا۔ مراد معانی لطیفہ اور نکات حسنہ ہیں۔

زوائد الفوائد۔ زائدہ کی جمع۔ فائدہ کی جمع وہ مفید اضافے جن سے متقدمین نے تعرض نہیں کیا۔

ماخفی۔ یعنی ایسے مخفی امور کی خصوصاً توضیح جس سے فن کا مبتدی ناواقف ہوتا ہے۔

فَاجَبْتُهُ إِلَى سَوَالِهِ رَجَاءَ الْإِنْدِرَاجِ فِي تِلْكَ الْمَسَالِكِ فَبَالِغْتُ فِي شَرْحِهَا فِي الْإِيضَاحِ وَالتَّوْجِيهِ وَنَبَّهْتُ عَلَى خَبَايَا وَآيَاهَا لِأَنَّ صَاحِبَ الْبَيْتِ أَذْرَى بِمَا فِيهِ فَظَهَرَ لِي أَنَّ إِيْرَادَهُ عَلَى صُورَةِ الْبَسْطِ الْبَيِّنِ وَ دَمَجِهَا ضَمْنِ تَوْضِيحِهَا أَوْفَقُ فَسَلَكْتُ هَذِهِ الطَّرِيقَةَ الْقَلِيلَةَ السَّالِكَ فَأَقُولُ طَالِبًا مِنَ اللَّهِ التَّوْفِيقَ فِيمَا هُنَالِكَ .

ترجمہ :- پس میں نے ان کے سوال کو پورا کیا امید کرتے ہوئے کہ شامل ہو جاؤں میں ان کے راستے میں پس میں نے اس کی شرح میں توجیہ و وضاحت میں پورا مبالغہ کیا ہے۔ اور اس کے مخفی گوشوں پر متنبہ کیا ہے۔ چونکہ گھر والا ہی اندرون گھر سے واقف ہوتا ہے۔ میرے لئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں اس کی شرح کو بسط کے ساتھ پیش کروں اور اس کے ربط (متن و شرح کے ملنے) کو توضیح کے ضمن میں بہتر پایا۔ لہذا ایسے طریقہ کو اختیار کیا جس پر چلنے والے کم ہیں اس مقام پر اللہ پاک سے توفیق طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

لغت: سوال۔ بمعنی مسئلہ۔ یعنی شرح کی درخواست

رجاء: ترکیب میں حال واقع ہے اَخْبَنْتُہ سے۔ منصوب کی ضمیر کا مرجع متن ہے۔

الاندرراج: بمعنی اندراجی ہے الف لام مضاف الیہ کے معنی میں ہے بمعنی دخولی و شمولی۔

المسالك: مسلک کی جمع مولفین کا راستہ۔ مراد اس سے ثناء دنیا یا ثواب آخرت یا یہ کہ کتب ائمہ محققین کی طرح یہ کتاب بھی نفع بخش ہو جائے۔

فبالغت: فاتعقیبیہ ہے۔ یعنی متن کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد۔

فی الايضاح: یعنی اسکے واضح کرنے میں خوب مبالغہ کیا ہے۔ کسی کتاب کا نام نہیں۔

خبایا: خبئیۃ کی جمع ہے۔ بمعنی پوشیدہ۔

زوايا: جمع زاویہ کی، گوشہ۔ رخ۔ مراد مخفی لطائف و نکات۔

د مجہا: اس کا عطف ایرادہ پر ہے جو منصوب ہے۔ اس کی ضمیر کا مرجع متن نخبہ ہے۔

دمج کے معنی لغت میں ملانا مخلوط کرنا یعنی متن و شرح کو تشریح میں ایسا مربوط کرنا کہ امتیاز

نہ ہو سکے اور مرتب مضمون ہو جائے۔

فاقول۔ فاجزائیہ ہے۔ شرط محذوف اذ اکان الامر کذلک ہے۔

طالباً۔ حال واقع ہے بمعنی سائل ہے۔ یعنی سوال کرتے ہوئے۔

التوفیق۔ اسباب خیر کا مہیا ہو جانا۔ مقصد کے پانے کے اسباب کا حاصل ہو جانا۔

الخبر عند علماء هذا الفن مرادف للحديث قيل الحديث ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم والخبر ما جاء عن غيره و من ثم قيل لمن يشتغل بالتواريخ و ما شاكلها الاخباري و لمن يشتغل بالسنة النبوية المحدث و قيل بينهما عموم و خصوص مطلقاً فكل حديث خبر من غير عكس و غير هنا بالخبر ليكون أشمل.

ترجمہ:- خبر اس فن کے علماء کے نزدیک حدیث کے مترادف ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث وہ ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔ اور خبر وہ ہے جو آپ کے غیر سے منقول ہو۔ اسی وجہ سے جو تاریخ وغیرہ سے شغل رکھتا ہو اخباری کہا جاتا ہے اور جو سنت نبوی کا شغل رکھتا ہو اسے محدث کہا جاتا ہے اور کہا گیا کہ دونوں کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ لہذا ہر حدیث خبر ہے۔ نہ کہ اس کا عکس اور یہاں خبر سے تعبیر کی گئی ہے تاکہ اس کا شمول عام ہو۔

اس مقام سے مولف مقاصد کو بیان کر رہے ہیں۔ اس سے قبل مقدمہ اور تمہید تھا۔ مولف خبر کی تعریف اس کا استعمالی اختلاف اور حدیث و خبر کے درمیان نسبت اور فرق بیان کر رہے ہیں۔

لغت:- علماء فن۔ اصول حدیث کے علماء مراد ہیں۔

مرادف۔ لفظ مختلف مگر معنی ایک ہوں۔ یعنی حدیث و خبر کا مفہوم یکساں اور دونوں ہم معنی ہے۔ قیل۔ یہ دوسرا قول ہے۔ اس قول کے اعتبار سے دونوں متبائن ہیں۔

من ثم۔ فرق کی دلیل ہے۔ کہ مشغول بالحدیث کو محدث اور مشغول تاریخ کو اخباری کہا جاتا ہے۔ ما شاکلہا۔ جو اسکے مشابہ ہو۔ یعنی قصص۔ حکایات احوال عالم اخبار ملوک وغیرہ قیل۔ یہ تیسرا قول۔ کہ ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ حدیث خاص

ہے صرف ما جاء عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شامل ہے۔ اور خبر عام ہے۔ ما جاء عن النبی علیہ السلام وغیرہ کو شامل ہے۔ لہذا حدیث اخص ہوگی اور خبر اعم ہوگی۔ اور قاعدہ ہے خاص کے ہر فرد پر عام صادق آتا ہے لہذا حدیث کو خبر کہا جاسکتا ہے۔ اور عام کا ہر فرد خاص پر صادق نہیں آتا لہذا ہر خبر کو حدیث نہیں کہا جاسکے گا۔ یہی مفہوم ہے من غیر عکس کا۔ کہ ایک جانب سے صدق ہو گا دوسری جانب سے نہیں۔ خیال رہے کہ صاحب کتاب نے اس سلسلہ میں ۳ قول کو ذکر کیا ہے۔ آخر کے ۲ قول کو قیل سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ اول قول ترادف کا اس کے قائل جمہور ہیں۔

فائدہ:- اس مقام پر اثر اور سنت کی اصطلاح بھی رائج ہے۔ مولف نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اثر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعی کے اقوال کو کہا جاتا ہے۔ یعنی موقوف و مرفوع دونوں کو۔ فقہاء ثرسان کی اصطلاح میں اثر صرف حدیث موقوف کو کہا جاتا ہے۔ سنت جس کی نسبت بنی پاک ﷺ یا صحابی یا تابعی کی جانب ہو یعنی حدیث کے مرادف۔ ماتن نے متن میں خبر اس لئے کہا ہے کہ اس کا مفہوم عام ہے تاکہ سب کو شامل ہو جائے۔ چونکہ حدیث بعض اصطلاح میں جیسا کہ معلوم ہوا خاص ہے۔

وہو باعتبار و صولہ الینا اما ان یکون لہ طرق انی اسانید کثیرۃ لان طرقاً جمع طریق و فعیل فی الکثرۃ یجمع علی فعل بضمین و فی القلۃ علی افعلۃ والمراد بالطرق الاسانید والاسناد حکایۃ طریق المتن والمتن هو غایۃ ما ینتہی الیہ الاسناد من الکلام۔

ترجمہ:- وہ خبر ہماری طرف پہنچنے کے اعتبار سے یا تو اس کے طرق شیر ہونگے۔ کہ طرق جمع ہے طریق کی اور فعیل کی جمع کثرت فعل دونوں کے ضمہ کیساتھ آتی ہے اور جمع بقلت افعلت کے وزن پر آتی ہے اور مراد طرق سے اسانید ہے۔ اور اسناد طریق متن کی حکایت ہے اور متن وہ ہے جہاں سند ختم ہو جائے۔ یعنی حدیث شروع ہو جائے۔

تشریح:- یہاں سے مولف خبر کی تقسیم من حیث الوصول یا قلت و کثرت راوی کے اعتبار سے ذکر کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے خبر کی چار قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، عزیز، غریب۔

طرق۔ یہ جمع کثرت ہے۔ جس کا اطلاق دس سے زائد پر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہو گا کہ جس کی سندیں اور رواۃ کثیر ہوں۔

الاسانید۔ اسناد کی جمع ہے۔ لغت میں ٹیک لگانا۔ بھروسہ کرنا۔ اصطلاح میں وہ طریق کلام جو متن کی حکایت کرے۔ علامہ طیبی نے یہ تعریف کی ہے۔ اخبار عن طریق المتن۔ (ظفر) متن جہاں سند جا کر ختم ہو جائے۔ بعضوں نے کہا۔ وہ الفاظ حدیث جس سے معانی متعلق ہوں۔ سند کو راوی، متن کو مروی بھی کہا جاتا ہے، جسکی جمع رواۃ اور مرویات آتی ہے۔

وَتِلْكَ الْكَثْرَةُ أَحَدُ شُرُوطِ التَّوَاتُرِ إِذَا وَرَدَتْ بِلا حَصَرٍ عَدَدٍ مُعَيَّنٍ بَلْ تَكُونُ الْعَادَةُ قَدْ أَحَالَتْ تَوَاطُؤَهُمْ عَلَى الْكُذْبِ وَ كَذًا وَقَوْعُهُ مِنْهُمْ اتِّفَاقًا مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ فَلَا مَعْنَى تَعْيِينَ الْعَدَدِ عَلَى الصَّحِيحِ وَمِنْهُمْ مَنْ عَيَّنَهُ فِي الْأَرْبَعَةِ وَقِيلَ فِي الْخَمْسَةِ وَقِيلَ فِي السَّبْعَةِ وَقِيلَ فِي الْعَشْرِ وَقِيلَ فِي الْإِثْنَيْ عَشَرَ وَقِيلَ فِي الْأَرْبَعِينَ وَقِيلَ فِي السَّبْعِينَ وَقِيلَ غَيْرَ ذَلِكَ وَ تَمَسَّكَ كُلُّ قَائِلٍ بِدَلِيلٍ جَاءَ فِيهِ ذِكْرُ ذَلِكَ الْعَدَدِ فَافَادَ الْعِلْمَ وَ لَيْسَ بِإِلْزَامٍ أَنْ يَطْرُدَ فِي غَيْرِهِ لِاحْتِمَالِ الْإِخْتِصَاصِ .

ترجمہ:- اور یہ کثرت تواتر کی شرطوں میں سے ہے جب کہ بلا انحصار کسی معین تعداد کے ہو۔ بلکہ انکا کذب پر متفق ہونا عادت محال ہو اسی طرح اس کا وقوع ان سے اتفاقاً قصد کے ہو۔ صحیح قول پر کسی عدد معین کی قید نہیں۔ بعضوں نے ۴ کی تعداد معین کی ہے۔ اسی طرح کہا گیا پانچ، کہا گیا سات۔ کہا گیا ۱۰، کہا گیا ۱۲، کہا گیا ۴۰، کہا گیا ۷۰، اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں ادھر ہر قائل نے استدلال کیا ہے اس دلیل سے جو عدد کے سلسلے میں ہے پس یہ علم یقین کا فائدہ دے گا اور لازم نہیں کہ اس کے غیر میں پیش کیا جائے۔ اختصاص کے احتمال کی وجہ سے۔

تشریح:- مولف اس مقام پر خبر متواتر کی تعریف اور اس کے ناقلین کی تعداد کے سلسلے میں جو مختلف اقوال ہیں بیان کر رہے ہیں۔

تلك الكثرة۔ یعنی اسانید کی کثرت۔ خیال رہے کہ کثرت اسناد یا کثرت رواۃ متواتر کی شرطوں میں سے ہے۔

بلا حصر معین۔ یعنی تواتر میں ناقلمین کی تعداد کو منحصر کرنے کی ضرورت نہیں۔
محققین اسی کے قائل ہیں۔

بل تكون العادة۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی تعداد کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو
خلاف عقل ہو۔

مکذا وقوعہ۔ یعنی وقوع الکذب کا محال ہونا قصد ارادے سے نہ ہو بلکہ اس کی تعداد سے
ہو۔ اتفاقاً من غیر مقصد تاکید ہے۔

فلا معنی۔ یعنی جس مقدار سے بھی علم یقینی حاصل ہو جائے متواتر ہو گا یہی ضابطہ اور
معیار ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ دوسرے اقوال خلاف ہیں۔

اربعة۔ اس مقدار کے قائلین کی دلیل شہداء زنا کی تعداد ہے جس سے یقین ہو کر حد کا
باعث ہوتا ہے۔

الخُمْسَةَ۔ اس کی دلیل شہداء لعان ہے السبعة کی دلیل ۳ نصاب یعنی شہادت کو شامل کرنا۔
شہادت اربعہ، شہادت اثنین، شہادت خبر واحد۔ العشرہ کے قائلین کی دلیل عدد
جمع کا اعتبار ہے کہ جمع کثرت کا اطلاق دس پر ہے۔ اثنا عشر کی دلیل نقباء کی تعداد کا اعتبار
ہے کہ بنی اسرائیل کے ۱۲ نقیب تھے۔ اربعین۔ ان حضرات کی دلیل یا ایہا النبی
حسبک اللہ و من ابتعک ہے کہ اس موقع پر ان کی تعداد چالیس تھی۔ السبعین کے
قائلین کی دلیل آیت کریمہ و اختار موسیٰ قومه سبعین ہے۔

وقیل غیر ذلک۔ اس کے علاوہ اقوال بھی ہیں۔ مثلاً ۱۳۳ بدریین کی مقدار
و تمسک قائل۔ ہر قائل نے دلیل سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ گذرا۔

ولیس بلازم۔ ضروری نہیں کہ یہ تعداد ہر مقام پر یقین کا فائدہ دے۔ اور نہ یہ ضروری
ہے کہ اس سے کم فائدہ نہ دے۔ کسی بھی مقام پر یہ تعداد حتمی دلیل مفید یقین نہیں۔
لاحتمال الاختصاص۔ احتمال ہے کہ علم کا فائدہ اسی عدد معین میں دائر ہو۔

فَإِذَا وَرَدَ الْخَبْرُ كَذَلِكَ وَأَنْصَافٌ إِلَيْهِ أَنْ يَسْتَوِيَ الْأَمْرُ فِيهِ فِي الْكثَرَةِ
الْمَذْكُورَةِ مِنْ إِبْتَدَائِهِ إِلَى انْتِهَائِهِ وَالْمَرَادُ بِالْإِسْتِوَاءِ أَنْ لَا تَنْقُصَ الْكثَرَةُ
الْمَذْكُورَةُ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ لَا أَنْ لَا يَزِيدَ إِذَا زِيَادَةُ هُنَا مَطْلُوبَةٌ مِنْ بَابِ

الاولی وَاَنْ یَکُوْنَ مُسْتَنْدُ اَنْتِهائِه الامر المشاهد او المسموع لا بما ثبت بقضیه العقل الصرف .

ترجمہ :- اور خبر جب اس طرح وارد ہو اور کثرت مذکورہ میں ابتداء سے انتہا تک اسکے اطراف کا برابر ہونا شامل ہو جائے۔ مراد استواء سے یہ ہے کہ اسکی تعداد مذکورہ کثرت سے کم نہ ہو کسی بھی مقام پر۔ یہ مطلب نہیں کہ زائد نہ ہو۔ چونکہ زیادتی تو یہاں بدرجہ اولیٰ مطلوب ہے اور یہ کہ اس کی استناد کی انتہا کسی امر مشاہد پر یا امر مسموع پر ہو۔ محض عقل سے ثابت نہ ہو۔

تشریح :- اس مقام سے تواتر کے اوصاف کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ کثرت کی تعداد کم نہ ہو البتہ زیادتی کی بخوبی گنجائش ہے اور یہ کہ اسکا تعلق کسی ایسے امر پر جا کر ختم ہوتا ہو جو امر محسوس میں سے ہو یعنی دیکھنے والی بات ہو یا سننے والی بات ہو۔

انضمام الیہ۔ انضاف کے معنی شامل ہونا ضمیر مجرد کا مرجع خبر ہے۔

قضیۃ العقل۔ یعنی اس خبر کا تعلق فیصلہ عقل سے نہ ہو۔ قیاس و دلیل سے اسے ثابت نہ کیا جاتا ہو۔ جیسے صانع کا وجود۔ اس کا قدیم ہونا۔

خلاصہ۔ تواتر کی تعریف میں کثرت کا باقی رہنا شروع سے آخر تک اور یہ کہ وہ دیکھی یا سنی ہوئی باتوں میں سے ہو۔

فَاِذَا جَمَعَ هَذِهِ الشُّرُوطُ الْاَرْبَعَةُ وَ هِيَ عِدَّةٌ كَثِيْرٌ اَحَالَتِ الْعَادَةُ تَوَاطُنُهُمْ وَ تَوَافُقُهُمْ عَلٰی الْكِذْبِ رَوَوْا ذٰلِكَ عَنْ مِثْلِهِمْ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ اِلَى الْاَنْتِهَاءِ وَ كَانَ مُسْتَنْدُ اَنْتِهَائِهِمُ الْحَسَّ وَ اِنْضَافٌ اِلَى ذٰلِكَ اِنْ يَصْحَبَ خَبْرَهُمْ اِفَادَةُ الْعِلْمِ لِسَامِعِهِ فَهَذَا هُوَ الْمُتَوَاتَرُ .

ترجمہ :- اور جب یہ شروط اربعہ جمع ہو جائیں اور وہ ہیں کثرت عدد جھوٹ پر اتفاق محال عادتہ ابتداء سے انتہاء تک روایات کا سلسلہ چلا ہو اور یہ کہ اس کی انتہا کسی امر محسوس پر ہو۔ یہ امور جب حاصل ہونگے تو اس سے سامع کو علم یقینی کا فائدہ حاصل ہوگا یہی خبر متواتر ہے۔ تشریح :- مولف اس مقام سے تواتر کی شرطوں کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اس کیلئے ۴ شرطیں ہیں۔ (۱) کثرت عدد (۲) جھوٹ کا محال ہونا (۳) شروع سے آخر تک رواۃ کی تعداد کا یکساں ہونا (۴) خبر کا تعلق امر محسوس سے ہونا۔ ان امور اربعہ سے سامع کو علم یقینی

کافائدہ حاصل ہونا علم سے مراد اس مقام پر علم یقینی ہے۔ گویا کہ پانچ شرطیں ہیں۔
وَمَا تَخْلَفُ افَادَةُ الْعِلْمِ عَنْهُ كَانَ مَشْهُورًا فَقَطْ فَكُلُّ مُتَوَاتِرٍ مَشْهُورٌ مِنْ غَيْرِ
عَكْسٍ وَ قَدْ يُقَالُ إِنَّ الشَّرْوَطَ الْارْبَعَةَ إِذَا حَصَلَتْ اسْتَلْزَمَتْ حَصُولَ الْعِلْمِ وَ
هُوَ كَذَلِكَ فِي الْغَالِبِ لَكِنْ قَدْ يَتَخَلَفُ عَنِ الْبَعْضِ لِمَانِعٍ وَ قَدْ وَضَحَ بِهَذَا
التَّعْرِيفِ الْمُتَوَاتِرِ وَ خِلَافَهُ.

ترجمہ :- اور جو خبر علم یقینی کافائدہ دینے میں پیچھے رہ جائے وہ مشہور ہوگا۔ ہر متواتر مشہور
ہوگا لیکن اس کا عکس نہیں۔ اور یہ کہا گیا جب یہ شروط اربعہ پائے جائیں تو علم یقینی کا لزوم
ہو جاتا ہے۔ اور یہ اکثر یہ ہے۔ لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے کسی مانع کی وجہ سے۔
اسی سے متواتر اور اس کے غیر (مشہور) کی تعریف بھی واضح ہو گئی۔

ما۔ موصولہ یا موصوفہ ہے۔ مراد اس سے خبر ہے۔
مشہور۔ یا تو اس سے مراد رائج شہرت یافتہ خواہ مشہور اصطلاحی ہو یا نہ ہو۔ بعضوں نے
اصطلاحی لیا ہے۔

من غیر عکس۔ یعنی ہر مشہور متواتر نہیں ہوگا۔
الغالب۔ علم یقینی کا حصول جو کہا گیا ہے یہ اکثر یہ ہے۔ کبھی ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ
متواتر ہو مگر یقین نہ ہو۔

لمانع۔ کسی عارض اور مانع سے یقین کافائدہ حاصل نہ ہو۔ مثلاً سامع کی غباوت کی وجہ سے۔
خلافہ۔ متواتر کے خلاف یعنی مشہور۔

قَدْ يَرُدُّ بِلَا حَصْرِ اَيْضاً لَكِنْ مَعَ فَقْدِ بَعْضِ الشَّرْوَطِ اَوْ مَعَ حَصْرِ بَعْضِ الْفَوْقِ
الْاِثْنَيْنِ اَيْ بِثَلَاثَةِ فِصَاعِدَا مَالٍ يَجْتَمِعُ شَرْوَطُ الْمَتَوَاتِرِ اَوْ بَهَمَا اَيْ بَاثْنَيْنِ فَقَطْ
اَوْ بِوَاحِدٍ فَقَطْ وَالْمُرَادُ بِقَوْلِنَا اَنْ يَرُدَّ بَاثْنَيْنِ اَنْ لَا يَرُدَّ بِاَقْلٍ مِنْهُمَا.

ترجمہ :- اور کبھی خبر بلا تعین تعدد کے حاصل ہوتی ہے۔ مگر بعض شرطوں نے مفقود ہونے
کے ساتھ یا یہ کہ متعین ہوں کہ اس کے راوی دو یا اس سے زائد ہوں یعنی تین یا اور زائد۔
تا وقتیکہ متواتر کی شرطیں جمع نہ ہوں یا تو دور راویوں سے ہو صرف یا ایک راوی سے ہو صرف
اور مراد ہمارے قول دو سے منقول ہو یہ ہے کہ دو سے کم نہ ہو۔

تشریح:- مولف یہاں سے خبر مشہور عزیز اور خبر واحد کی اجمالی تعریف دلیل حصر کے ضمن میں بیان کر رہے ہیں۔

فَقَدْ بَعْضُ الشَّرْوَطِ. کسی بھی شرط کا مفقود ہو جانا مراد ہے۔ مثلاً یکساں نہ ہونا یا امر محسوس پر منتہی نہ ہونا۔

ما فوق۔ وہ حصر جو واقع ہو دو راویوں کے زائد سے۔

مالم یجتمع۔ دو سے زائد راوی بھی ہوں مگر تواتر کی شرطیں مفقود ہوں۔

او بہما۔ اس کا عطف مایکون لہ طرق عبارت پر ہے۔ اس صورت میں خبر عزیز ہوگی۔

اول واحد فقط۔ صرف ایک راوی سے منقول ہو۔ اس صورت میں خبر واحد ہوگی۔

فَإِنْ وَرَدَ بِأَكْثَرٍ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ مِنَ السَّنَدِ الْوَاحِدِ لَا يَضُرُّ إِذَا الْأَقْلُ فِي هَذَا الْعِلْمِ يَقْضَى عَلَى الْأَكْثَرِ. فالأَوَّلُ المتواترُ و هو المفيدُ لِلْعِلْمِ اليَقِينِي فاخْرَجَ النظرِيَّ عَلَى مَا يَأْتِي. تقريرُهُ بشروطِهِ الَّتِي تَقَدَّمَتْ وَالْيَقِينُ هُوَ الْإِعْتِقَادُ الْجَازِمُ الْمَطَابِقُ وَهَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ أَنَّ الْخَبَرَ المتواترَ يفيدُ الْعِلْمَ الضَّرُورِيَّ وَ هُوَ الَّذِي يَضْطَرُّ الْإِنْسَانُ إِلَيْهِ بَحِثٌ لَا يُمْكِنُ دَفْعُهُ

ترجمہ:- اگر خبر واحد کی مقام پر سند میں دو سے زائد سے مروی ہو تو کوئی حرج نہیں اسلئے کہ اس فن میں اکثر پر اقل غالب رہتا ہے۔ پس اول متواتر ہے۔ یہ علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے۔ پس نظری کو خارج کر دیا جس کا بیان آ رہا ہے۔ انہیں شرطوں کے ساتھ جو پہلے آچکے ہیں۔ اور یقین وہ اعتقاد جازم ہے جو واقع کے مطابق ہے۔ اور یہی معتبر ہے کہ خبر متواتر علم بدیہی کا فائدہ دیتا ہے جس کی طرف انسان مجبور ہوتا ہے کہ اس کا دفع کرنا ممکن نہیں۔

فان ورد۔ یعنی اگر کسی مقام پر دو سے زائد راوی ہو جائیں۔

من السند الواحد۔ اس کی قید سے متعدد سند کی صورت خارج ہو گئی۔

يقضى۔ بمعنی يحكم و يغلب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس فن میں بسا اوقات قلت بہتر و غالب رہتا ہے چونکہ اس میں علو کی صفت پائی جاتی ہے۔ یعنی سند میں قلت روادا سے سند عالی ہوتی ہے۔

فاخرج۔ یقین کی قید سے نظری نکل جائے گی چونکہ یقین اسے بھی ہوتا ہے جس میں نظر

و فکر کی صلاحیت نہ ہو۔

ہو الاعتقاد۔ یقین کی اصطلاحی تعریف ہے۔ جازم سے مراد جو تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو۔ جازم کی قید سے شک و ہم نکل جائینگے اور واقع کی قید سے جہل مرکب۔

العلم الضروري۔ اسے علم بدیہی بھی کہا جاتا ہے جس کا حاصل ہونا بلا نظر و فکر کے ہو۔ الذی یضطر۔ عقل انسانی جس کے قبول کرنے پر خواہ عوام اور جاہل ہی کیوں نہ ہو مجبور ہے۔ چونکہ دلیل کا یہ محتاج نہیں۔ خیال رہے کہ امام غزالی کے نزدیک تواتر سے بدیہی اور نظری کے مابین کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ علامہ آمدی نے سکوت کی رائے کو نہ دینے کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جمہور غزالی اور آمدی کے خلاف یقین کا فائدہ مانتے ہیں۔

و قیل لا یفید العلم الا نظریاً و لیس بشیء لان العلم بالمتواتر حاصل لمن لیس له اہلیۃ النظر کالعامی اذ النظر ترتیب امور معلومیۃ او مظنونۃ یتوصل بها الی علوم او ظنون و لیس فی العامی اہلیۃ ذلك فلو کان نظریاً لما حصل لهم ولا ح بهذا التقرير الفرق بین علم الضروری والعلم النظری اذا الضروری یفید العلم بلا استدلال والنظری یفیدہ ولكن مع الاستدلال علی الافادۃ و ان الضروری یحصل لکل سامع والنظری لا یحصل الا لمن له اہلیۃ النظر۔

ترجمہ:- اور کہا گیا کہ یہ نہیں فائدہ دیتی مگر نظری کا مویہ درست نہیں۔ اس لئے کہ متواتر کے ذریعہ سے علم اس شخص کو بھی حاصل ہو جاتا ہے جسے فکر و نظر کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ جیسے عوام کو۔ چونکہ نظری کے معنی ہیں۔ امور معلومہ یا ظنیہ کو ترتیب دینا تاکہ اس کے ذریعہ سے دوسری معلومات یا ظنیات حاصل ہو جائیں۔ اور عوام میں اس کی اہلیت نہیں اگر یہ نظری ہوتا تو ان کو حاصل نہ ہوتا۔ اور اسی تقریر سے بدیہی اور نظری علم کا فرق بھی واضح ہو گیا۔ بدیہی علم کا فائدہ دیتا ہے بلا استدلال اور نظری فائدہ دیتا ہے استدلال کے ساتھ اور یہ کہ بدیہی ہر سننے والے کو حاصل ہو جاتا ہے اور نظری نہیں حاصل ہوتا ہے مگر اسی کو جس میں نظر فکر کی استعداد و اہلیت ہوتی ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے اختلاف کو بیان کر رہے ہیں جو متواتر سے حاصل ہونے

والے علم کے بارے میں ہے۔ اولاً تردید پھر قول محقق بیان کریں گے۔
اشاعرہ میں امام الحرمین ابوالحسنین وغیرہ اس سے حاصل شدہ علم کو نظری مانتے
ہیں۔ قیل سے انہیں کی طرف اشارہ ہے۔

لیس هذا الشيء۔ یہاں سے نظری کے قائلین کی تردید کر رہے ہیں۔
لان العلم۔ روکی دلیل کا بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تواتر سے علم ان کو بھی حاصل ہوتا
ہے جو اہل فکر و نظر نہیں ہیں۔ نظر نام ہے امور معلومہ کو ترتیب دے کر مجہولات کو
حاصل کرنے کا اور عوام اس ترتیب خاص سے واقف نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ اس سے
حاصل شدہ علم نظری نہیں ہو سکتا۔

فلو كان۔ الزام ہے اگر نظری ہو تا تو عامی کو فائدہ نہ دیتا۔ حالانکہ دے رہا ہے۔
ولاح۔ نظری اور بدیہی کی تعریف سے جو فرق ظاہر ہوتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ
بدیہی بلا استدلال اور نظری مع استدلال مفید علم ہوتا ہے۔

على الافادة۔ بمعنی استفادہ کے ہے۔ استدلال سے مراد اکتساب ہے۔ جو خود حاصل نہ
ہو بلکہ کسب دلائل سے ہو۔ یہ سب کو حاصل ہوتا ہے خواہ اہل فکر و نظر ہو یا عامی۔

وانما ابهمت شروط التواتر في الاصل لانه على هذه الكيفية ليس من
مباحث علم الاسناد اذ علم الاسناد يبحث فيه من صحة الحديث و ضعفه
ليعمل به او يترك به من حيث صفات الرجال وصيغ الاداء والمتواتر لا
يبحث عن رجاله بل يجب العمل به من غير بحث۔

ترجمہ :- اور تواتر کی شرطوں کو میں نے متن میں مبہم رکھا ہے چونکہ اس کیفیت کے ساتھ
یہ علم اسناد کے مباحث میں نہیں ہے۔ علم اسناد میں تو حدیث کے صحت و ضعف سے بحث
کی جاتی ہے، تاکہ اس پر عمل کیا جائے یا اسے چھوڑ دیا جائے رجال کے احوال اور صیغہ ادا کے
اعتبار سے۔ اور متواتر میں اس کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ بلا بحث اس پر عمل
واجب ہوتا ہے۔

تشریح :- انی ابہمت۔ متن میں جو مولف نے تواتر کی شرط کو ذکر نہیں کیا اس کی وجہ
بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ان شرطوں کو شرح میں ذکر کیا ہے کہ یہ اصول حدیث سے متعلق

نہیں۔

او علم الاسناد۔ یہ شرطیں اصول حدیث سے متعلق نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اصول حدیث میں حدیث کی صحت و ضعف اور رجال کے اوصاف عدل و جرح کے اور صیغہ ادا وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے اور متواتر میں رجال کے اوصاف ملحوظ نہیں ہوتے ہیں کہ کافر اور فاسق سب کی خبر متواتر قبول کی جاتی ہے۔ و ان ورد عن الفساق بل عن الکفرة۔

صفات الرجال۔ مراد حدیث کے رواۃ عدل و ضبط کے اعتبار سے۔

صیغ الاداء۔ صیغہ کی جمع مثلاً اخبرنا، سمعنا، قری علی و انا اسمع۔ بلا بحث۔ یعنی بلا کسی تحقیق و تفتیش کے متواتر مفید علم ہوتا ہے۔

خلاصہ۔ متواتر کی شرطوں کو مولف نے متن میں تو نہیں بلکہ شرح میں ذکر کیا ہے چونکہ شرح کی حیثیت جداگانہ ہے۔ ﴿فائدہ﴾

ذکر ابن الصلاح ان مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجودہ الا ان يدعی ذلك فی حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبعوا مقعدہ من النار و ما ادعاه من العزۃ ممنوع و کذا ما ادعاه غیرہ من العدم لان ذلك نشأ عن قلة الاطلاع علی کثرة الطرق و احوال الرجال و صفاتهم المقتضیۃ لابعاد العادة ان يتواطوا علی الکذب او یحصل منهم اتفاقاً۔

ترجمہ:- ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ ما قبل کی تفسیر (شرطوں) کے اعتبار سے متواتر کی مثال نایاب ہے۔ ہاں مگر یہ کہ حدیث من کذب الخ۔ کے متعلق دعویٰ کیا جائے۔ اور تاہم الوجود کا دعویٰ تسلیم نہیں اسی طرح ان کے علاوہ جس نے بھی دعویٰ کیا ہو نہ پایا جاتا اسلئے (تسلیم نہیں) کہ کثرت طرق احوال الرجال اور وہ صفات جو عادیۃ کذب کے محال (یا اتفاق کذب کے عدم کا تقاضہ کرنے والے ہیں ان کی قلت و اقفیت سے یہ بات پیدا ہوئی ہے۔

تشریح:- محدث ابن صلاح کا نظریہ اور ان کی رائے یہ ہے کہ متواتر کی شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے متواتر معدوم ہے اگر ہو سکتی ہے تو سوائے من کذب الخ کے علاوہ کسی میں احتمال پائے جانے کا نہیں۔ حافظ ابن حجر اس نظریہ کی تردید کر رہے ہیں کہ یہ دعویٰ معتبر

نہیں یہ کثرت طرق اور صفات رجال وغیرہ کی ناواقفیت سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر تمام واقفیت ہوتی تو ایسا نہ کہتے۔

یعز۔ عز ضرب سے نایاب معدوم کیا ہوتا۔

ادعاء غیرہ۔ غیر سے مراد ابن حبان اور حازمی ہیں وہ بھی اس کے قائل ہیں۔
المُقْتَضِیَّة۔ یہ صفت ہے کثرت طرق اور احوال رجال کی۔ خیال رہے کہ تواتر میں صفات رجال کو شرط داخل نہیں گو معنی دخل ہے۔ گویا کثرت معنوی ہے۔

وَمِنْ أَحْسَنِ مَا يُقَرَّرُ بِهِ كَوْنُ الْمُتَوَاتِرِ مَوْجُودًا وَجُودَ كَثْرَةٍ فِي الْإِحَادِيثِ أَنَّ الْكُتُبَ الْمَشْهُورَةَ الْمَتَدَاوِلَةَ بَايِدَى أَهْلِ الْعِلْمِ شَرْقًا وَغَرْبًا الْمَقْطُوعَةَ عِنْدَهُمْ بِصَحَّةٍ نَسَبَتْهَا إِلَى مُصَنِّفِهَا إِذَا اجْتَمَعَتْ عَلَى اخْرَاجِ حَدِيثٍ وَتَعَدَّدَتْ طَرَفُهُ تَعَدُّدًا تُحِيلُ الْعَادَّةُ تَوَاطُطَهُمْ عَلَى الْكُذْبِ إِلَى آخِرِ الشَّرْطِ أَفَادَ الْعِلْمَ الْيَقِينِي بِصَحَّةٍ نَسَبَتْهُ إِلَى قَائِلِهِ وَمِثْلُ ذَلِكَ فِي الْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ كَثِيرٌ.

ترجمہ:- خبر آحاد میں بہترین جو بات پائی ہے متواتر کے کثرت سے پائے جانے کے سلسلے میں وہ کتابیں ہیں جو مشہور ہیں جن کا تداول اہل علم سے شرقاً و غرباً ہوا ہے۔ وہ ان کے نزدیک صحت میں قطعی ہیں ان کے مولفین کی طرف نسبت کرتے ہوئے جب کہ کسی حدیث کے تعدد طرق پر تمام شرطوں کے ساتھ اجتماع ہو جائے۔ عادتاً ان کا کذب پر متفق ہونا محال ہو جائے۔ تو ان کا اجتماع علم یقینی کا فائدہ دے گا۔ اس کے قائل کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ اور اس کی مثالیں کتب مشہورہ میں بہت ہیں۔

تشریح:- ابن صلاح پر رد کی دلیل ہے کہ کتب مشہورہ میں متواتر کی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ بایں طور پر کہ ان کے مولفین کسی تخریج حدیث پر اتفاق کر لیں یعنی ہر ایک مولف اس خبر واحد کو اپنی اپنی سند سے روایت کریں تو اس کی تعداد یقیناً ایسی ہو سکتی ہے کہ اس کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو جائے۔ اس طرح یہ طرق کے تعدد سے متواتر تک پہنچ جائے گا۔ چنانچہ کتب مشہورہ میں اس کی مثالیں بہت ہو سکتی ہیں مثلاً حدیث شفاعت حدیث حوض، حدیث غسل رجلین، حدیث مسح علی الخفین۔

لغت۔ ترکیب: من حرف جارہ ہے۔ احسن اسم تفضیل ماموصولہ کون یقرر کا نائب

فاعل یا مفعول بہ ہے۔

وجود کثرة۔ اصل میں مرکب توصیفی ہے۔ وجود اکثر۔

ان الكتب. بالفتح. مبتدأ موحى، من احسن کی اور یہ خبر مقدم ہے اور ان کا ان

الكتب المشهوره. اور اس کی خبر اذا جتمعت ہے۔ مراد بخاری و مسلم وغیرہ۔

المتداوله۔ تداول سے بمعنی ہاتھ در ہاتھ۔ رائج و مقبول ہونا۔

شرقاً و غرباً۔ مراد چار سو جیسے رب المشرق والمغرب۔

نسبتہا۔ مرجع کتب مشہورہ ہے۔

اذا اجتمعت۔ اس کا فاعل مؤلفین کتب مشہورہ جماعۃ المؤلفین بھی تاویلاً ہو سکتا ہے۔

افاد۔ اس کا ”فاعل“ اجتماع یعنی اجتماع تخریج سے علم یقینی کا فائدہ دے گا۔

الانتباء۔ ایسے تواتر سے حاصل حدیث کہ تواتر معنوی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

وَالثَّانِي وَ هُوَ اَوَّلُ اقسامِ الْأَحَادِ مَالَهُ طَرُقٌ مَحْصُورَةٌ بِأَكْثَرِ مِنْ اثْنَيْنِ

وَالْمَشْهُورُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِوَضُوحِهِ وَ هُوَ الْمُسْتَفِيزُ عَلَى رَأْيِ

جَمَاعَةٍ مِنَ الْفُقَهَاءِ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِانْتِشَارِهِ مِنْ فَاضِ الْمَاءِ يَفِيزُ فِضاً وَ مِنْهُمْ

مَنْ غَايِرَ بَيْنَ الْمُسْتَفِيزِ وَالْمَشْهُورِ بَأَنَّ الْمُسْتَفِيزَ يَكُونُ فِي ابْتِدَائِهِ وَ

انْتِهَائِهِ سَوَاءً وَالْمَشْهُورُ أَعْمُ مِنْ ذَلِكَ وَ مِنْهُمْ مَنْ غَايِرَ عَلَى كَيْفِيَةِ أُخْرَى وَ

لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ هَذَا الْفَنِّ.

دوم یہ خبر واحد کی پہلی قسم ہے۔ جس کے طرق محصور و متعین ہوں کہ دو یا دو سے

زائد راویوں سے منقول ہو۔ محدثین کے نزدیک ”مشہور“ ہے، یہ نام اس کے واضح ہونے

کی وجہ سے رکھا گیا ہے ائمہ فقہاء کی ایک جماعت کی رائے میں یہی مستفیض ہے۔ یہ نام اس

کے پھیلنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے ماخوذ ہے فاض الماء فیضاً سے۔ بعض حضرات وہ ہیں جو

مشہور و مستفیض کے نزدیک فرق کرتے ہیں کہ مستفیض وہ ہے جس کے روایت کرنے والے

ابتداء اور انتہا دونوں طرف برابر ہوں۔ اور مشہور اس سے عام ہے۔ اور بعض حضرات

دوسرے اعتبار سے بھی فرق بیان کرتے ہیں جو اس فن کے مباحث میں نہیں۔

تشریح:- طرق و اسناد کے اعتبار سے حدیث کی ۴ قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر (۲) مشہور

(۳) عزیز (۴) غریب۔

قسم ثانی کا بیان، یہاں سے کیا جا رہا ہے۔

الثانی۔ ترکیب میں مبتدأ اور مالہ طرق خبر ہے۔ بیچ کا جملہ معترضہ ہے۔

اول اقسام۔ یعنی مشہور جو ہے وہ خبر واحد کی پہلی قسم ہے۔

باکثر۔ کسی بھی طبقہ میں ۲۲ راویوں سے کم نہ ہو، علامہ سخاوی کے نزدیک ذرا گنجائش ہے کہ یہ تعداد خواہ بعض طبقات میں ہو۔

خیال رہے کہ اصول حدیث میں متواتر کے علاوہ سب خبر واحد میں داخل ہے۔

عند المحدثین۔ اس کی قید سے لغوی اطلاق جو رائج اور معروف ہے اس کو نکالا ہے۔

من ائمة۔ من جمع فیہ یا بیانیہ ہے۔

فاضل۔ اس وقت فاضل الماء کہا جاتا ہے جب وادی پانی سے بھر کر چاروں طرف بہنے لگے۔ اسی طرح خبر مستفیض بھی چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔

منہم۔ بعضوں کے نزدیک مستفیض و مشہور کے درمیان فرق ہے۔ اول کے لئے راوی کا ابتداء و انتہاء میں یکساں تعداد ہونا لازم ہے۔ اور مشہور اس سے عام ہے کہ ہر طبقہ میں یکسانیت لازم نہیں۔

و منہم من غایر۔ اس سے اشارہ ہے ابو بکر صیرفی اور شیخ سخاوی کے جانب ان کے نزدیک مستفیض وہ ہے جس کو تلقی بالقبول ہو تعداد رواۃ کی شرط ملحوظ نہیں۔

الیس سن مباحث۔ چونکہ تلقی کی وجہ سے متواتر ہو جاوے گا۔ اس وقت رجال کے صفات کو کوئی تعرض نہ ہو گا تو اس فن سے خارج ہو جائے گا کہ رجال کے اوصاف موضوع فن ہیں۔

ثم المشہور يطلق على ما حررنا و على ما اشتهر على الالسنۃ فی شمل مالہ اسناد واحد فصاعداً بل مالا يوجد له اسناد اصلاً۔

پھر مشہور کا اطلاق اس معنی پر ہوتا ہے جو میں نے لکھا۔ اور اس پر بھی جو لوگوں کی ربانوں پر مشہور ہو۔ پس یہ شامل ہو گا اس کو بھی جس کے لئے ایک سند ہو یا زائد اور اس کو بھی جس کی سند ہی نہ ہو۔

تشریح۔ اس مقام سے مولف مشہور کی ایک دوسری تعریف بیان کر رہے ہیں جو لوگوں کے درمیان مشہور ہو خواہ وہ بلا سند ہی عوام میں مشہور ہو۔
ماحررنا۔ مراد باکثر اثنین ہے۔

اللسنہ۔ مراد اس سے رواج اور لوگوں کی زبانوں پر جو ہو۔
لا یوجد له اسناد۔ مثلاً موضوع ہو۔ بلا سند مشہور کی مثال علامہ سخاوی نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اسی طرح لولاك لما خلقت الافلاك دی ہے۔

والثالث العزیز و هو ان لا یرویہ اقل من اثنین عن اثنین و سُمی بِذَٰلِكَ اَمَّا لِقَلَّةِ و جُودِهِ و اَمَّا لكونه اعزَّ اِی قوٰی بِمَجِیئِهِ مِنْ طَرِیقٍ آخَرَ و لیس شرطاً للصّحیح خلافاً لَمَنْ زعمه و هو ابو علی الجبائی من المعتزلة و الیه یومی کلامُ الحاکم اَبی عبد الله فی علوم الحدیث حیثُ قَالَ الصّحیحُ هُوَ الَّذِی یُروِیهِ الصّحابیُّ الزَّائِلُ عَنْهُ اسْمُ الْجَهَالَةِ بِأَن یَکُونَ لَهُ رَاوِیَانِ ثُمَّ یَتَدَاوَلُهُ اَهْلُ الْحَدِیثِ اِلَی وَقْتِنَا کَالشَّهَادَةِ عَلَی الشَّهَادَةِ۔

ترجمہ:- تیسرا عزیز ہے۔ جس کے روایت کرنے والے دو ہوں اس سے کم نہ ہوں۔ یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کا وجود قلیل ہے یا اس وجہ سے کہ طرق آخر کی وجہ سے اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ صحیح کے لئے شرط نہیں بخلاف اس کے جس نے یہ گمان کیا وہ ابو علی جبائی معتزلہ میں سے ہیں۔ ابو عبد اللہ حاکم کا کلام جو علوم الحدیث میں ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ انھوں نے صحیح کی تعریف میں کہا ہے جس کے روایت کرنے والے ایسے صحابی ہوں جن سے نام کی جہالت مرتفع ہو اس طرح کہ اس کی روایت کرنے والے دوراوی ہوں پھر اصحاب حدیث سے اس کا تداول ہمارے زمانہ تک ہو جیسے شہادت علی الشہادۃ۔

تشریح:- اس مقام سے من حیث الاسناد حدیث کی تیسری قسم عزیز اور ابو علی جبائی کے نزدیک ہر طبقہ میں دوراوی کے صحیح میں شرط ہونے کا ذکر کر رہے ہیں جو جمہور کے خلاف ہے عزیز کی ایک تعریف۔ جس کے راوی دو یا تین یا اس سے زائد ہوں۔ ابن صلاح نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ اس اعتبار سے عزیز اور مشہور کے درمیان من وجہ کی نسبت ہو گی۔

سمی بذلک۔ عزیز کی وجہ تسمیہ ذکر کر رہے ہیں۔ عزیز ماخوذ ہے عز سے بمعنی قلیل و نادر ہونا۔ چونکہ اس شرط کے ساتھ اس کا پایا جانا کم ہوتا ہے۔

اما لکونہ۔ یاد دوسری وجہ ذکر کر رہے ہیں کہ یا یہ ماخوذ ہے مفتوح العین مضارع سے جس کے معنی شدید اور قوی ہونے کے ہے۔ جیسے کہ قرآن میں فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔ تیسرے سے قوت پہونچائی۔

و لیس شرطاً۔ ان حضرات کی تردید ہے جو صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط قرار دیتے ہیں۔ جیسے ابو علی جبائی۔

والیہ یومی۔ ضمیر مجرور کا مرجع هذا القول ہے۔ یعنی ابو علی جبائی وغیرہ کا۔
الی وقتنا۔ یعنی آخر تک ہر طبقہ میں راوی یکساں ہو۔ جس طرح شہادت کے لئے دو دو گواہ چاہئے۔

وَصَرَّحَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ الْعَرَبِيِّ فِي شَرْحِ الْبُخَارِيِّ بِأَنَّ ذَلِكَ شَرْطُ الْبُخَارِيِّ وَاجَابَ عَمَّا أوردَ عَلَيْهِ مِنْ ذَلِكَ بِجَوَابٍ فِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ قَالَ: فَإِنْ قِيلَ حَدِيثُ الْأَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ فَرَدَّ لَمْ يَرَوْهُ عَنْ عُمَرَ أَلَا عُلُقْمَةُ قُلْنَا قَدْ خُطِبَ بِهِ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ بِحَضْرَةِ الصَّحَابَةِ وَ لَوْ لَا أَنَّهُمْ يَعْرِفُونَ لَأَنكَرُوهُ كَذَا قَالَ.

ترجمہ:- قاضی ابو بکر بن عربی نے شرح بخاری میں اس کی تصریح کی ہے کہ بخاری نے (عزیز ہونے کی) شرط جو ملحوظ رکھی ہے اس پر جو اعتراض وارد ہوا۔ تو انھوں نے جواب دیا سو اس میں نظر ہے۔ اس لئے کہ کہا ہے اگر یہ اعتراض کیا گیا کہ حدیث انما الاعمال بالنیات فرد ہے حضرت عمر سے صرف علقمہ نے روایت کی تو ہم جواب دیں گے کہ حضرت عمر نے یہ حدیث خطبہ (جمعہ) میں ممبر پر حضرات صحابہ کی موجودگی میں فرمایا تھا پس اگر وہ اس حدیث سے واقف نہ ہوتے تو ضرور انکار کرتے یہی جواب دیا۔

تشریح:- مولف کا مقصد یہ ہے کہ ابن عربی نے امام بخاری کے نزدیک صحیح کے لئے عزیز کا ہونا شرط لکھا ہے۔ اس پر انما الاعمال بالنیات والی حدیث کو اعتراض پیش کیا گیا تو اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ حضرت عمر فاروق نے ایک جم غفیر کے سامنے ذکر کیا اگر کوئی بات ہوتی تو حضرات صحابہ ضرور نکیر فرماتے تو گویا کہ علقمہ کے ساتھ اور بھی شرکاء

ہو گئے۔ اس طرح اعتراض دفع کر دیا گیا۔

بان ذلک۔ یہ صراح کا مفعول ہے۔

بجواب۔ یہ اجاب کا مفعول بواسطہ ما ہے۔ یعنی جو جواب دیا گیا ہے وہ بھی محل نظر ہے۔
کذا قال۔ انھوں نے ایسا ہی جواب دیا جو فرمایا گیا۔

وَتُعَقَّبَ بَأَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهِمْ سَكْتُوا عَنْهُ أَنْ يَكُونُوا سَمِعُوهُ مِنْ غَيْرِهِ وَبَانَ
هَذَا لَوْ سَلِمَ فِي عَمْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَنَعَ فِي تَفَرُّدِ عُلُقْمَةَ عَنْهُ ثُمَّ تَفَرَّدَ
مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بِهِ عَنْ عُلُقْمَةَ ثُمَّ تَفَرَّدَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهِ عَنْ مُحَمَّدٍ عَلَى مَا
هُوَ الصَّحِيحُ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ. وَقَدْ وَرَدَتْ لَهُمْ مَتَابَعَاتٌ لَا يُعْتَبَرُ بِهَا
وَكَذَا لَا نُسَلِّمُ جَوَابَهُ فِي غَيْرِ حَدِيثِ عَمْرٍ.

ترجمہ:- اور اس پر بھی تعقب (اعتراض و گرفت) کیا گیا ہے کہ انھوں نے خاموشی اختیار
کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھوں نے ان کے غیر سے بھی سنا ہو اگر یہ تسلیم بھی کر لیا
جائے تو حضرت علقمہ کا تفرد مانع رہے گا پھر ان (حضرت عمر) سے محمد بن ابراہیم کا تفرد
پھر یحییٰ بن سعید کا تفرد محمد سے۔ جیسا کہ محدثین کے یہاں مشہور و معروف ہے اور جو اس
کے متابعات میں اس کا کوئی اعتبار نہیں اس طرح حضرت عمر کے علاوہ میں جو قاضی نے
جواب دیا وہ بھی قابل تسلیم نہیں۔

تشریح:- حدیث انما الاعمال کے اوپر عزیز و مشہور ہونے پر جو اعتراض کیا گیا تھا اس کا جو
جواب دیا گیا تھا جن کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت عمر کے علاوہ سے بھی سنا ہو گا اس جواب پر رد
کر رہے ہیں۔ یہ احتمالات ہیں راوی کا تفرد یحییٰ بن سعید تک کسی طرح ختم نہیں ہو سکتا۔
اس کی شہرت حضرت یحییٰ سے ہوئی ہے۔ صرف ان سے سامعین کی تعداد سات سو کے
قریب ہے۔

تعقب۔ ماضی مجہول۔ پیچھے پڑنا اعتراض کرنا۔ یہاں مراد جواب پر نظر وارد کرنا ہے۔
سکتوا۔ یعنی حضرات صحابہ فاروق اعظم کے حدیث انما سنانے کے وقت خاموش گویا
تصدیق کر رہے تھے۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو گا۔
سَلِّمَ۔ اگر سکوت سے سنا مان بھی لیا جائے تب علقمہ۔ محمد بن ابراہیم کے تفرد کو تو زائل

نہیں کر سکتا۔ البتہ یحییٰ سے شہرت ملی ہے۔ قریب ان سے دو سو مشائخ نے روایت کی ہے۔ من اکثرائمہ ہیں۔ پھر بھی متواتر نہیں مانا گیا ہے چونکہ شروع سے شرط مفقود ہے۔ وقد وردت لہم۔ مذکورہ تفردات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان سب کے متابعات ہیں لہذا تفرد مفرد نہ ہوتا۔

لا یعتبر۔ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ متابعات کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ متابعات غیر معتبرہ ہیں ان سے تلافی نہیں ہو سکتی۔

و کذا لا نسلم۔ اسی طرح حضرت عمرو علقمہ وغیرہ کے تفرد کا کوئی جواب ہمیں تسلیم نہیں۔ قال ابن رشید و لقد کان یکفی القاضی فی بطلان ما ادعی انہ شرط البخاری اول حدیث مذکور فیہ و ادعی ابن حبان نقیض دعواہ فقال ان رواۃ اثنین عن اثنین الی ان ینتہی لا یوجد اصلاً۔ قلت ان اراد ان رواۃ اثنین فقط عن اثنین فقط الی ان ینتہی لا یوجد اصلاً فیمكن ان یسلم و اما صورة العزیز التی حررناہ فموجودۃ بان لا یرویہ اقل من اثنین عن اقل من اثنین۔

ترجمہ:- ابن رشید نے کہا کافی ہے قاضی کے دعویٰ کے بطلان کے سلسلے میں کہ بخاری نے یہ شرط لگائی ہے پہلی حدیث جو اس میں مذکور ہے (اس سے دعویٰ باطل ہو جاتا ہے) ابن حبان نے اس کے خلاف دعویٰ کیا ہے۔ انھوں نے کہا دو کی روایت دو سے آخر تک بالکل نہیں پائی جاتی۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد اگر دو شیخ سے دو ہی شاگرد کی روایت آخر تک مراد ہے تو ممکن ہے کہ تسلیم کر لیا جائے۔

تشریح:- قاضی ابو بکر کے دعویٰ کے باطل ہونے کی تشریح کر رہے ہیں۔
رُشید۔ اسم تصغیر ہے۔

القاضی۔ کیفی کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فاعل اس کا اول حدیث انما الاعمال ہے۔ خیال رہے کہ بخاری کی یہ پہلی حدیث مفرد ہے اسی طرح آخری حدیث کلمتان میں بھی تفرد ہے۔ قاضی کا دعویٰ غلط ہونے کے لئے اول حدیث میں شرط کا نہ پایا جانا کافی ہے۔

ابن حبان۔ حاک کے کسرہ کے ساتھ۔ دعویٰ ہے کہ دو کی روایت آخر تک کہیں نہیں پائی

جاتی ہے۔

فیمكن. عقلاً نہ پایا جاتا تو ممکن ہے۔ ورنہ عموماً آخر میں رواہ زاید ہو جاتے ہیں۔

واما صورة العزيز عزيز کی اصطلاحی تعریف کا مصداق تو پایا جاتا ہے کہ دو کی دو سے کم نہ ہو و مثاله مارواه الشيخان من حديث انس و البخاری من حديث ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده الحديث و رواه عن انس قتادة و عبدالعزیز بن صهیب و رواه عن قتادة شعبه و سعید و رواه عن عبدالعزیز اسماعیل بن عُلَیَّة و عبدالوارث و رواه عن کل جماعة.

ترجمہ :- اور اس کی (عزیز) مثال وہ ہے جس کی روایت امام بخاری و مسلم نے حضرت انس سے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک والد، اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اس کی روایت حضرت انس نے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے کی۔ اور حضرت قتادہ سے اس کی روایت شعبہ اور سعید نے۔ اور عبدالعزیز سے اس کی روایت اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے کی پھر ان دونوں سے ایک جماعت نے نقل کی۔

تشریح :- اس مقام سے مولف عزیز کی مثال بیان کر رہے ہیں۔ مثال نام ہے۔ اس صورت جزئیہ کا جس کا انطباق قاعدہ کلیہ پر ہو۔ حدیث پاک میں محبت سے مراد محبت عقلی و ایمانی ہے طبعی نہیں۔

جماعة یعنی دو سے زائد افراد کثیرہ نے روایت کی۔ یعنی ان دونوں سے عام ہو گئی۔

والرابع الغریب. و هو ما يتفرد بروايته شخص واحد فی ای موضع وقع التفرد به من السند علی ما سيقسم الیه الغریب المطلق والغریب النسبی و کلها ای الاقسام الاربعة المذكورة سوى الاول و هو المتواتر احاد و يقال لكل واحد منها خبر واحد و خبر الواحد فی اللغة ما يرويه شخص واحد و فی الاصطلاح ما لم یجمع شروط المتواتر

ترجمہ :- چہارم۔ غریب۔ وہ ہے جس کی روایت میں شخص واحد متفرد ہو۔ خواہ سند کے

کسی بھی مقام میں ہو۔ اس کی تقسیم آرہی ہے غریب نسبی اور غریب مطلق کی طرف۔ یہ اقسام اربعہ سوائے اول کے جو متواتر ہے آحاد ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے خبر واحد وہ ہے جس کی روایت ایک شخص کرے۔ اصطلاح میں وہ ہے جس میں تواتر کی شرط جمع نہ ہو۔

تشریح :- اس مقام سے مولف غریب کی تشریح کر رہے ہیں۔ اولاً غریب کی تعریف۔ ثانیاً متواتر کے علاوہ کو ذکر کریں گے۔

من حیث السند۔ یہ حدیث کی چوتھی قسم ہے۔ خبر واحد کے اعتبار سے تیسری قسم ہے۔ شخص واحد۔ اس میں عموم ہے خواہ ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔

فی ای موضع۔ سند کے کسی مقام میں بھی تفرد ہو۔ سیقسم۔ یعنی غرابت کی بحث میں تقسیم ہوگی۔ غریب نسبی۔ بکسر النون اس کا عطف غریب پر ہے یہ جملہ بیان واقع ہے سیقسم کا۔

منہا۔ اسکی ضمیر اقسام ثلاثہ کی طرف راجع ہے۔ راوی کے واحد ہونے کی وجہ سے مروی کا نام خبر واحد رکھ دیا گیا۔

مالم یجمع شرط التواتر۔ تواتر کی شروط اربعہ جس میں نہ پائی جائے خواہ اس کے راوی ایک ہوں یا دو۔

انتباہ۔ ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ غریب کو تو خبر واحد سے موسوم کیا جانا درست ہے مگر مشہور عزیز کو کس طرح خبر واحد کہا جا رہا ہے۔ جواب یہ ہے کہ شرط تواتر کے مفقود ہونے کی وجہ سے غریب کے مشابہ ہو اس وجہ سے خبر واحد کہا گیا۔ ترتیب کے اعتبار سے خبر کی اولاد و قسمیں ہیں۔ متوازن۔ آحاد۔ آحاد کی تین قسمیں: مشہور، عزیز، غریب۔

و فیہا ای فی الآحاد المقبول و هو ما یجب العمل بہ عند الجمهور و فیہا المردود و هو الذی لم یرجح صدق المخبر بہ لتوقف الاستدلال بہا علی البحث عن احوال رواتہا دون الاول و هو المتواتر فکله مقبول لافادته القطع بصدق مخبرہ بخلاف غیرہ من اخبار الآحاد۔

ترجمہ :- اور اس میں یعنی آحاد میں مقبول بھی ہے۔ یہ وہ ہے جس پر عمل کرنا جمہور کے

زردیک واجب ہے۔ اور اسی میں مردود ہے۔ یہ وہ ہے جس میں مخبر کا صدق رائج نہ ہو۔ اس سے استدلال موقوف ہونے کی بنا رواۃ کے احوال کی چھان بین پر نہ کہ اول میں کہ وہ متواتر ہے۔ یہ تمام مقبول ہیں۔ مخبر کے صدق قطعی کا فائدہ دینے کی وجہ سے بخلاف اس کے علاوہ خبر آحاد کہ وہ ایسا نہیں۔

تشریح:- یہاں سے مولف خبر واحد کی دوسری تقسیم قبولیت و عدم قبولیت کے اعتبار سے یا صفات راوی کے اعتبار سے کر رہے ہیں اس سے قبل راویوں کی تعداد کے اعتبار سے کی تھی۔ و ہو ما یجب۔ حافظ نے مقبول کی یہ تعریف کی ہے یہ تعریف نہیں حکم ہے۔ کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اصل تعریف یہ ہے، جس میں راوی کے ضبط و عدالت سے قبولیت کے صفات پائے جائیں۔ یا مردود کی جو تعریف ہے اس کے خلاف اس کی تعریف ہوگی یعنی جس میں مخبر بہ کا صدق رائج ہو۔

عند الجمهور۔ جمہور کی قید سے معتزلہ کو نکالا ہے۔ انہوں نے خبر واحد پر عمل کرنے سے انکار کیا ہے۔ اسی کے قائل رافضی بھی ہیں۔ اس کے وجوب عمل پر حضرات صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔ انہوں نے بہت سے مواقع میں اس کے وجوب کو تسلیم کیا ہے۔ لم یرنج۔ بہ کا مرجع خبر ہے۔ یہ شامل ہے اسے بھی جس میں کذب رائج ہو اور اسے بھی جس میں نہ صدق رائج ہو نہ کذب۔

للتوقف۔ یہاں سے لم یرنج کی وجہ بیان کر رہے ہیں چونکہ استدلال موقوف ہوتا ہے رواۃ کے چھان بین پر یعنی خبر واحد میں استدلال موقوف رہتا ہے۔ ان کی تفتیش پر۔ خیال رہے کہ متواتر کے تمام انواع مقبول ہوتے ہیں۔ چونکہ اس میں یقین قطعی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ بخلاف خبر واحد کے بعد مردود بعض مقبول ہوتے ہیں۔

لَکِنْ اِنَّمَا وَجَبَ الْعَمَلُ بِالْمَقْبُولِ مِنْهَا لِأَنَّهَا اِمَّا اَنْ یُّوجَدَ فِیْهَا اَصْلُ صِفَةِ الْقُبُولِ وَ هُوَ ثُبُوتُ صِدْقِ النَّاقِلِ اَوْ اَصْلُ صِفَةِ الرَّدِّ وَ هُوَ ثُبُوتُ کِذْبِ النَّاقِلِ اَوَّلًا فَلَاوَلَّ یَغْلِبُ عَلَی الظَّنِّ صِدْقُ الْخَبَرِ لِثُبُوتِ صِدْقِ نَاقِلِهِ فَيُؤْخَذُ بِهِ. وَالثَّانِی یَغْلِبُ عَلَی الظَّنِّ کِذْبُ الْخَبَرِ لِثُبُوتِ کِذْبِ نَاقِلِهِ فَيُطْرَحُ. وَالثَّالِثُ اِنْ

وَجَدَتْ قَرِينَةً تَلْحَقُهُ بِأَحَدِ الْقِسْمَيْنِ التَّحَقُّ بِهِ وَإِلَّا فَيَتَوَقَّفُ فِيهِ وَإِذَا تَوَقَّفَ
عَنِ الْعَمَلِ بِهِ صَارَ كَالْمَرْدُودِ لَا لِثُبُوتِ صِفَةِ الرَّدِّ بَلْ لِكُونِهِ لَمْ يُوجَدْ فِيهِ
صِفَةُ تَوْجِبِ الْقُبُولِ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ:- لیکن مقبول پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے خبر آحاد میں سے یا تو اس وجہ سے کہ
اصل صفات قبول جو ناقل کے صدق کا ثبوت ہے۔ یا اصل صفت رد اور وہ ناقل کے
کذب کا ثبوت ہے یہ ہوں گے یا نہیں۔ (یعنی نہ صفات رد نہ صفات قبول) پس اول میں
خبر کے صدق کا گمان غالب ہو گا ناقل کے صدق کے ثبوت کی وجہ سے پس اسے اخذ کر لیا
جائے گا۔ دوسرا کذب خبر کا گمان غالب ہو گا ناقل کے کذب کے ثبوت کی وجہ سے۔ پس
اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ تیسرا (جس میں نہ صفات رد ہے نہ صفات قبول) اگر دونوں قسموں
میں سے کسی کا مرتبہ لاحق ہو رہا ہے تو اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔ ورنہ توقف کیا
جائے گا اور جب عمل میں توقف ہو گا تو مثل مردود کے ہو جائے گا اس وجہ سے نہیں کہ
صفت رد پایا جا رہا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ وہ صفت نہیں پائی گئی جو قبول کو ثابت کرے۔
تشریح:- اس مقام سے مولف مقبول و مردود کے انقسام کی دلیل بیان کر رہے ہیں۔ بظاہر
عبارت لا نہا سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب عمل کی دلیل بیان کر رہے ہیں سو ایسی بات
نہیں ہے۔

مولف نے انقسام کے بیان میں حصر کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔
خبر واحد کے اندر یا تو صفات قبولیت پائے جائیں گے یا صفات رد یا ان میں سے کوئی نہیں پایا جائیگا۔
اول میں چونکہ ناقل کے صدق سے صدق خبر کا گمان غالب رہتا ہے۔ اس لئے
اسے قبول کیا جائے گا۔ دوسری صورت میں چونکہ ناقل کے کذب سے کذب خبر کا گمان
غالب رہتا ہے۔ لہذا اسے رد کر دیا جائے گا۔ تیسری شق جس میں نہ صفات قبول ہوں نہ
صفات رد۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ اول کی دو قسموں میں سے کسی کے ساتھ شامل
ہونے کا قرینہ ہو گیا نہیں اگر قرینہ ہو گا تو اسی کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اگر قرینہ نہ ہو
تو توقف کیا جائے گا اور اسی توقف سے وہ مثل مردود کے ہو جائے گا۔

خیال رہے کہ مردود کا مثل اس وجہ سے نہ ہو گا کہ صفات رد پائے جا رہے ہیں۔

بلکہ اس وجہ سے کہ صفات قبول نہیں پائے جارہے ہیں۔
منہا۔ اس کا مرجع آحاد ہے۔

یغلب۔ باب تفعیل سے ہے مجرد سے بھی ہو سکتا ہے۔ فاعل کی ضمیر مبتدأ الاول کی جانب لوٹ رہی ہے۔

الثالث۔ مراد شق ثالث ہے۔ نہ صفات قبول نہ صفات رد۔

والا۔ یعنی وان لم يوجد قرینة۔

توقف۔ یعنی عمل سے روکا جائے گا۔ لہذا عدم عمل سے مشابہ مردود کے ہو جائے گا۔

وَقَدْ يَقَعُ فِيهَا أَيْ أَخْبَارُ الْآحَادِ الْمُنْقِسِمَةِ إِلَى مَشْهُورٍ وَ عَزِيزٍ وَ غَرِيبٍ مَا يَفِيدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمَخْتَارِ خِلَافاً لِمَنْ أَبَى ذَلِكَ وَالْخِلَافُ فِي التَّحْقِيقِ لَفْظِي لَأَنَّ مَنْ جَوَّزَ إِطْلَاقَ الْعِلْمِ قَبْدَهُ بِكَوْنِهِ نَظَرِيّاً وَ هُوَ الْحَاصِلُ عَنِ الْإِسْتِدْلَالِ وَ مَنْ أَبَى الْإِطْلَاقَ خَصَّ لَفْظَ الْعِلْمِ بِالْمُتَوَاتِرِ وَ مَا عَدَاهُ عِنْدَهُ ظَنِّي لَكِنَّهُ لَا يَنْفِي أَنْ مَا احْتَفَّ بِالْقَرَائِنِ أَرَجَحُ مِمَّا خَلَا عَنْهَا۔

اور کبھی واقع ہوتا ہے (یعنی حاصل ہوتا ہے) اس میں یعنی اخبار آحاد میں جس کی تقسیم مشہور عزیز، غریب کی طرف ہوتی ہے۔ جو قرائن کے ذریعہ سے علم نظری کا فائدہ دیتا ہے۔ مختار قول پر۔ برخلاف اس نے جس نے اس کا انکار کیا۔ درحقیقت یہ اختلاف لفظی ہے اس لئے کہ جن لوگوں نے علم کا اطلاق اس پر جائز قرار دیا وہ اسے نظری کی قید سے مقید کرتے ہیں جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جس نے اطلاق کا انکار کیا ہے وہ لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ظنی ہیں۔ مگر اس کی نفی نہیں کرتے کہ جو قرائن کو شامل و حاوی ہوں گے وہ ان سے ارجح ہونگے جو ان سے خالی ہونگے۔ تشریح:- اس مقام سے مولف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خبر واحد کبھی علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے گو اس میں بعضوں کو اختلاف ہے مگر قرائن کی وجہ سے یہی مختار ہے۔

المختار۔ اس سے اشارہ ہے کہ منکرین کا قول غیر مختار ہے۔

والخلاف۔ اختلاف کی نوعیت کو ذکر کر رہے ہیں کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ اعتباری اور مجازی ہے۔ اختلاف کی بنیاد علم کا مصداق ہے۔ جو حضرات اس کا اطلاق نظری پر بھی

درست قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک بعض وہ اخبار جو قرائن کو شامل ہوتے ہیں یقینی ہو جاتے ہیں بمقابلہ اس کے جو متواتر کے ساتھ خاص مانتے ہیں جو بدیہی ہوتا ہے۔ وہ اس اطلاق کو درست قرار نہیں دیتے۔

جو حضرات اسے مفید علم مانتے ہیں وہ نظری کی تاویل کرتے ہیں اور جو حضرات مفید علم متواتر مانتے ہیں وہ بدون القرائن مراد لیتے ہیں۔ لہذا حقیقتاً کوئی تعارض نہیں۔ الحاصل۔ علم نظری کی تعریف ہے۔

و ما عداہ۔ یعنی متواتر کے علاوہ سب ظنی ہے۔

لکنہ۔ یعنی قرائن صدق کی صورت میں وہ راجح کا انکار نہیں کرتے گو اس میں درجات ہیں۔ قرائن کے اعتبار سے بعض بعض پر فائق ہیں۔

انتباہ۔ ایک اعتبار سے یہ اختلاف حقیقی ہے۔ ایک جماعت خبر واحد کو مفید یقین مانتی ہے۔ دوسری جماعت ظنی تسلیم کرتی ہے۔

وَالْخَبْرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقُرَائِنِ أَنْوَاعٌ مِنْهَا مَا أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ فِي صَحِيحَيْهِمَا مِمَّا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ فَإِنَّهُ اخْتَفَّ بِهِ قُرَائِنٌ مِنْهَا جَلَالَتُهُمَا فِي هَذَا الشَّانِ وَ تَقَدُّمُهُمَا فِي تَمْيِيزِ الصَّحِيحِ عَلَى غَيْرِهِمَا وَ تَلَقُّيُ الْعُلَمَاءُ لِكِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُولِ وَ هَذَا التَّلَقُّيُ وَحْدَهُ أَقْوَى فِي إِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مَجْرَدِ كَثَرَةِ الطَّرِيقِ الْقَاصِرَةِ عَنْ التَّوَاتُرِ إِلَّا أَنَّ هَذَا يَخْتَصُّ بِمَا لَمْ يَنْتَقِذْهُ أَحَدٌ مِنَ الْحَفَاطِ مِمَّا فِي الْكِتَابَيْنِ.

ترجمہ:- وہ خبر جو قرائن کو شامل ہوں اس کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس کی تخریج شیخین نے صحیحین میں کی ہو۔ اور وہ تواتر کو نہ پہنچی ہوں۔ اس کے ساتھ متعدد قرائن شامل ہوں۔ مثلاً ان دونوں کا جلالت شان پر مشتمل ہونا۔ اور صحیح کو غیر صحیح میں ممتاز کرنے پر سبقت لے جانا۔ اہل علم کے نزدیک ان دونوں کا تلقی بالقبول ہونا۔ اور تنہا یہ تلقی علم (یقینی) کے فائدہ دینے میں اقویٰ ہے۔ محض اس کثرت طرق کے مقابلہ میں جو تواتر سے خالی ہو۔ ہاں مگر یہ خصوصیت اس صورت میں ہے جب کہ حفاظ (حدیث) میں سے کسی نے اس پر نقد نہ کیا ہو۔

تشریح:- مولف اس مقام سے خبر واحد کی ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں جو قرائن کی

وجہ سے قوی اور مفید علم یقینی ہو جائے۔ اس کی ایک قسم وہ ہے جس کی شیخین نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس پر کسی نے جرح نہ کیا ہو اور تعارض و تخالف سے خالی ہو۔

المحتف۔ احتف بمعنی گھیرنا۔ احاطہ کرنا۔

القرائن۔ جمع قرینہ کی مراد وہ امور جو خارج سے قوت پہنچاتے ہیں۔

منہا۔ مرجع قرائن ہے۔

جلالتہما۔ یعنی فن حدیث میں بلند و بالا مرتبہ پر فائز ہونا اور امتیاز صحیح میں دوسروں پر فائق ہونا۔ خیال رہے کہ ان حضرات سے قبل بھی صحاح مرتب ہوئے مگر اس حیثیت کی جو کمال صحت پر فائز ہو مرتب نہ ہو سکی تھی۔

تلقی۔ لغت میں لینا۔ جسے علماء نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور مرتبہ قبولیت سے نوازا۔ یہ تلقی بھی قرینہ مقویہ ہے۔

و هذا التلقى۔ تلقی کے درجہ کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ یہ لذاتہ خود تھا قوت پہنچانے والا ہے کثرت طرق کے مقابلہ میں۔

الا۔ استثناء ہے۔ تلقی قرینہ اس وقت ہو سکتا ہے جب تک کہ کسی اصحاب فن کی جرح نہ ہو۔ اس سے اشارہ ہے کہ صحیحین کی بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جس پر جرح اور نقد واقع ہے۔ بخاری و مسلم کی وہ روایتیں جن پر بعض اہل علم نے نقد و جرح واقع کیا ہے۔

بخاری شریف میں ۱۱۰ اور مسلم شریف میں ۱۳۲۔ تنہا بخاری شریف کی ۸ روایتوں پر اور مسلم کی ۱۰۰ روایتوں پر اور ۳۲ دونوں کے درمیان مشترک ہیں۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ ہدی الساری میں ان پر جرح و نقد کے جواب دئے ہیں۔ صرف ۴ روایتوں پر انھوں نے جرح و نقد کو تسلیم کیا ہے۔

و بما لم يقع التخالف بين مدلوليه مما وقع في الكتابين حيث لا ترجيح لاستحالة ان يفيد المتناقضان العلم بصدقهما من غير ترجيح لاحدهما على الآخر و ما عدا ذلك فالاجماع حاصل على تسليم صحته فان قيل انما اتفقوا على وجوب العمل به لا على صحته منعاه و سند المنع انهم متفقون على

و جوب العمل بكل ما صَحَّ و لو لم يُخرجه الشيخان فلم يبق للصحيحين في هذا منزلة والاجماع حاصل على أن لهما منزلة فيما يرجع إلى نفس الصحة .

اور یہ کہ نہ واقع ہو تعارض اس کے مدلول کے درمیان۔ جو دونوں کتاب میں ہے کہ ترجیح کی کوئی صورت نہ ہو۔ اس وجہ سے کہ محال ہے کہ دو متناقض یقین علم کا (صدق) کا فائدہ بلا ایک کو دوسرے پر ترجیح دیئے۔ اور جو اس کے علاوہ ہے اس کی تسلیم صحت پر اجماع حاصل ہے۔ پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انھوں نے وجوب عمل پر اتفاق کیا ہے اس کی صحت پر اتفاق نہیں کیا۔ تو ہم اسے تسلیم نہ کریں گے اور اس منع کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے تو اتفاق کیا ہے وجوب عمل پر اس حدیث کے بارے میں جو صحیح ہو۔ اگرچہ اس کی تخریج شیخین نے نہ کی ہو۔ بس صحیحین کیلئے یہ خصوصیت باقی نہ رہی اور اس امر پر اجماع و اتفاق حاصل ہے کہ ان دونوں کو اس خصوصیت کا درجہ حاصل ہے جس کا تعلق نفس صحت کے ساتھ ہے۔

تشریح:- یہاں سے مولف مفید علم ہونے کے دوسرے قرینہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ مدلول و معنی میں ایسا کوئی تعارض نہ ہو کہ ایک دوسرے کو راجح کیا جاسکے۔ چونکہ متناقضین سے صدق کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

حیث ترجیح کی یہ شکل ہوگی کہ ایک کو ناخ دوسرے کو منسوخ قرار دیا جاسکے۔ و ما عدا۔ یعنی نقد و تعارض کے علاوہ۔

فان قيل . خلاصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ علماء نے وجوب عمل پر اتفاق کیا ہے اور یہ مستلزم صحت نہیں۔ اس لئے عمل تو اس پر بھی کرنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ صحیح پر۔ لہذا اس سے صحت پر اتفاق کرنا ثابت نہ ہوگا۔

منعناہ . یعنی دفعناہ۔ دفاع کرنا اور اعتراض تسلیم نہ کرنا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ صحیحین کو مزید فضیلت حاصل ہے اس اعتبار سے اس کے صحیح و حسن دوسرے کے صحیح و حسن کے مقابلہ میں اعلیٰ و اعلیٰ الحسن ہوں گے۔ لہذا اتفاق صحت پائی گئی۔

و ممن صرح بافادة ماخرجه الشيخان العلم النظري الاستاذ ابو اسحق الاسفرايني و من ائمة الحديث . ابو عبد الله الحميدي و ابو الفضل بن

طاهر و غیرہما و یحتمل ان یقال المزیۃ المذکورۃ کون احاد یشہما اصحّ الحدیث و منها المشہور اذا كانت لہ طرق مباينة سالمة من ضعف الرواة والعلل و ممن صرح بافادۃ العلم النظری الاستاذ ابو منصور البغدادی والاستاذ ابوبکر بن فورك و غیرہما۔

ترجمہ:- اور جن حضرات نے شیخین کی تخریج کردہ احادیث کے متعلق یہ تصریح کی ہے کہ اس سے علم نظری کا حصول ہوگا۔ (جو مستلزم صحت ہے) استاذ ابواسحاق اسفرائینی اور ائمہ حدیث میں ابو عبد اللہ حمیدی اور ابوالفضل طاہر مقدسی وغیرہ ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ فضیلت مذکورہ سے مراد ان دونوں کی احادیث کا اصح الاحادیث ہونا مراد ہو۔ اور اسی میں سے مشہور بھی ہے۔ جب کہ اس کے طرق متعدد و متغایر ہوں اور ضعف رواۃ و علل سے محفوظ ہو۔ اور جس نے (مشہور سے) علم نظری کے حصول کی تصریح کی ہے۔ اس میں استاذ ابو منصور اور استاذ ابن فورك وغیرہ ہیں۔

تشریح:- جن حضرات نے شیخین کی تخریج کردہ حدیث پر علم نظری کا اطلاق کیا اس کی نشاندہی اور اسی طرح جنہوں نے مشہور سے بھی نظری کا حصول مانا ہے اس کی تصریح اس مقام سے کر رہے ہیں۔

و یحتمل۔ اس مقام سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے، جب صحیحین کی حدیثیں زیادہ باعث فضیلت ہوں گی تو کیا یہ قطعی ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ قطعی نہ ہونگے بلکہ اصح الصحیح ہوگی۔

عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے اس کو ممن صرح سے قبل ہونا چاہئے۔

منہا۔ اس سے مراد وہ اخبار ہیں جو قرآن کو شامل ہوں۔

مشہور۔ مراد اصطلاح حدیث کا مشہور ہے۔

بافادۃ العلم النظری۔ ایک جماعت نے مشہور سے بھی علم نظری کا حصول تسلیم کیا ہے۔ ان حضرات کی نشاندہی ہے۔

و منها المسلسل بالانمة الحفاظ المتقین حیث لا یکرؤ غریباً کالحدیث الذی یرویہ احمد بن حنبل مثلاً و یشارکۃ فیہ غیرہ عن الشافعی و یشارکۃ

فِيهِ غَيْرُهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَإِنَّهُ يُفِيدُ الْعِلْمَ عِنْدَ سَامِعِهِ بِالِاسْتِدْلَالِ مِنْ جِهَةٍ
جَلَالَةٍ رَوَاتِهِ وَإِنَّ فِيهِمْ مِنَ الصِّفَاتِ اللَّائِقَةِ الْمَوْجِبَةِ لِلْقَبُولِ مَا يَقُومُ مُقَامَ
الْعِدَدِ الْكَثِيرِ مِنْ غَيْرِهِمْ .

ترجمہ :- اور اسی (مفید علم نظری) میں وہ حدیث بھی ہے جس کی روایت متقن ائمہ حفاظ
حدیث نے کی ہو بشرطیکہ وہ غریب نہ ہو۔ جیسے کہ وہ حدیث جس کی روایت امام احمد بن
حنبل نے کی پھر اس کے غیر نے امام شافعی سے روایت کرنے میں شرکت کر لی۔ پھر ان
کے غیر نے امام مالک سے روایت کرنے میں شرکت کر لی۔ تو یہ سامع کو علم نظری کا فائدہ
استدلالاً دے گا راوی کی جلالت شان کی وجہ سے۔ اور یہ کہ اس میں ایسے لائق موجب
قبول صفات ہیں جو ان کے غیر میں عدد کثیر کے قائم مقام ہو جائیں گے۔

تشریح :- مقصد مولف یہ ہے کہ مسلسل بالائمه کی حدیث بھی علم نظری کا فائدہ دے گی۔
المسلسل بالائمه۔ ایک امام دوسرے امام سے روایت کے طریق میں شریک
ہو جائے۔

لَا يَكُونُ غَرِيباً . غرابت اور تفرد نہ ہو بلکہ عزیز ہو۔
یشار کہ فیہ غیرہ۔ ضمیر منصوب کا مرجع احمد بن حنبل ہے فیہ کا مرجع الحدیث غیرہ کا
مرجع امام احمد ہیں یعنی اس حدیث میں امام احمد کے علاوہ امام شافعی سے نقل میں دوسرا
شخص شریک ہو جائے۔ اسی طرح امام شافعی کی روایت جو امام مالک سے ہے اس میں امام
شافعی کے ساتھ دوسرا بھی شریک روایت ہو جائے۔ تو ایسی حدیث نظری کا فائدہ دے
گی۔ چونکہ انکی جلالت شان کی وجہ سے قبولیت کے تمام اوصاف علی وجہ الکمال ہوں گے۔
مَا يَقُومُ . ان اوصاف کے پائے جانے کی وجہ سے یہ روایت ایک جم غفیر کی روایت کے
درجہ میں ہو جائے گی۔

وَلَا يَتَشَكُّكَ مَنْ لَهُ أَدْنَى مَمَارَسَةٍ بِالْعِلْمِ وَ اخْبَارِ النَّاسِ أَنَّ مَالِكاً مَثَلاً لَوْ شَافَهُ
بِخَبْرٍ لَعَلِمَ أَنَّهُ صَادِقٌ فِيهِ فَإِذَا انْصَافَ إِلَيْهِ أَيْضاً مَنْ هُوَ فِي تِلْكَ الدَّرَجَةِ إِزْدَادَ
قُوَّةً وَ بَعْدَ عَمَّا يَخْشَى عَلَيْهِ مِنَ الشُّهُورِ وَ هَذِهِ الْأَنْوَاعُ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا لَا يَحْصُلُ
الْعِلْمُ بِصَدَقِ الْخَبْرِ مِنْهَا إِلَّا لِلْعَالِمِ بِالْحَدِيثِ الْمُتَبَحَّرِ فِيهِ الْعَارِفِ بِأَحْوَالِ الرِّوَاةِ

المطلع على العلل و كون غيره لا يحصل له العلم بصدق ذلك لقصوره عن الاوصاف المذكورة لا ينفي حصول العلم للمتبحر المذكور.

ترجمہ:- اس میں شک نہیں کہ جس کو ادنیٰ مہارت علم حدیث و اخبار پر ہوگی تو وہ جان لے گا کہ وہ اس خبر میں صادق ہے۔ مثلاً امام مالک مشافہہ کسی خبر کو روایت کریں پھر جب اسی درجہ کاراوی مل جائے تو قوت میں زیادتی ہو جائے گی اور یہ سہو۔ وغیرہ (سوء حفظ سے مثلاً) محفوظ ہو جائے گا۔ اور یہ قسم جو میں نے ذکر کیا ہے اس میں صدق خبر کا علم حاصل نہ ہوگا مگر اس شخص کو جو تبحر فی علم الحدیث ہوگا۔ اور رواۃ کے اور علل احادیث سے واقف ہو۔ اور اس کے غیر کو (جو تبحر فی علوم الحدیث نہ ہو) اس خبر کو صدق کا یقین حاصل نہ ہوگا۔ اوصاف مذکورہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایک اوثق درجہ کے راوی کی روایت اسی درجہ کے راوی کے موافق ہو جائے گی تو اس سے بھی قوت قبولیت پیدا ہوگی۔ ممارستہ العلم۔ یعنی علم حدیث میں مہارت اور واقفیت تامہ ہو۔

اخبار الناس۔ یعنی محدثین اور ارباب تاریخ و تاریخی واقعات شافہہ۔ شافہہ بمعنی واجہہ کے یعنی سامنے، مراد رویت بلا واسطہ۔ انصاف۔ بمعنی انضمام

ازداد۔ اس کا فاعل خبر اور مخبر دونوں ہو سکتا ہے۔ دونوں میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ هذه الانواع۔ مراد اس سے وہ ہے جو تحف بالقرآن ہو۔ منها۔ ای بسببہا۔ العالم بالحدیث۔ یعنی جو اصول حدیث و فروع سے واقف ہو۔ احوال الرواة۔ احوال رواۃ سے مراد عدالت، ضبط، قوت، حفظ وغیرہ ہے۔ علل۔ مراد علت قادحہ خواہ خفیہ ہو یا جلیہ۔

مطلب یہ ہے کہ انواع ثلاثہ جو ماقبل میں ذکر کئے گئے اس سے ہر شخص کو علم یقینی کا فائدہ حاصل نہ ہوگا بلکہ اسے ہوگا جو اصول حدیث میں مہارت و واقفیت تامہ رکھتا ہو۔ کون غیر۔ تبحر کے علاوہ ہونا۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی غیر ماہر و تبحر فی علم الحدیث کو صدق خبر کا علم

حاصل نہ ہو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تبصر کو بھی علم صدق حاصل نہ ہو۔
چونکہ اس کے علم حاصل نہ ہونے کی وجہ اوصاف مذکورہ کی معرفت کا نہ ہونا ہے
اور ماہر و متبحر اوصاف معرفت سے واقف ہے۔

و محصل الانواع الثلاثة التي ذكرناها أن الأول يختص بالصحيحين والثاني
بما له طرق متعددة. والثالث بما رواه الأئمة و يمكن اجتماع الثلاثة في
حديث واحد فلا يبعد ح القطع بصدقه والله أعلم.

ترجمہ:- اور ان انواع ثلاثہ کا خلاصہ جن کو میں نے ذکر کیا ہے۔ اول وہ ہے جو صحیحین کے
ساتھ خاص ہے۔ دوم وہ ہے جس کے طرق متعدد ہوں۔ سوم وہ ہے جس کی روایت
کرنے والے ائمہ ہوں اور یہ ممکن ہے کہ یہ تینوں اوصاف کسی ایک حدیث میں جمع
ہو جائیں۔ تو کوئی بعید نہیں کہ وہ صدق قطعی کا فائدہ دے گا۔

مقصد۔ اس مقام سے مولف تحف بالقرائن کے اقسام ثلاثہ کی توضیح اور تشریح کر رہے ہیں اور
ان کے مجموعہ سے ایک چوتھی شکل بنے گی اس کی نشاندہی کر رہے ہیں۔
لغت:- محصل۔ مصدر۔ بمعنی حاصل کلام۔ خلاصہ۔

التي ذكرنا. مراد تحف بالقرائن کی صورتیں ہیں۔ جن میں جانب صدق کے قرائن۔
اور ان کی علامتیں پائی جائیں۔

طرق متعددة. وہ روایتیں جو مختلف سندوں سے مروی ہوں۔

ائمه. ائمہ سے مراد جو فن حدیث میں امامت اور جلالت شان کے مالک ہوں۔ ان
حضرات کے واسطوں سے یہ روایت آئی ہو۔ یعنی ہر ایک راوی فن کا امام ہو۔
يمكن. یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ صحاح کی کوئی حدیث ہو جسے فن کے امام حضرات کے بعد
دیگر نے روایت کی ہو۔

القطع. صدق کے قطعی اور یقینی ہونے کا فائدہ۔ اصل عبارت الصدق القطع تھا۔

ثم الغرابة إما أن تكون في أصل السند أي في الموضع الذي يدور الأسناد
عليه و يرجع و لو تعددت الطرق إليه و هو طرفه الذي فيه الصحابي أولاً
يكون كذلك بأن يكون التفرد في أثابه كان يرويه عن الصحابي أكثر من

وَاحِدٌ ثُمَّ يَتَفَرَّدُ بِرَوَايَتِهِ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَخْصٌ وَاحِدٌ.

ترجمہ:- پھر یا تو غرابت اصل سند میں ہوگی۔ یعنی اس مقام میں جہاں سند دائر ہوتی ہے اور لوٹتی ہے۔ اگرچہ اس کے طرق متعدد ہو جائیں۔ یہ وہ طرف (کنارہ ہوتا ہے جس میں صحابی) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والا ہو) یا ایسا نہ ہو۔ بلکہ تفرد سند کے درمیان میں ہو۔ اس طرح کہ صحابی سے روایت کرنے والے تو ایک سے زائد ہوں پھر اس سے روایت میں انفراد ہو جائے کہ ایک شخص ایک شخص سے روایت کرے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف، غرابت کی قسمیں۔ فرد مطلق، فرد نسبی کی تعریف و تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ اس کا ربط ماقبل میں بیان کردہ عزیز سے ہے۔ حدیث یا تو متواتر ہوگی یا مشہور یا عزیز یا غریب ہوگی۔ اور پھر غریب کی یہ صورتیں ہوں گی۔

اصل السند۔ سند کی جڑ۔ بمعنی سند کی ابتداء۔ جہاں سے سند شروع ہوئی ہے۔ یعنی صحابہ یا تابعین۔ چونکہ سند کی ابتداء اسی جگہ سے ہوتی ہے۔

علیہ ہاضمیر کا مرجع موضع ہے۔

الطرق۔ یعنی اسانید۔ الیہ۔ ذلك الموضع۔ و هو طرفہ الذی فیہ الصحابی۔ غرابت اس طور پر کہ تابعی واحد صحابی سے روایت کرے۔ اس عبارت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ صحابی کی روایت میں تفرد ہو۔ اس لئے کہ صحابی کے تفرد سے روایت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ چونکہ صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں۔ ابن صلاح نے کہا ہے وحدة الصحابی لا تدل علی الغرابة۔ اگرچہ بعض حضرات کی عبارت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ وحدت خواہ کسی بھی جگہ ہو غرابت پیدا ہو جائے گی۔ اس مقام کی عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کے تفرد سے غرابت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے طرفہ سے مراد تابعی جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح میں لکھا ہے۔ فقوله طرفہ اراد بہ التابعی

اولا یکون كذلك۔ یعنی اصل سند میں تفرد نہ ہو بلکہ تفرد تابعی کے بعد ہو۔ اس طرح کہ صحابہ سے روایت کرنے والے تو متعدد ہوں اسکے بعد راوی مفرد ہو گئے ہوں۔

خلاصہ۔ صحابی سے ایک تابعی روایت کرے تو فرد مطلق۔ خواہ یہ تفرد آخر تک باقی رہے یا نہیں۔ اگر صحابی سے روایت کرنے والے ایک سے زائد ہیں پھر بعد میں کہیں راوی

ایک ہو جائے تو اسے فرد نسبی کہا جائے گا۔
نسبی کی وجہ۔ چونکہ غرابت درمیان میں کسی طبقے کی نسبت سے ہوتی ہے اس لئے نسبی کہا جاتا ہے۔ عن واحد منهم۔ ای من التابعین۔

۱۔ ذَوُّ الْفَرْدِ الْمَطْلُوقِ كَحَدِيثِ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَ عَنْ هُبَيْهِ تَفَرَّدَ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ. وَقَدْ يَتَفَرَّدُ بِهِ رَاوٍ عَنْ ذَلِكَ التَّفَرُّدِ كَحَدِيثِ شُعْبِ الْإِيمَانِ تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ تَفَرَّدَ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ. وَقَدْ يَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ فِي جَمِيعِ رَوَايَةِ أَوْ أَكْثَرِهِمْ وَ فِي مُسْنَدِ الْبَزَّازِ وَالْمَعْجَمِ الْاَوْسَطِ لِلطَّبْرَانِيِّ امثله كثيرة لذلك

ترجمہ:- اول فرد مطلق ہے جیسے نبی عن الولاء وہبہ کی حدیث اس میں عبد اللہ بن دینار ابن عمر سے روایت میں منفرد ہیں۔ کبھی راوی منفرد کی روایت بھی منفرد سے ہوتی ہے۔ جیسے شعب ایمان کی روایت کہ اس میں ابو صالح حضرت ابو ہریرہ سے روایت میں منفرد ہیں۔ اور ابو صالح سے روایت میں عبد اللہ بن دینار بھی منفرد ہیں۔ اور کبھی تفرد کا سلسلہ پوری روایت میں مسلسل رہتا ہے۔ مسند بزار۔ طبرانی کی معجم اوسط وغیرہ میں اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے فرد مطلق کی مثال پیش کر کے اس کی توضیح کر رہے ہیں۔
الاول: یعنی جس میں غرابت اصل سند میں ہو۔

مطلق: اطلاق سے مراد۔ تفرد کا سلسلہ تمام رواۃ میں ہوتا ہو یا بعض میں ولاء: مراد ولاء عتق ہے۔

شعب الایمان: مراد یہ حدیث ہے۔ الایمان بضع و سبعون شعبۃ
والثانی الْفَرْدُ النَّسْبِيُّ سُمِّيَ نَسْبِيًّا لِكَوْنِ التَّفَرُّدِ فِيهِ حَاصِلًا بِالنَّسْبَةِ الَّتِي شَخْصٌ مَعِيْنٌ وَ اِنْ كَانَ الْحَدِيثُ فِي نَفْسِهِ مَشْهُورًا وَ يَقِلُّ اِطْلَاقُ الْفَرْدِيَّةِ عَلَيْهِ لَانَ الْغَرِيبَ وَالْفَرْدَ مُتَرَادِفَانِ لَفَةً وَاصْطِلَاحًا اِلَّا اَنَّ اَهْلَ الْاِصْطِلَاحِ غَايَرُوْا بَيْنَهُمَا مِنْ حَيْثُ كَثْرَةُ الْاِسْتِعْمَالِ وَقِلَّتُهُ.

ترجمہ:- دوسرا فرد نسبی ہے۔ نسبی اس وجہ سے نام رکھا گیا کہ اس میں تفرد شخص معین

کی نسبت کی کے اعتبار سے حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ حدیث فی نفسہ مشہور ہو۔ اور اس پر فرد کا اطلاق کم ہوتا ہے چونکہ غریب اور فرد لغت و اصطلاح کے اعتبار سے مترادف ہے۔ ہاں مگر یہ کہ اہل اصطلاح نے کثرت اور قلت استعمال کے اعتبار سے مغایرت قائم کی ہے۔ النسبی۔ نون کے کسرہ اور سین کے سکون کے ساتھ۔

فیہ۔ ای فی السند۔

یقن۔ کم ہونا۔ یعنی فرد کا اطلاق اکثر فرد پر ہوتا ہے۔ نسبی پر بہت کم ہوتا ہے بلکہ اسکا زیادہ تر غریب پر ہوتا ہے۔

علیہ۔ یعنی الفرد النسبی۔

اہل اصطلاح۔ ارباب اصطلاح نے یہ فرق استعمال کے اعتبار سے رکھا ہے ورنہ تو یہ مترادف ہیں۔ خیال رہے کہ بعضوں نے لفظ مترادف پر اعتراض کیا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ لفظ مترادف نہیں ہے۔ چونکہ غریب غرابت و طن کی دوری کو کہا جاتا ہے اور فرد افراد و عدت تنہائی کو کہا جاتا ہے۔

فالفردُ اکثرُ ما یُطلقونہ علی الفردِ المطلقِ والغریبُ اکثرُ ما یُطلقونہ علی الفردِ النسبی و هذا من حیثِ اطلاقِ الاسمِ علیہما واما من حیثِ استعمالِہم الفعلِ المشتقُّ فلا یفرقون فیقولون فی المطلقِ والنسبی تفرّد فلانٌ او اُغربَ بہ فلانٌ ترجمہ :- پس فرد کا استعمال اکثر فرد مطلق پر ہوتا ہے۔ اور غریب کا اطلاق اکثر فرد نسبی پر ہوتا ہے اور یہ (فرق مذکور) اطلاق اسم کے اعتبار سے ہے۔ بہر حال اسکا استعمال فعل مشتق کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ظاہر کرتا۔ پس تفرّد بہ فلان اور اُغرب بہ فلان دونوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

تشریح :- فرد اور غریب کے درمیان استعمالاً جو فرق ہے اس کی تشریح کر رہے ہیں کہ تفرّد کا استعمال اکثر مطلق میں اور غریب کا استعمال اکثر فرد نسبی میں ہوتا ہے۔ اور یہ فعل اسم کے اعتبار سے ہے لیکن جب فعل کا استعمال ہوگا تو ہر ایک کا ہر ایک کے لئے استعمال ہوگا یعنی تفرّد اور اُغرب۔ استعمال سے مراد محدثین کا استعمال ہے۔

و قریبٌ من هذا اختلافہم فی المنقطع والمرسلِ ہل ہما متغایرانِ اُولاً فاكثرُ

المحدثین علی التغایر لکنہ عند اطلاق الاسم و اما عند استعمال الفعل المشتق فيستعملون الارسال فقط فيقولون ارسله فلان سواء كان ذلك مرسلًا او منقطعًا و من ثم اطلق غير واحد ممن لا يلاحظ مواقع استعمالهم علی كثير من المحدثين انهم لا يغايرون بين المرسل والمنقطع و ليس كذلك لما حرزناه و قل من نبه علی النکته في ذلك. واللہ اعلم.

ترجمہ :- اور اسی کے قریب وہ اختلاف بھی ہے جو مرسل اور منقطع کے متعلق ہے کہ وہ باہم متغائر ہیں یا نہیں۔ اکثر محدثین تغایر کے قائل ہیں لیکن یہ اسی اطلاق کے وقت ہے۔ لیکن فعل مشتق کے استعمال کے وقت صرف ارسال استعمال کرتے ہیں۔ پس ارسال فلان کہتے ہیں۔ چاہے مرسل ہو یا منقطع۔ جنہوں نے مواقع استعمال کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر نے بہت سے محدثین کے بارے میں یہ کہہ دیا ہے کہ وہ مرسل اور منقطع کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں (کہ وہ مغایرت کے قائل نہیں) اس دلیل کی وجہ سے جو میں نے لکھا ہے اور اس باریک نکتہ پر بہت کم لوگ مطلع ہوئے ہیں۔

تشریح :- مولف علیہ رحمہ کا مقصد اس عبارت بالا سے یہ ہے کہ جس طرح تفرد اور غریب کا فعل مطلق اور نسبی کے درمیان عام ہے اسی طرح ارسال فلان کا استعمال بھی مرسل اور منقطع دونوں کے درمیان عام ہے۔ لیکن اسی اطلاق آیا مترادف ہے یا متغائر اس میں اختلاف ہے۔ بیشتر محدثین تغائر کے قائل ہیں بعض لوگوں نے اسی استعمال کو بھی عام قرار دے دیا ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ اسی پر تنبیہ مقصود ہے۔

من هذا. ای من هذا لا اختلاف.

المنقطع. جس میں صحابی کے علاوہ کوئی ایک راوی سند سے ساقط ہو۔

المرسل. جس میں کوئی صحابی سند سے ساقط ہو۔

لکنہ. یعنی لیکن یہ تغایر۔

کان ذلك. یعنی ذلك الحدیث.

من ثمة. یعنی اس وجہ سے کہ فعل ارسال میں عموم اطلاق ہے۔

لم یلاحظ یعنی جنہوں نے محدثین کی اصطلاح کو ملاحظہ نہیں کیا اور غائر نظر سے نہیں دیکھا انہوں نے یہ سمجھا کہ منقطع اور مرسل کے درمیان محدثین کے یہاں فرق نہیں جو غلط ہے۔
کثیر من المحدثین یعنی ان محدثین کے بارے میں جو تغایر کے قائل تھے۔
ولیس كذلك یعنی یہ اطلاق عموم کا گمان درست نہیں۔

قل من نبۃ یعنی میری یہ تشریح کس استعمال سے مشترک ہے اور کس اعتبار سے مشترک نہیں ہے۔ اس پر کم ہی لوگوں نے توجہ دی ہے اسی وجہ سے غلطی ہوئی۔

وَ خَبَرُ الْآحَادِ بِنَقْلِ عَدَلٍ تَامِ الضَّبْطِ مُتَّصِلِ السَّنَدِ غَيْرِ مُعْلَلٍ وَلَا شَاذٍ هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ وَ هَذَا أَوَّلُ تَقْسِيمِ الْمَقْبُولِ إِلَى أَرْبَعَةِ أَنْوَاعٍ لِأَنَّهُ أَمَّا أَنْ يَشْتَمَلَ مِنْ صِفَاتِ الْقَبُولِ عَلَى أَعْلَاهَا أَوَّلَ الْأَوَّلِ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ وَ الثَّانِي أَنْ وَجَدَ مَا يَجْبِرُ ذَلِكَ الْقَصُورَ كَكثَرَةِ الطَّرِيقِ فَهُوَ الصَّحِيحُ أَيْضًا لَكِنْ لَا لِذَاتِهِ وَ حَيْثُ لَا جَبْرَ أَنْ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ وَ إِنْ قَامَتْ قَرِينَةٌ تُرْجِعُ جَانِبَ قَبُولِ مَا يَتَوَقَّفُ فِيهِ فَهُوَ الْحَسَنُ أَيْضًا لَكِنْ لَا لِذَاتِهِ

ترجمہ:- خبر واحد جس کے نقل کرنے والے عادل کامل الضبط کے ساتھ ہو۔ معلل اور شاذ نہ ہو۔ صحیح لذاتہ ہے۔ یہ پہلی تقسیم ہے جو مقبول کی چار نوعوں کی طرف ہے۔ اس لئے کہ یا مشتمل ہوگی صفات قبول کے اعلیٰ مراتب پر یا نہیں۔ اول صحیح لذاتہ ہے۔ اور دوسرا اگر اس میں نقصان کی تلافی کثرت طرق کے ذریعہ سے کی گئی ہو تو وہ صحیح ہے لیکن لذاتہ نہیں ہے۔ اور جہاں اس کی تلافی نہ کی گئی ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے۔ اور اگر کوئی ایسا قرینہ ہو جائے جو جانب قبول کو جس میں توقف ہو ترجیح دے تو وہ حسن ہے مگر لذاتہ نہیں۔

مقصد۔ اس مقام سے مولف خبر واحد کی تقسیم کرتے ہوئے اس کی چار قسموں کا ذکر کر رہے ہیں اس تقسیم کا مقسم خبر واحد مقبول ہے۔ اسے جید قوی صالح معروف وغیرہ ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

لغت:- خبر واحد۔ مراد اس سے تواتر کے علاوہ ہے۔

بنقل عدل۔ ای عادل۔ مراد ثقہ کی روایت ہے اور عدل سے مراد عدلی روایت ہے نہ کہ عدل شہادت۔

تام الضبط۔ یعنی کامل الضبط۔

متصل السند۔ متصل منصوب ہے حال کی بنا پر۔ ذوالحال خبر الآحاد ہے۔ اس کی قید سے مرسل، منقطع، معطل خارج ہو جائیں گے۔ اور بعضوں کے نزدیک معلق بھی۔ غیر معلق۔ یہ حال ثانی ہے۔ خواہ علت جلی ہو یا خفی۔

ولا شاذ۔ مجرور ہے معلق پر عطف ہے۔

لذاتہ۔ اسکی قید سے صحیح لغیرہ نکل جائے گا۔

هذا اول۔ یعنی صحیح لذاتہ مقبول کی پہلی تقسیم ہے۔ مقبول کی دوسری تقسیم آگے ثم المقبول سے آرہی ہے۔

الی اربعة اقسام۔ یہاں سے اقسام اربعہ کی دلیل حصر مع مختصر تعریف کے ہے۔

لانه۔ یہاں سے دلیل حصر بیان کر رہے ہیں۔

صفات القبول۔ مراد عدل اور ضبط ہے۔

اعلاہا۔ یعنی اعلیٰ مراتب صفات۔

ان وجد۔ مجہول کا صیغہ۔

لا جبران۔ یہ فعلان کے وزن پر مصدر ہے۔ لازمی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ترجح۔ فاعل قرینہ ہے۔

یتوقف۔ مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ یعنی محدثین نے اسناد کے اعتبار سے قبول کرنے

میں توقف کیا ہو۔ یہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو گو ضعیف ہوتا ہے مگر کثرت طرق کی وجہ

سے قوت حاصل ہو جاتا ہے۔

لذاتہ۔ چونکہ حسن خارج کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

خلاصہ۔ اقسام اربعہ کی تعریف صحیح لذاتہ:- وہ حدیث ہے جس کے رواۃ عادل کامل

الضبط ہوں سند متصل ہو۔ معلق اور شاذ نہ ہو۔

صحیح۔ لغیرہ۔ جس کے رواۃ میں ضبط کی کمی ہو اور نقصان کی تلافی کثرت طرق سے

پوری ہو جائے۔

حسن لذاتہ۔ جس کے راوی تام الضبط نہ ہوں اور اس کی تلافی نہ ہوئی ہو۔

حسن لغیرہ۔ وہ روایت ہے جس میں ایسا نقص ہو جو توقف کو مقتضی ہو اور طرق کے تعدد کی وجہ سے اس کی تلافی ہو گئی ہو۔ یعنی سبب ضعف پر مشتمل ہونے کے باوجود تلافی ہو گئی ہو۔ مطلقاً حسن کی تعریف۔ وہ حدیث ہے جس کی سند میں مہتمم بالکذب راوی نہ ہو اور شاذ نہ ہو اور طرق متعددہ سے مروی ہو۔ (مقدمہ فتح) بعضوں نے یہ بھی تعریف کی ہے وہ روایت جو متصل الاسناد خالی عند العلل مستور راوی ہو۔ اور اس کا شاہد ہو۔ یا راوی مشہور ہو مگر کمال اتقان سے کمتر ہو۔

حسن اور ضعیف کا ارتقا: خیال رہے کہ کبھی حسن صحیح کا ضعیف حسن کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ مثلاً حسن لذاتہ اگر کسی دوسرے طرف سے بھی آجائے جس سے خفت ضبط کی تلافی ہو جائے تو صحیح کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح راوی کا ضعیف دوسری روایت سے ختم ہو جائے تو یہ حسن کا درجہ پالیتا ہے۔ (مقدمہ فتح) جیسے کہ علامہ ذہبی نے بیان کیا کہ بنہر من حکیم عن ابیہ عن جدہ۔ کی روایت۔ ایسی روایت صحیح تو ہو جاتی ہے مگر اس کے ادنیٰ درجہ پر ہی رہتی ہے۔

صحیح اور صحیح الاسناد کا فرق: خیال رہے کہ صحیح الاسناد کا صحیح ہونا مستلزم نہیں۔ بلکہ اس کا درجہ صحیح سے کمتر ہوتا ہے۔ اسی طرح حسن الاسناد کا درجہ حسن کو مستلزم نہیں۔ بلکہ اس سے کمتر ہوگا۔ حسن کا قابل احتجاج ہونا یا نہ ہونا یہ مختلف فیہ ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک حسن قابل احتجاج ہے اس سے استدلال درست ہے۔ البتہ ابو حاتم اس کی حجیت کے قائل نہیں ہے۔

وَقَدْ أَمَرَ الْكَلَامَ عَلَى الصَّحِيحِ لِدَاثِهِ لَعَلَّوْا رُتْبَتَهُ وَالْمَرَادُ بِالْعَدْلِ مَنْ لَهُ مَلَكَةٌ تَحْمِلُهُ عَلَى مِلَازِمَةِ التَّقْوَى وَالْمَرُوءَةِ وَالْمَرَادُ بِالتَّقْوَى اجْتِنَابُ الْأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ مِنْ شُرُكٍ أَوْ فَسَقٍ أَوْ بَدْعَةٍ وَالضَّبْطُ ضَبْطَانِ ضَبْطُ صَدْرٍ وَهُوَ أَنْ يَثْبَتَ مَا سَمِعَهُ بِحَيْثُ يَتِمُّكَ مِنْ اسْتِحْضَارِهِ مَتَى شَاءَ وَصَبْطُ كِتَابٍ وَهُوَ صِبَانُهُ لَدَيْهِ مُنْذُ سَمِعَ فِيهِ وَصَحْحَهُ إِلَى أَنْ يُؤَدِّيَهُ مِنْهُ وَقِيْدَهُ بِالتَّامِّ إِشَارَةً إِلَى الرُّتْبَةِ الْعُلْيَا فِي ذَلِكَ.

ترجمہ:- (مؤلف نے) صحیح لذاتہ کی بحث کو مقدم کیا اس کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ

سے۔ اور مراد عدل سے وہ ملکہ ہے جو التزام تقویٰ اور مروت پر اسے قائم رکھے۔ اور تقویٰ سے مراد اعمالِ سیئہ سے مثلاً شرک، فس، بدعت سے بچنا ہے۔ اور ضبط کی دو قسمیں ہیں۔ ضبط صدر، وہ یہ ہے کہ سنی ہوئی بات اس طرح یاد رہے کہ جب چاہے اس کا استحضار کر سکے۔ اور ضبط کتاب سننے کے بعد محفوظ کر لینا ہے۔ اور اس کی تصحیح بھی ہو چکی ہو تاکہ وہ اس کی روایت کر سکے۔ اور تام کے ساتھ مقید کرنے سے اشارہ ہے اس بارے میں اس کے رتبہ عالی کی طرف۔

مقصد۔ اس مقام سے صحیح کے مقدم کرنے کی وجہ اور تعریف میں آنے والے الفاظ کے فوائد و قیود کو بیان کر رہے ہیں۔

لغت:- قدم۔ یعنی صحیح کے مقدم کرنے کی وجہ اس کا عالی مرتبہ ہونا ہے۔
العدل۔ بمعنی عادل۔ وہ صاحب الایمان جس میں ایسی قوتِ راسخہ ہو جو اسے التزام تقویٰ و مروت اور مخالفتِ نفس پر قائم رکھے۔

الملکہ۔ ذہن کی کیفیت راسخہ کو کہا جاتا ہے۔ اگر راسخ نہ ہو تو حال کہا جاتا ہے۔
تقویٰ۔ گناہوں سے احتراز۔ صغائر کے اصرار و استمرار سے بچنا بھی شرط ہے۔
بدعت۔ بدعت سے مراد۔ وہ بدعت ہے جس کی تکفیر کی گئی۔ مبتدع جو داعی بدعت ہو عادل ہونے سے خارج ہے۔ اور بدعت مفسدہ کے ساتھ اگر ورع تقویٰ و مروت ہو تو اس کے عادل ہونے میں اختلاف ہے۔

مروءۃ۔ اس سے مراد وہ مروت انسانی ہے جو اسے شرعاً عقلاً، اخلاقاً بری باتوں سے بچائے اور خلاف شرافت امور سے محفوظ رکھے۔ مثلاً بازاری لوگوں کے ساتھ بود باش۔ بازار میں چلتے ہوئے کھانا پینا۔ راستہ میں پیشاب وغیرہ کرنا۔

الی ان یودیہ۔ یعنی اس وقت تک صحیح محفوظ رکھنا جب تک کہ روایت نہ کرے۔ اور دوسرے کے پاس چلی نہ جائے۔

قیدہ۔ اس سے ضبط کے مرتبہ علیا کی طرف اشارہ ہے۔ تام کی قید سے وہ راوی نکل جائیں گے جو عدل کے باوجود ضبط کے حامل نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ ضبط صدر میں تو نقص ہوتا ہے اور ضبط کتاب میں صرف تام ہی ہوتا ہے اس میں نقص کا سوال نہیں ہوتا۔

والم متصل ما سلم اسنادہ من سقوط فيه بحيث يكون كل من رجاله سمع ذلك المروى من شيخه والسند تقدم تعريفه والمعلل لغة ما فيه علة و اصطلاحاً ما فيه علة خفية قاذحة والشاذ لغة الفرد و اصطلاحاً ما يخالف فيه الراوي من هو ارجح منه و له تفسير آخر سيأتي ان شاء الله تعالى.

ترجمہ:- متصل وہ ہے جس کی سند سقوط سے محفوظ ہو اس طرح کہ ہر ایک راوی نے اپنے شیخ سے روایت کو سنا ہو۔ اور سند کی تعریف پہلے گذر چکی ہے۔ اور معلل وہ ہے جس میں کوئی علت ہو اور اصطلاح میں وہ ہے جس میں نقصان پہنچانے والی مخفی علت ہو۔ شاذ لغت میں فرد کو اور اصطلاح میں وہ ہے جس میں راوی روایت میں اپنے اوثق سے مخالفت کرے۔ اسکی ایک اور تعریف بھی ہے جو انشاء اللہ آگے آرہی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف متصل، معلل، اور شاذ کی تعریف کر رہے ہیں۔ متصل۔ یعنی سقوط سے خالی ہو۔ پس یہ موقوف کو شامل رہے گا اور منقطع، معضل خارج ہو جائیں گے۔

قد تقدم۔ یعنی اخبار عن طريق المتن۔

معلل۔ مفعول کا صیغہ، جس میں علت ہو۔ علت حرف علت کو بھی اور مرض کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں مرض اور سقم کے معنی مراد ہے۔ اور مرض سے مراد مرض معنوی ہے۔ اور اصطلاح میں محدثین کے یہاں وہ غامض دقیق لطیف نقص جو کسی روایت پر عارض ہو اور اس کی سلامتی کو نقصان پہنچائے باوجودیکہ سند درست ہو۔ مثلاً راوی کا تفرد، متابع کا نہ ہونا، کبھی موصول کو مرسل کر دینے کی صورت میں معلل کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

خیال رہے کہ علل کی معرفت فن کے اہم ترین دقیق مباحث میں ہے۔ اس کی معرفت ماہرین اور حاذقین کو ہی ہو سکتی ہے۔

الشاذ۔ محدثین کے یہاں۔ راوی کا اپنے فائق اور اوثق کی مخالفت کرنا۔

و له تفسير آخر۔ وہ یہ ہے۔ راوی میں ضبط نہ ہو۔ سوء حفظ کا شکار ہو۔ اسی طرح اس راوی کی روایت جس کا کوئی متابع نہ ہو شیخ سے تنہا روایت کرتا ہو۔

والتنبيه قوله و خبر الاحاد كالجنس و باقى قيوده كالفصل و قوله بنقل عدل

اِخْتِرَازَ عَمَّا يَنْقُلُهُ غَيْرُ الْعَدْلِ وَ قَوْلُهُ هُوَ يُسَمَّى فَصْلًا يَتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمَبْتَدَأِ
وَالْخَبَرِ يُؤْذَنُ بَأَنَّ مَا بَعْدَهُ خَبَرٌ عَمَّا قَبْلَهُ وَلَيْسَ بِنَعْبٍ لَهُ وَ قَوْلُهُ لِذَاتِهِ يُخْرِجُ مَا
يُسَمَّى صَحِيحًا بِأَمْرِ خَارِجٍ عَنْهُ كَمَا تَقَدَّمَ.

ترجمہ:- انتباہ۔ خبر آحاد جنس کے درجہ میں ہے اور باقی قیود فصل کے درجہ میں ہے۔ اور
بنقل عدل سے احتراز ہے۔ جس کے ناقل غیر عادل ہوں۔ اور اس کا قول ہو ضمیر فصل
ہے جو مبتدأ اور خبر کے درمیان ہے۔ جو اس کی خبر دے رہا ہے کہ اس کا مابعد خبر ہے ماقبل
کا اس کی صفت نہیں ہے اور لذاتہ کا قول اس کو خارج کرنے کے لئے ہے جس کی صحت امر
خارج کی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف تعریف میں آنے والے الفاظ جو جنس اور فصل کے درجہ
میں ہیں اس کے فوائد ذکر کر رہے ہیں۔ تاکہ تعریف باحسن وجوہ ذہن نشین ہو جائے۔
لغت:- کالجنس۔ خبر آحاد کا لفظ جنس کے درجہ میں ہے۔ اس سے متواتر مشہور سے
احتراز ہے۔

ہو۔ یہ ضمیر فصل ہے۔ خبر کے معرفہ ہونے کی صورت میں صفت کا جو احتمال ہوتا ہے اس کو
یہ دور کرتا ہے۔ ”فصل معنی میں فاصل کے ہے“
لذاتہ۔ اس کی قید سے صحیح لغیرہ کو نکالا ہے۔ کہ اس کی ذات میں صحت نہیں ہوتی امر خارج کی
وجہ سے آتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو لغیرہ کہا جاتا ہے۔

وَ يَتَفَاوَتُ رُتْبَةُ اِي رُتْبُ الصَّحِيحِ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هَذِهِ الْاَوْصَافِ الْمَقْتَضِيَةِ
لِلتَّصَحُّحِ فِي الْقُوَّةِ فَانْهَآ لَمَّا كَانَتْ مُفِيدَةً لِّغَلْبَةِ الظَّنِّ الَّذِي عَلَيْهِ مَدَارُ الصَّحَّةِ
اِقْتَضَتْ اَنْ يَكُوْنَ لَهَا دَرَجَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ بِحَسَبِ الْاُمُوْرِ الْمُقْوِيَةِ وَ اِذَا
كَانَ كَذٰلِكَ فَمَا يَكُوْنَ رُوَاثُهُ فِي الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مِنَ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَ سَائِرِ
الْصِّفَاتِ الَّتِي تَوْجِبُ التَّرْجِيْحَ كَانَ اَصْحٰهُ مِمَّا دُوْنَهُ.

ترجمہ:- اور اس کے رتبہ متفاوت ہوتے ہیں یعنی صحیح کے رتبہ ان اوصاف کے تفاوت
کی وجہ سے جو قوت میں صحیح کا تقاضہ کرتے ہیں۔ پس وہ جب غلبہ ظن کی وجہ سے مفید
ہونگے جو بدر صحت ہے تو وہ تقاضا کریں گے کہ اس کے لئے مختلف درجات ہوں۔ جو ایک

دوسرے پر فائق ہو قوت پہنچانے والے امور کی وجہ سے۔ جب بات یہ ہے تو جس کی روایت عدالت و ضبط و تمام صفات میں بلند مرتبہ پر ہو جو ترجیح کو ثابت کرتے ہیں تو یہ رواۃ دوسرے کے مقابلہ میں اصح ہونگے۔

تشریح:- مولف کی اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ صحیح کے تمام مراتب یکساں نہ ہوں گے انکے درمیان فرق مراتب و درجات ہوں گے۔

رتب الصحیح۔ صحیح کے مراتب اعلیٰ، اوسط، ادنیٰ ہیں الاوصاف۔ مراد اس سے عدالت اور ضبط وغیرہ ہیں۔

المقتضیہ۔ یہ اوصاف قوت و ضعف کے باعث ہیں۔ چونکہ عدالت و ضبط یہ اوصاف میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ فانہا۔ یعنی اوصاف۔

اقتضت۔ مراد اس سے اوصاف مختلفہ ہے۔

بہا۔ مرجع تفاوت ہے۔ لہا۔ ای للصحة۔

الدرجة العلیا۔ جس میں صحیح کے تمام اوصاف علی وجہ الکمال پائے جائیں۔

توجب۔ چونکہ یہ اوصاف مرتبہ ہیں۔

فَمِنْ الْمُرْتَبَةِ الْعُلْيَا فِي ذَلِكَ مَا أَطْلَقَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْأَثَمَةِ أَنَّهُ اصْحُّ الْأَسَانِيدِ كَالزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ وَ كَمَحْمَدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عُيَيْدَةَ بْنِ عُمَرَ وَ عَنْ عَلِيٍّ وَ كَابِرِ الْأَيْمَنِ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَ دُونَهَا فِي الرُّتْبَةِ كِرَوَايَةِ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى وَ كَحَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ وَ دُونَهَا فِي الرُّتْبَةِ كَسَهِيلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ كَالْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ترجمہ:- پس اس سلسلہ میں مرتبہ علیا وہ ہے جس پر بعض ائمہ نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے جیسے زہری عن سالم بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ اسی طرح محمد بن سیرین عن عبیدہ بن عمر عن علی اور اسی طرح ابراہیم نخعی عن علقمہ عن ابن مسعود۔ اور اس سے کم مرتبہ کی سند جیسے برید بن عبد اللہ بن ابو بردہ عن ابیہ ابو موسی (اشعری) اسی طرح حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس۔ اور اس سے کم مرتبہ جیسے سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ۔

اور اسی طرح علاء بن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابی ہریرۃ۔ (رضی اللہ عنہ)
تشریح:- اس مقام سے مولف مرتبہ علیا، وسطی اور ادنیٰ کی روایت کی تشریح کر رہے ہیں۔
فی ذلک۔ یعنی باب صحیح میں۔ بعض الائمة۔ یعنی محدثین حضرات۔
کالزہری۔ ابن شہاب زہری جو مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ یہ وہ عالی سند ہے جس کے
تمام رواۃ وصف کمال پر فائز ہیں اسے اہل اصطلاح اصح الاسانید سے موسوم کرتے ہیں۔
اسی طرح ابن سیرین کی اور ابراہیم نخعی کی سند جو بواسطہ علمقہ عن بن
مسعود ہے۔ امام بخاری نے مالک عن نافع عن ابن عمر۔ اور ابو بکر بن شیبہ عن زہری
عن علی بن الحسن بن علی کو بھی یہی درجہ دیا ہے۔

دونہا۔ یعنی اصح الاسانید سے کم مرتبہ۔ جیسے برید کی سند حضرت ابو موسیٰ اشعری تک۔
و دونہا۔ یعنی اس سے کم تیسرے درجہ کی سند۔ جیسے سہیل کی حضرت ابو ہریرہ تک
وغیرہ خیال رہے کہ سند کے مراتب کی معرفت اسماء رجال اور طبقات رجال کی واقفیت
اور مہارت پر ہے۔

فَإِنَّ الْجَمِيعَ يَشْمَلُهُمْ اسْمُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ إِلَّا أَنْ فِي الْمَرْتَبَةِ الْأُولَى مِنَ
الْصِفَاتِ الْمَرْجُوحَةِ مَا يَقْتَضِي تَقْدِيمَ رَوَايَتِهِمْ عَلَى الَّتِي تَلِيهَا. وَفِي الَّتِي تَلِيهَا
مِنْ قُوَّةِ الضَّبْطِ مَا يَقْتَضِي تَقْدِيمُهَا عَلَى الثَّالِثَةِ وَهِيَ مُقَدِّمَةٌ عَلَى رَوَايَةِ مَنْ يُعَدُّ
مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ هُوَ حَسَنًا كَمُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ وَ
عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَقِسْ عَلَى هَذِهِ الْمَرَاتِبِ "مَا يَشَبَّهُهَا فِي
الْصِفَاتِ الْمَرْجُوحَةِ".

ترجمہ:- عدالت اور ضبط کی صفت تو ان تمام میں پائی جا رہی ہے مگر جو مرتبہ علیا پر ہے
ان میں وہ صفات مرجحہ پائے جا رہے ہیں جو ان کے بعد والی روایت پر تقدیم کا تقاضہ کر رہی
ہے اور جو اس کے بعد کے مرتبہ میں قوت ضبط ہے۔ وہ تقاضہ کر رہی ہے تیسرے مرتبہ
کی تقدیم پر اور یہ (تیسرا مرتبہ) مقدم ہے ان روایتوں پر جس کو تفرد حاصل ہے حسن ہونے
کی صورت میں۔ جیسے محمد بن اسحاق کی روایت اور عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت۔
اور اسی پر اس درجہ کی روایت کو قیاس کر لو جو صفات مرجحہ میں مشابہت رکھتے ہیں۔

تشریح:- یہاں سے مولف مراتب مختلفہ کے باعث اختلاف کو بیان کر رہے ہیں کہ صفات مرجحہ جس درجہ کے ہوں گے اسی درجہ کی روایت ہوگی۔
 فان الجميع۔ تمام مراتب مذکورہ اعلیٰ۔ اوسط، ادنیٰ۔
 وہی۔ مراد مرتبہ ثالثہ کی روایت۔

بعد۔ مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ حسناً بعد کا مفعول ہے۔ اسی وجہ سے منسوب ہے۔
 ابن شعیب۔ یعنی ابن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔
 عن ابیہ۔ یا تو شعیب یا تو محمد مراد ہے۔ شعیب کی سماعت عبد اللہ سے ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

جدہ۔ جد عمر یا جد شعیب۔ بعضوں نے جد سے مراد محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور بعضوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص مراد لیا ہے۔ جد سے مراد صحابی ہے۔
 المراتب۔ ”مراتب ثلاثہ مراد ہے۔“

يُشَبِّهُهَا۔ جو صفات مرجحہ میں اس کے مشابہ ہو۔
 عمرو بن شعیب عن ابیہ کی روایت اور اس کی تشریح۔
 عمرو و۔ ان کا نام ابو محمد عمرو ہے۔ ان کے والد کا نام شعیب ہے۔ اور ان کے والد کا نام محمد ہے۔ یہ صاحبزادے ہیں مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے۔
 ضمیر اور اس کا مرجع۔ جدہ میں ہا ضمیر شعیب کی جانب لوٹ رہی ہے۔ شعیب کے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو ہیں۔ اور عمرو کے والد کے دادا ہوئے۔ دارقطنی کے قول کے مطابق عمر تابعی بھی نہیں ہے۔

شعیب کی روایت اپنے دادا جو صحابی ہیں۔ ان کی ہے یا نہیں محدثین کے نزدیک اختلاف ہے۔ ابن حبان، دارقطنی نے پوتے کے سماع عن جد سے انکار کیا ہے۔ ابن علان نے اس پر رد کرتے ہوئے سماع کو ثابت مانا ہے۔ اور کہا کہ والد کی وفات کے بعد دادا نے ان کی پرورش کی ہے۔ (الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النوویہ، ج ۳، ص ۱۸۴) ابن صلاح نے بھی جد سے مراد حضرت عبد اللہ بن عمرو مراد لیا ہے جس کے بیشتر محققین قائل ہیں۔ اور بعض نے ان کے صاحبزادے محمد مراد لیا ہے۔ ان کی روایت حسن کے درجہ میں

ہے۔ ملا علی قاری نے شرح میں بیان کیا ہے کہ چونکہ سماع میں اختلاف ہے اسی وجہ سے امام بخاری و مسلم نے ان کی روایت نہیں لی ہے۔

وَالْمَرْتَبَةُ الْأُولَى هِيَ الَّتِي أَطْلَقَ عَلَيْهَا بَعْضُ الْأَئِمَّةِ أَنَّهَا صَحِّحُ الْأَسَانِيدِ وَالْمُعْتَمَدُ عَدَمُ الْأُطْلَاقِ لِتَرْجَمَةٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْهَا نَعَمْ يُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوعِ مَا أَطْلَقَ الْأَئِمَّةُ عَلَيْهِ ذَٰلِكَ أَرْجَحِيَّتُهُ عَلَى مَا لَمْ يُطْلَقُوا وَ يَلْتَحِقُ بِهَذَا التَّفَاضُلُ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلَى تَخْرِيجِهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى مَا انفرد به أَحَدُهُمَا وَ مَا انفرد به الْبُخَارِيُّ بِالنِّسْبَةِ إِلَى مَا انفرد به مُسْلِمٌ لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعْدَهُمَا عَلَى تَلْقَى كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُولِ وَ اخْتِلَافِ بَعْضِهِمْ فِي آيِهِمَا أَرْجَحُ فَمَا اتَّفَقَا عَلَيْهِ أَرْجَحُ مِنْ هَذِهِ الْحَيْثِيَّةِ مِمَّا لَمْ يَتَّفَقَا عَلَيْهِ وَ قَدْ صَرَّحَ الْجُمْهُورُ بِتَقْدِيمِ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ فِي الصَّحَّةِ وَ لَمْ يَوْجَدْ عَنْ أَحَدٍ التَّصْرِيحُ بِتَقْيِضِهِ.

ترجمہ:- اور مرتبہ اولیٰ وہ ہے جس پر بعض ائمہ نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے اور قابل اعتماد امر اس میں یہ ہے کہ کسی معین سند کے ساتھ اسے خاص نہ کیا جائے۔ ہاں اس سے یہ فائدہ ضرور حاصل ہوگا کہ جس پر ائمہ نے اس کا اطلاق کیا ہے وہ رائج ہوگا اس کے مقابلہ میں جس پر اطلاق نہیں کیا ہے۔ اور اسی تفاضل کے معیار پر وہ بھی شامل ہو جائے گا جس کی تخریج پر شیخین نے اتفاق کیا ہو۔ بمقابلہ اس کے جس کی روایت میں ان دونوں میں سے کوئی منفرد ہو۔ اور وہ جس کی روایت تنہا امام بخاری نے کی ہو بمقابلہ اس کے جس کی روایت تنہا امام مسلم نے کی ہو۔ چونکہ ان دونوں کی مقبولیت پر اہل علم کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اور بعضوں کا اختلاف کہ ان میں سے کون رائج ہے۔ پس جس پر علماء کا اتفاق ہو جائے اس حیثیت سے رائج ہوگا بمقابلہ اس کے جس پر اتفاق نہیں کیا گیا ہو۔ جمہور علماء نے تصریح کی ہے کہ صحیح بخاری کی روایت مقدم ہوگی۔ اس کے خلاف کسی کی تصریح نہیں پائی گئی۔

مقصد۔ اس مقام سے مولف مختلف امور کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ (۱) کسی معین سند پر اصح الاسانید کا اطلاق بہتر نہیں۔ (۲) متفق علیہ روایت اقویٰ ہوگی منفرد علیہ کے مقابلہ میں۔ (۳) تنہا بخاری کی روایت تنہا مسلم کی روایت پر مقدم ہوگی۔ (۴) شیخین کی روایتوں پر

علماء کا تداول ہو چکا ہے۔

بعض الائمہ۔ اس سے مراد امام بخاری و دیگر علماء ہیں۔

منہا۔ ای من التراجہ۔ جو ترجمہ کے لفظ سے مستفاد ہے۔

و یلتحق۔ عالی سند ہونے میں وہ بھی شامل ہو جائے گی جس کی تخریج شیخین نے ایک ہی راوی سے کی ہو۔ پھر اس کے بعد وہ جس کی تخریج کسی ایک نے کی ہو۔

صرح۔ علامہ نووی نے بخاری کی تقدیم پر اجماع کو صواب کہا ہے۔ ”اور جن لوگوں نے اس کے خلاف کہا ہے اس کا قول معتبر نہیں۔“

وَأَمَّا مَا نُقِلَ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ النَّيْسَابُورِيِّ أَنَّهُ قَالَ مَا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ أَصَحُّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ فَلَمْ يُصْرَحْ بِكُونِهِ أَصَحَّ مِنْ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ لِأَنَّهُ إِنَّمَا نَفَى وَجُودَ كِتَابِ أَصَحَّ كِتَابِ مُسْلِمٍ إِذَا الْمَنْفَى إِنَّمَا هُوَ مَا يَقْتَضِيهِ صِغَةُ أَفْعَلَ مِنْ زِيَادَةِ صِحَّةِ مُسْلِمٍ فِي كِتَابِ شَرَكِ كِتَابِ مُسْلِمٍ فِي الصُّحَّةِ يَمْتَّازُ بِتِلْكَ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ وَلَمْ يَنْفِ الْمُسَاوَاةَ.

ترجمہ:- اور وہ جو ابو علی نیشاپوری سے منقول ہے کہ آسمان کے نیچے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی نہیں تو انھوں نے اس کی تصریح نہیں کی کہ بخاری سے زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح پائے جانے کی نفی کی ہے۔ چونکہ انھوں نے جس کی نفی کی ہے اس کا مفہوم جو افعال کا صیغہ تقاضا کر رہا ہے صحت کی زیادتی ہے جو مسلم کی کتاب میں صحت کے اعتبار سے شریک ہو۔ کہ جس زیادتی کی وجہ سے وہ ممتاز ہو جائے۔ انھوں نے مساوات کی نفی تھوڑے کی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف نیشاپوری کے قول کی تاویل اور محل بیان کر رہے ہیں کہ ان کا مقصد مسلم سے زیادہ صحت کی نفی ہے۔ مطلق صحت کی نفی نہیں ہے۔ لہذا بخاری کے مقابلہ میں مسلم کی اصحیت کو ثابت کرنا مقصد نہیں ہے۔ نفس صحت میں اسکے ساتھ شریک ہونے کی نفی نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصحیت کی نفی ہے نہ کہ صحت کی نفی۔

ادیہم۔ چڑا۔ جرم۔ ظاہر۔

فلم یصرح۔ یہ جواب کی تعلیل ہے اصل جواب یہ ہے لایانی ماذکر۔

بكونه۔ یعنی مسلم۔

الزیادہ علیہ۔ ای علی مسلم۔

وَ كَذَلِكَ مَا نُقِلَ عَنْ بَعْضِ الْمُغَارِبَةِ إِنَّهُ فَضَّلَ صَحِيحَ مُسْلِمٍ عَلَى صَحِيحِ
الْبُخَارِيِّ فَذَلِكَ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى حُسْنِ السِّيَاقِ وَجَوْدَةِ الْوَضْعِ وَالتَّرْتِيبِ وَ لَمْ
يَفْصَحْ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِأَنَّ ذَلِكَ رَاجِعٌ إِلَى الْأَصْحِيَّةِ وَلَوْ أَفْصَحُوا بِهِ لَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ
شَاهِدُ الْوُجُودِ.

ترجمہ:- اسی طرح بعض اہل مغرب سے جو نقل ہے کہ صحیح مسلم کو بخاری پر فضیلت
حاصل ہے تو اس کا محل حسن سیاق، ترتیب و وضع کی خوبی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی
اس کی تصریح نہیں کی ہے کہ اس کے کلام کا (مفہوم) لوٹ رہا ہے اصحیت کی جانب اور اس
کی تصریح کر بھی دیتے تو شاید وجوہ سے اس کی تردید ہو جاتی۔

تشریح:- بعض اہل مغرب نے جو مسلم کی افضلیت کو ظاہر کیا ہے مولف اس کا مطلب بتا
رہے ہیں کہ انھوں نے صحت کے اعتبار سے نہیں کیا بلکہ حسن وضع اور ترتیب کے اعتبار
سے کہا کہ باب کی ترتیب بہت بہتر ہے بمقابلہ بخاری کے۔

و لو افصحوا۔ یعنی اگر کوئی یہ کہہ دے کہ مسلم صحت میں رائج ہے تو بد اہت مقبولیت جو
بخاری کو پائی جا رہی ہے یہ اس کے کلام کو رد کر دے گی۔

لَمْ يَفْصَحْ. أَيْ لَمْ يُبَيِّنْ. التَّفْصِيحُ. الْبَيَانُ وَالتَّبْيِينُ. وَاضِحٌ كَرَنًا. أَشْكَارًا كَرَنًا.
فَالصِّفَاتُ الَّتِي تَدُورُ عَلَيْهَا الصَّحَّةُ فِي كِتَابِ الْبُخَارِيِّ أَتَمُّ مِنْهَا فِي كِتَابِ
مُسْلِمٍ وَ أَشَدُّ وَ شَرْطُهُ فِيهَا أَقْوَى وَ أَشَدُّ وَ أَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْإِتِّصَالُ
فَلِإِشْرَاطِهِ أَنْ يَكُونَ الرَّاوِي قَدْ ثَبَتَ لَهُ لِقَاءُ مَنْ رَوَى عَنْهُ وَ لَوْ مَرَّةً وَ اكْتَفَى
مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ وَ الزَّمِ الْبُخَارِيُّ بِأَنَّهُ يَحْتَاجُ أَنْ لَا يَقْبَلَ الْعِنَنَةُ أَصْلًا وَ
مَ الزَّمَةُ بِهِ لَيْسَ بِإِلْزَامٍ لِأَنَّ الرَّاوِي إِذَا ثَبَتَ لَهُ اللَّقَاءُ مَرَّةً لَا يُجْزَى فِي رِوَايَتِهِ
بِحْتِمَالٍ أَنْ لَا يَكُونَ قَدْ سَمِعَ لِأَنَّهُ يَلْزَمُ مِنْ جَرَيَانِهِ أَنْ يَكُونَ مُدْلَسًا وَ الْمَسْمَلَةُ
مُتْرُوضَةٌ فِي غَيْرِ الْمُدْلَسِ.

ترجمہ:- وہ اوصاف جن پر صحت کا مدار ہے بخاری میں بدرجہ اتم موجود ہے بمقابلہ مسلم

کے۔ اور امام بخاری کی شرط صحت اس میں زیادہ قوی اور سخت ہے۔ اور بہر حال اس کا ارجح ہونا اتصال سند کے اعتبار سے تو وہ اس کے اس شرط کی وجہ سے ہے کہ راوی جن سے وہ روایت کر رہا ہے ملاقات ثابت ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ اور امام مسلم نے مطلق معاصرت کو کافی سمجھا ہے۔ اور (امام مسلم نے) بخاری پر الزام عاید کیا ہے کہ وہ محتاج ہے اس امر کا کہ معتن روایت بالکل قبول نہ کرے اور وہ جو الزام عاید کیا ہے سو اس سے یہ لازم نہیں کہ راوی کی ملاقات جب ایک مرتبہ ثابت ہو جائے گی تو اس کی روایت میں احتمال باقی نہ رہے گا۔ کہ اس نے نہ سنا ہو۔ یہ احتمال کا حاوی ہونا (اس وقت) لازم ہوگا جب کہ راوی مدلس ہو۔ حالانکہ مسئلہ راوی غیر مدلس کے متعلق ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف بخاری کی ارجحیت کے دلائل بیان کر رہے ہیں۔ اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ امام بخاری نے قبول روایت کی کیا شرط ملحوظ رکھی ہے۔ جسے شروط البخاری سے موسوم کیا جاتا ہے اور امام مسلم نے کن شرطوں کو اخذ روایت میں ملحوظ رکھا ہے۔ اور اسی ضمن میں امام مسلم کے بخاری پر واقع کردہ اعتراض کا جواب بھی مولف نے ذکر کیا ہے۔ کہ غیر مدلس کا عنعنہ سماع سے متعلق ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ امام بخاری نے لقاء راوی و مروی عنہ کی شرط ملحوظ رکھی ہے خواہ زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہو۔ اور امام مسلم نے محض ہم عصر ہونا کافی سمجھا ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے عدالت تام ضبط کامل عدم شذوذ کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

تدور علیہا الصحة۔ مراد اس سے عدالت۔ تمام ضبط اتصال، عدم شذوذ وغیرہ مراد ہے السد۔ سدا سے ہے بمعنی اصوب۔ شرطہ۔ امام بخاری۔

فیہا۔ صحت۔ اتصال۔ یعنی اتصال سند۔ اشتراطہ۔ ضمیر کا مرجع بخاری ہے۔ بمطلق المعاصرة۔ یعنی امکان لقاء۔

الزم۔ اس کا فاعل امام مسلم اور بخاری مفعول ہے۔ اسی طرح محتاج کا فاعل بھی بخاری ہے۔ العنعنہ۔ یہ مصدر ہے روی عن فلان سے۔ جس طرح بسملہ اور حمدلہ مصدر ہے اسی طرح یہ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ یہ عنعن فعل کا مصدر ہے۔

ما الزمه۔ یعنی مسلم نے جو امام بخاری پر الزام عاید کیا ہے۔

جریانہ۔ یعنی جریان الاحتمال۔ ان یكون۔ ای الراوی۔

مدلساً۔ تدلیس سے۔ جو اپنے معاصر سے روایت کرے بلا سماع کے۔

خلاصہ امام مسلم کے اعتراض کا یہ ہے کہ امام بخاری کو عن فلان کے طریق کی روایت صحیح میں نقل نہیں کرنی چاہئے۔ حالانکہ صحیح اس قسم کی روایت سے پر ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے مدلس کی روایت کو قبول نہیں کیا ہے اور غیر مدلس کا عنعنہ لقا کو ثابت کرتا ہے اور روایت کے اتصال کو باقی رکھتا ہے۔ اسے اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کا عنعنہ بھی شرط لقاء سے متعلق ہے۔ چونکہ ان کی کتاب میں صحیح اور مقبول روایت ہے اور مدلس کی روایت مردود ہے۔ لہذا صحیح بخاری میں تدلیس عنعنہ کا کوئی احتمال ہی نہیں رہتا۔

وَأَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةُ وَالضَّبْطُ فَلِأَنَّ الرِّجَالَ الَّذِينَ تَكَلَّمُ فِيهِمْ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنَ الرِّجَالِ الَّذِينَ تَكَلَّمُ فِيهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ مَعَ أَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يَكُنْ مِنْ إِخْرَاجِ حَدِيثِهِمْ بَلْ غَالِبُهُمْ مِنْ شُيُوخِهِ الَّذِينَ أَخَذَ عَنْهُمْ وَمَا مِنْ حَدِيثِهِمْ بِخِلَافِ مُسْلِمٍ فِي الْأَمْرَيْنِ۔

ترجمہ:- اور بہر حال عدالت اور ضبط کے اعتبار سے اس کا رائج ہونا تو وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ رواۃ جن پر کلام کیا گیا ہے مسلم میں ایسے رجال زاید ہیں بمقابلہ بخاری کے ان رجال پر جن پر کلام کیا گیا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ امام بخاری نے ان کی روایت زیادہ نہیں لی ہے۔ بلکہ ان میں بیشتر وہ مشائخ ہیں جن سے روایت لی ہے۔ اور ان کی حدیث سے واقف ہیں بخلاف مسلم کے ان دو امور میں۔

تشریح:- مولف کا مقصد اس عبارت سے یہ ہے کہ بخاری کی روایت کو ارجحیت عدالت و ضبط میں اس وجہ سے ہے کہ اس میں متکلم فیہ راوی بہت کم ہیں بمقابلہ مسلم کے۔

خیال رہے کہ بخاری کے منفرد رواۃ جو مسلم میں نہیں ہیں ۳۳۵ ہیں اور متکلم فیہ رجال کی تعداد ۸۰ ہے اور مسلم میں ایسے منفرد رواۃ ۶۲۰ ہیں اور متکلم فیہ رجال ۱۶۰ ہیں۔

لغت:- رجحانہ۔ یعنی بخاری۔

تکلم۔ مجہول کا صیغہ۔ یعنی جس پر طعن اور جرح کیا گیا۔

لم یکثر۔ یا کے ضمہ کے ساتھ۔

حدیثہم۔ یعنی متکلم فیہ رواۃ کی حدیث۔

من شیوخہ۔ یعنی شیوخ بخاری۔ یعنی بخاری کی ایسی روایتیں ان کے مشائخ کی ہیں جن کی حدیثوں سے وہ بخوبی واقف تھے کہ ان کا کیا مقام ہوگا۔

الامرین۔ یعنی ان دو امور مذکورہ کی روایت مسلم میں نہیں ہے۔ ایک یہ کہ متکلم فیہ کی روایت زائد دوسرے یہ کہ وہ ان کے شیوخ نہیں کہ ان کی روایت سے بخوبی واقف ہوں۔

وَأَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ عَدِمَ الشُّذُوزَ وَالْإِعْلَالَ فَلِأَنَّ مَا انْتَقَدَ عَلَى الْبُخَارِيِّ مِنَ الْإِحَادِيثِ أَقْلٌ عَدَدًا مِمَّا انْتَقَدَ عَلَى مُسْلِمٍ هَذَا مَعَ اتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّ الْبُخَارِيَّ كَانَ أَجَلَّ مِنْ مُسْلِمٍ فِي الْعُلُومِ وَاعْرِفَ مِنْهُ بِصِنَاعَةِ الْحَدِيثِ وَأَنَّ مُسْلِمًا تَلْمِيزُهُ وَخَرِيجُهُ وَلَمْ يَزَلْ يَسْتَفِيدُ مِنْهُ وَيَتَّبِعُ آثَارَهُ حَتَّى قَالَ الدَّارُ قُطْنِيُّ لَوْلَا الْبُخَارِيُّ لَمَّا رَاحَ مُسْلِمٌ وَلَا جَاءَ.

ترجمہ:- اور بہر حال اسکا شاذ اور معلل نہ ہونے کے اعتبار سے رائج ہونا سو وہ اس وجہ سے ہے کہ بخاری کی روایت پر جو نقد و جرح کی گئی ہے وہ کم ہے جو مسلم پر جرح کی گئی ہے۔ مع اس امر کے کہ علامہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام بخاری علوم میں اور فن حدیث میں بڑے اونچے مرتبہ پر ہیں امام مسلم سے۔ اور یہ کہ امام مسلم ان کے شاگرد اور ان سے خوب حاصل کرنے والے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے اسی وجہ سے امام دارقطنی نے کہا اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم نہ ظاہر ہوتے نہ آتے۔

تشریح:- شاذ اور معلل نہ ہونے کے اعتبار سے جو بخاری کو مقام حاصل ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں کہ بخاری کی روایت پر مقابلہ مسلم کے بہت کم نقد و جرح واقع ہے۔ اسی کے ضمن میں امام بخاری کی فوقیت جو امام مسلم پر ہے نشاندہی کر رہے ہیں۔ کہ امام بخاری استاذ ہیں اور انکو فن حدیث و رجال میں بڑی مہارت و جلالت حاصل تھی۔

انتقد۔ مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ من الاحادیث۔ ماکایان ہے۔

هذا۔ خذا امر کا مفعول ہے۔ صناعة۔ صاد کے کسرہ کے ساتھ۔ فن۔

خریجہ۔ خاکے کسرہ کے ساتھ۔ بمعنی مفعول۔ جہل سے نکالا ہوا۔

ولم یزل۔ فاعل مسلم ہے۔ عنہ۔ ای البخاری۔

دارقطنی۔ مشہور محدث ہیں۔ منسوب ہے دارقطن کی طرف جو بغداد کا ایک محلہ تھا۔

راد۔ ای ظہر۔ ولا جاء ای فی الحدیث۔ یعنی قدم بھی رکھ نہ پائے۔

نقد روایت کی تفصیل:

بخاری اور مسلم دونوں کے متکلم فیہ روایت کی تعداد دوسو (۲۱۰) ہے جس میں ۸۰ سے کم روایتیں بخاری کی ہیں۔ اور ۳۲ ایسی روایتیں ہیں جس میں دونوں شریک ہیں۔ ۹۸ روایتیں صرف مسلم کی متکلم فیہ ہیں۔

وَمِنْ ثَمَّ اَيَّ وَ مِنْ هَذِهِ الْجِهَةِ وَ هِيَ اَرْجَحِيَّةُ شَرْطِ الْبُخَارِيِّ عَلَى غَيْرِهِ قَدْ مَصْنُوحُ الْبُخَارِيِّ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ صَحِيحُ مُسْلِمٍ لِمُشَارَكْتِهِ لِلْبُخَارِيِّ فِي اِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ عَلَى تَلْقَى كِتَابِهِ بِالْقَبُولِ اَيْضاً سِوَى مَا عُلِّلَ ثُمَّ يُقَدَّمُ فِي الْاَرْجَحِيَّةِ مِنْ حَيْثُ الْاَصْحَابُ مَا وَاَفَقَهُ شَرْطُهُمَا لِأَنَّ الْمُرَادَ بِهِ رَوَاتُهُمَا مَعَ بَاقِي شُرُوطِ الصَّحِيحِ وَ رَوَاتُهُمَا قَدْ حَصَلَ الْاِتِّفَاقُ عَلَى الْقَوْلِ بِتَعْدِيلِهِمْ بِطَرِيقِ الزُّوْمِ فَهُمْ مُقَدَّمُونَ عَلَى غَيْرِ فِي رَوَايَاتِهِمْ وَ هَذَا أَصْلُ لَا يُخْرَجُ عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ.

ترجمہ:- اس وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ بخاری کو غیر پر فوقیت حاصل ہے بخاری کو مقدم کیا گیا ہے غیر پر یعنی فن حدیث کی تصنیف کردہ کتابوں میں پھر صحیح مسلم ہے۔ بخاری کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے کہ علماء کا اتفاق ہے مسلم کے قبول ہونے پر۔ نقد کردہ احادیث کو چھوڑ کر۔ پھر صحت کے اعتبار سے رائج کی جائیں گی ان کو جو دونوں کی شرطوں کے موافق ہوں گی۔ چونکہ اس سے مراد ان دونوں کے رواۃ ہیں صحیح کی باقی شرطوں کے ساتھ۔ اور ان دونوں کے راویوں پر بالاتفاق تعدیل کا قول بطریق لزوم کے ثابت ہو چکا ہے۔ پس یہ روایتیں مقدم ہوں گی دوسری روایتوں پر یہ وہ ضابطہ ہے جس سے خروج نہیں کیا جاسکتا مگر کسی دلیل کے ساتھ۔

تشریح:- مولف اس مقام سے روایتوں کے مدارج اور مراتب کو ذکر کر رہے ہیں کہ

کمال شرط صحت کی رعایت کی وجہ سے بخاری کی روایت اول مرتبہ پر پھر مسلم کی پھر جو روایت ان دونوں شرطوں کے موافق ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح کے بھی مراتب ہیں۔ اوصاف کے اختلاف کی وجہ سے۔

حل لغات و عبارت: - من هذه الجهة یعنی شرطوں کے تفاوت کی وجہ سے غیرہ۔ باقی تمام صحاح موطا سنن و مسانید و معاجم پر۔

صحیح مسلم۔ مرفوع ہے عطف ہے بخاری پر۔

کتابہ۔ ای مسلم۔ ما علل۔ یعنی احادیث مشکلم فیہ۔

حیث الاصحیۃ۔ یعنی اصحیت کے اعتبار سے نہ کہ تلقی بالقبول کے اعتبار سے۔

المراد بہ۔ ای بشرط۔ بطریق اللزوم۔ یعنی یقینی طور پر۔

فہم۔ مراد۔ بخاری، مسلم اور جو ان کی شرطوں کے موافق ہوں۔

لا یخرج۔ مجہول کا صیغہ۔ اہل، ضابطہ، قاعدہ۔

شرط بخاری و مسلم کی مختصر تشریح: - امام بخاری نے ان شرطوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ اتصال سند، راوی کا شیخ کی طویل صحبت سے مستفید ہونا۔ یا کبھی تھوڑی صحبت پانے والے کی روایت بھی لیتے ہیں۔ امام مسلم ان امور کا شدت سے لحاظ نہیں کرتے۔

فَإِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَلَى شَرْطِهِمَا مَعًا كَانَ دُونَ مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ أَوْ مِثْلَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى شَرْطٍ أَحَدِهِمَا فَيُقَدَّمُ شَرْطُ الْبُخَارِيِّ وَخَدَهُ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَخَدَهُ تَبَعًا لِأَصْلٍ كُلِّ مِنْهُمَا فَخَرَجَ لَنَا مِنْ هَذَا سِتَّةُ أَقْسَامٍ يَتَفَاوَتْ دَرَجَاتُهَا فِي الصَّحَّةِ وَثُمَّ قِسْمٌ سَابِعٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ عَلَى شَرْطِهِمَا اجْتِمَاعًا وَانْفِرَادًا وَهَذَا التَّفَاوُتُ إِنَّمَا هُوَ بِالنَّظَرِ إِلَى الْحَيْثِيَّةِ الْمَذْكُورَةِ.

ترجمہ: - پس اگر حدیث دونوں کی شرطوں کے ایک ساتھ موافق ہو۔ تو اس کا مرتبہ مسلم یا اور اس کے مثل سے کم تر ہوگا۔ پس اگر ان میں سے ایک کے شرط کے موافق ہے تو جو تنہا بخاری کے شرط پر ہے اسے مقدم کیا جائے گا۔ پھر جو صرف مسلم کی شرط کے موافق ہے۔ ضابطہ کلیہ کی رعایت کرتے ہوئے۔ پس ہمارے لئے اس سے ۶ اقسام ظاہر ہوں گے۔ جو صحت کے مرتبہ میں متفاوت ہوں گے۔ پھر ایک ساتویں قسم بھی ہوگی۔ اور

یہ وہ ہے جو ان دونوں میں سے کسی کے شرط کے موافق نہ ہونہ احتمالاً نہ انفراداً اور یہ تفاوت و فرق اسی حیثیت کے اعتبار سے ہوگا جو ذکر کیا گیا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف روایت کے مراتب سے بلکہ سبب کی تفصیل کر رہے ہیں۔ جو ماقبل کے ذکر کردہ اصول پر ظاہر ہوں گی۔

حل عبارت:۔ شرطہما معاً۔ یعنی بخاری و مسلم دونوں کی شرطوں کے موافق ہو۔ علی شرط احدہما۔ صرف بخاری یا صرف مسلم کی شرط کے موافق ہو۔

ستہ اقسام۔ وہ یہ ہیں: (۱) متفق علیہ روایات۔ (۲) صرف بخاری نے تخریج کی ہو۔ (۳) صرف مسلم نے (۴) بخاری و مسلم دونوں کی شرطوں کے موافق ہو۔ (۵) علی شرط البخاری۔ (۶) علی شرط مسلم ہو۔

قسم سابع۔ کسی کے شرط کے موافق نہ ہو۔ جیسے ابن خریمہ۔ ابن حبان وغیرہ کی روایتیں صحیح ہیں مگر شرطوں کی موافقت نہیں۔

الحيثية المذكورة۔ یعنی شرائط صحت ضبط و عدالت وغیرہ۔ جس درجہ کے ہوں گے اسی درجہ کی روایت ہوگی۔

أَمَّا لَوْ رُجِّحَ قِسْمٌ عَلَى مَا فَوْقَهُ بِأَمْرِ أُخْرَى تَقْتَضِي التَّرْجِيحَ عَلَى مَا فَوْقَهُ فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ عَلَى مَا فَوْقَهُ إِذَا قَدْ يَغْرُضُ لِلْمُقَوِّقِ مَا يَجْعَلُهُ فَائِقًا كَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيثُ عِنْدَ مُسْلِمٍ مَثَلًا وَهُوَ مَشْهُورٌ قَاصِرٌ عَنْ دَرَجَةِ التَّوَاتُرِ لَكِنْ حَقَّتْ قَرِينَةٌ صَارَ بِهَا يُفِيدُ الْعِلْمَ فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ عَلَى الْحَدِيثِ الَّذِي يُخْرِجُهُ الْبُخَارِيُّ إِذَا كَانَ قَرْدًا مُطْلَقًا لَوْ كَانَ الْحَدِيثُ الَّذِي لَمْ يُخْرِجَاهُ مِنْ تَرْجُمَةٍ وَصَفَتْ بِكُونِهَا أَصَحُّ الْأَسَانِيدِ كَمَا لَكَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ عَلَى مَا أَنْفَرَدَ بِهِ أَحَدُهُمَا مَثَلًا لَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ فِي إِسْنَادِهِ مَنْ فِيهِ مَقَالٌ

ترجمہ:۔ اگر کسی امر آخر کی وجہ سے اوپر کی قسموں میں سے کسی قسم کو ترجیح دی جائے گی۔ جو مافوق پر ترجیح کا تقاضہ کرتے ہوں۔ تو وہ اپنے مافوق پر مقدم ہو جائے گا۔ چونکہ بسا اوقات جس پر فائق کیا گیا ہے (ماتحت) ایسے امور عارض ہو جاتے ہیں جو اسے فوقیت دے دیتے ہیں۔ جیسے کوئی حدیث مسلم میں ہے جو تواتر سے کم درجہ کا ہے۔ لیکن ایسے قرائن سے گمرا

ہے جس سے یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے تو یہ اس پر مقدم ہو جائے گا جس کی تخریج بخاری نے کی ہوگی۔ جب کہ وہ فرد مطلق ہو۔ جیسے کہ وہ حدیث جس کو امام بخاری نے ”ترجمہ الباب“ میں ذکر نہ کیا ہو اصح الاسانید سے متصف ہو جاتی ہے مثلاً مالک عن نافع عن ابن عمر کی روایت۔ یہ مقدم ہوگی اس پر جن کو ان دونوں میں سے کسی نے منفرد روایت کی ہو۔ خاص کر کے جب کہ اس کی سند میں کوئی کلام بھی ہو۔

تشریح:- مقصد عبارت یہ ہے کہ ماتحت (اقسام) کبھی فائق بھی ہو جایا کرتا ہے جب کہ اس کو کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو اس کے مرتبہ کو بلند کر دے۔ کہ کبھی ماتحت کو ایسے ترجیحات حاصل ہو جاتے ہیں۔

حل عبارت: قسم۔ اقسام مذکورہ مثلاً ستہ مذکورہ۔

لِلْمُفَوَّقِ جس پر فائق کیا گیا۔ یعنی مرجوح۔ فاق یفوق سے بمعنی بلند کرنا۔

فائقاً۔ امور مرجح کی وجہ سے۔ ما يجعله فائقاً۔ یعنی امور مرجح۔

بہا۔ ای بالقرینۃ۔ فانہ۔ ای حدیث مسلم۔

فرد۔ اس کی قید سے عزیز کو نکال دیا گیا۔ یعنی مسلم کی مشہور ہو جائے اور بخاری کی فرد تو مسلم کی روایت رائج ہو جائے گی بخاری کی فرد پر۔

لا سیما۔ خصوصاً۔ مطلقاً۔ لغوی معنی میں۔ فرد مطلق کی اصطلاح مراد نہیں۔

مقال۔ یعنی جرح اور طعن وغیرہ۔

فَإِنْ خَفَّ الضُّبُطُ أَيْ قَلَّ. يُقَالُ خَفَّ الْقَوْمُ خُفُوفًا قَلُّوا وَالْمُرَادُ مَعَ بَقِيَّةِ الشُّرُوطِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِي حَدِّ الصَّحِيحِ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ لَا لِشَيْ خَارِجٍ وَهُوَ الَّذِي يَكُونُ حُسْنُهُ بِسَبَبِ الْإِعْتِضَادِ نَحْوُ حَدِيثِ الْمُسْتَوْرِ إِذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ وَخَرَجَ بِإِشْتِرَاطِ بَاقِي الْأَوْصَافِ الضَّعِيفِ وَهَذَا الْقِسْمُ مِنَ الْحَسَنِ مُشَارِكٌ لِلصَّحِيحِ فِي الْإِحْتِجَاجِ بِهِ وَإِنْ كَانَ دُونَهُ وَ مُشَابَهُ فِي انْقِسَامِهِ إِلَى مَرَاتِبَ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ.

ترجمہ:- پس اگر ضبط میں کمی ہو۔ کہا جاتا ہے خف القوم خفوفاً یعنی قلو۔ مراد باقی ان شرطوں کے ساتھ ہے جو صحیح کی تعریف میں پہلے آچکے ہیں۔ پس وہ حسن لذاتہ ہے۔

یعنی کسی خارج کی وجہ سے نہیں وہ وہ ہے جس کا حسن ہونا کثرت سند کی وجہ سے ہے۔ حدیث مستور کی طرح جب کہ اس کے طرق متعدد ہوں۔ اور باقی اوصاف کی شرطوں سے ضعیف نکل گیا۔ اور حسن کی یہ قسم حجت ہونے میں صحیح کے مانند ہے گو اس سے کمتر ہے۔ اور مشابہ ہے اس تقسیم میں جو اس کے مراتب کے مابین ہے کہ بعض کا مرتبہ بعض پر فائق ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف حسن لذاتہ کی تعریف اس کا مرتبہ ذکر کر رہے ہیں۔ حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس کا راوی خفیف الضبط ہو۔ صحیح کی تمام شرطوں کے ساتھ۔ حل عبارت:- خف۔ قل کم ہونے کی معنی میں ہے۔

مع بقية الشروط۔ یعنی صرف قوت حفظ کی کمی ہو باقی۔ عدالت اتصال سند۔ معلل و شاذ کانہ ہونا۔ ساری شرطیں موجود ہو۔

بسبب الاعتضاد۔ قوت و کثرت سند کی وجہ سے ہو۔

المستور۔ جس کا عادل یا مجروح ہونا مخفی غیر محقق ہو۔ جب اس کے طرق متعدد ہوں تو حسن لغیرہ ہو جاتا ہے۔

اذا تعددت طرقه۔ مستور کے حسن ہونے کی شرط ہے۔ کہ طرق سے اس کی تلافی ہو جائے۔

شارك۔ یعنی احتیاج میں حسن صحیح کے مانند ہو جاتا ہے۔

مشابہ۔ یعنی جس طرح صحیح کے مختلف مراتب ہوتے ہیں اسی طرح حسن کے بھی مختلف مراتب ہوتے ہیں۔

وَبِكثْرَةِ طُرُقِهِ يُصَحِّحُ وَإِنَّمَا يُحْكَمُ لَهُ بِالصَّحَّةِ عِنْدَ تَعَدُّدِ الطَّرِيقِ لِأَنَّ لِلصُّورَةِ الْمَجْمُوعَةِ قُوَّةَ تَجَبُّرِ الْقَدَرِ الَّذِي قُصِرَ بِهِ ضَبْطُ رَاوِي الْحَسَنِ عَنْ رَاوِي الصَّحِيحِ. وَ مِنْ ثَمَّ يُطْلَقُ الصِّحَّةُ عَلَى الْإِسْنَادِ الَّذِي يَكُونُ حَسَنًا لِذَاتِهِ لَوْ تَفَرَّدَ إِذَا تَعَدَّدَ وَ هَذَا حَيْثُ يَنْفَرِدُ الْوَصْفُ فَإِنْ جَمَعَ أَيْ الصَّحِيحُ وَالْحَسَنُ فِي وَصْفٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ فَالْتَرَدُّ الْحَاصِلُ مِنَ الْمُجْتَهِدِ فِي النَّاقِلِ هَلْ اجْتَمَعَتْ فِيهِ شُرُوطُ الصِّحَّةِ أَوْ قُصِرَ عَنْهَا

وَهَذَا حَيْثُ يَخْصُلُ مِنْهُ التَّفَرُّدُ بِتِلْكَ الرَّوَايَةِ.

ترجمہ:- اور کثرت طرق سے صحیح کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور کثرت طرق سے صحت کا حکم اس وجہ سے لگایا جاتا ہے چونکہ مجموعی صورت سے ایسی قوت اس میں پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس قدر تلافی ہو جاتی ہے جو صحیح کے راوی کے ضبط کی کمی سے پیدا ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے صحیح کا اطلاق اس سند پر بھی کیا جاتا ہے جو حسن لذاتہ ہوتا ہے گو تفرد ہو۔ جب کہ طرق کا تعدد ہو۔ اور یہ ذکر کی گئی باتیں اس کے متعلق تھیں جب کہ ایک وصف کے اعتبار سے ہو۔ اور بہر حال جب کہ دونوں صحیح اور حسن جمع ہو جائے ایک ہی مقام پر جیسے ترمذی وغیرہ کا قول حدیث حسن صحیح پس یہ تردد حاصل ہے مجتہد کی جانب سے ناقل کے حق میں کہ صحت کی شرط جمع ہے یا اس میں کمی ہے۔ اور یہ وہاں ہے جہاں روایت میں تفرد ہو (یعنی ایک ہی سند میں)

تشریح:- اس مقام سے مولف کثرت طرق اور تعدد طرق کے فوائد بیان کر رہے ہیں۔ کہ اس سے حسن صحیح کے مرتبہ میں آجاتا ہے۔ اور اسے صحیح لغیرہ کہا جاتا ہے۔ اور اس کثرت سے قلت ضبط کی ایک گونہ تلافی ہو جاتی ہے۔

حل لغات:- یصحح۔ مجہول کا صیغہ تفعیل ہے۔ انما یحکم۔ علم صحت کی علت اس مقام سے بیان کر رہے ہیں۔

تجبر۔ تلافی۔ تصلح اور تعوض کے معنی میں۔

قصر۔ صاد کے ضمہ کے ساتھ۔ کمی اور نقصان۔

ومن ثم۔ یعنی تعدد طرق سے تلافی ہو جاتی ہے۔

هذا حیث۔ صحیح یا حسن کا حکم لگانا قطعی طور پر اس وقت ہے جب کہ یہ اوصاف تنہا ہوں۔ دو قسم کے وصف جمع نہ ہوں۔

فان جمعا۔ مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔ اس مقام سے وصف حسن دو وصف صحیح کے جمع ہونے کی توجیہ ذکر کر رہے ہیں۔

فلترد۔ یعنی ایک ہی سند میں جمع ہونا مجتہد کے تردد کی وجہ سے ہے کہ وہ قطعی طور سے ایک فیصلہ نہ کر سکے۔

وصف واحد۔ مراد ایک روایت یا ایک حدیث میں۔

وغیرہ۔ یہ اطلاق ترمذی کے علاوہ یعقوب بن شیبہ ابو علی طوسی اور حسب بیان سخاوی امام بخاری بھی کرتے ہیں۔

فی المناقل۔ نقل کرنے والے راوی میں۔ یعنی راوی کے اختلاف حال و صفات کے اعتبار سے تردد ہوتا ہے کہ ناقل راوی میں یہ شرطیں پورے طور پر پائی جا رہی ہیں یا اس میں کمی ہو رہی ہے۔

وَعُرِفَ بِهَذَا جَوَابُ مَنْ اسْتَشْكَلَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ فَقَالَ الْحَسَنُ قَاصِرٌ عَنِ الصَّحِيحِ كَمَا عُرِفَ مِنْ حَدِيثَيْهِمَا فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ اثْبَاتٌ لِذَلِكَ الْقُصُورِ وَ نَفْيُهُ وَ مَحْصُلُ الْجَوَابِ اِنْ تُرَدَّدَ اَثْمَةُ الْحَدِيثِ فِي حَالِ نَاقِلِهِ اقْتَضَى لِلْمُجْتَهِدِ اَنْ لَا يَصِفَهُ بِاَحَدِ الْوَصْفَيْنِ فَيُقَالُ فِيهِ حَسَنٌ بِاِعْتِبَارِ وَصْفِهِ عِنْدَ قَوْمٍ صَحِيحٌ بِاِعْتِبَارِ وَصْفِهِ عِنْدَ قَوْمٍ غَايَةُ مَا فِيهِ اَنَّهُ حَذَفَ مِنْهُ حَرْفُ التَّرَدُّدِ لِاَنَّ حَقَّهُ اَنْ يَقُولَ حَسَنٌ اَوْ صَحِيحٌ۔

ترجمہ:- اور اسی سے جمع بین الوصفین کے اشکال کا جواب بھی معلوم ہو جائے گا۔ پس انھوں نے کہا حسن صحیح سے کمتر ہے۔ جیسا کہ دونوں کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے۔ پس دونوں وصفوں کا جمع ہونا اس کی کو ظاہر کرنا اور اس کی نفی کرنا ہے۔ پس جواب کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ حدیث کو تردد راوی کے حال میں ہوا ہے۔ جس نے مجتہد کے لئے تقاضا کیا کہ دو وصفوں میں سے کسی ایک کے ساتھ (متعین طور پر) متصف نہ کرے۔ لہذا کہہ دیا گیا۔ ایک قوم کے نزدیک اس وصف کا اعتبار کرتے ہوئے حسن ہے۔ اور دوسری جماعت کے نزدیک اس وصف کا اعتبار کرتے ہوئے صحیح ہے۔ خلاصہ اس باب میں یہ نکلا کہ حرف تردد (او) کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ حق تو یہ تھا کہ یہ کہتے حسن ہے یا صحیح۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اس مشہور شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں جو ایک ہی حدیث میں وصف صحیح و حسن کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔

حل لغات:- بہذا۔ ترمذی کی مراد جو بیان کیا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

الوصفین۔ یعنی متغایر وصف۔

فقال۔ یہاں سے اعتراض کی تشریح ہے۔ کہ حسن اور صحیح آپس میں متغایر وصف ہیں جیسا کہ تعریف سے واضح ہے۔

محصل۔ حاصل جواب کا ذکر ہے۔

حال ناقلہ۔ یعنی راوی حدیث کے اعتبار سے ہے کہ ایک راوی میں شرائط صحت اور دوسرے اعتبار سے اس میں نقصان اسی طرح ایک جماعت کے نزدیک یہ راوی شرائط صحت پر اتر رہے ہیں تو دوسرے کے نزدیک حسن کے درجہ میں اتر رہے ہیں۔
للمجتہد۔ مثلاً ترمذی وغیرہ۔

فیقال۔ مجہول کے بجائے صیغہ معروف بہتر تھا۔

وصفہ۔ اول وصف کی ضمیر کا مرجع حسن اور آگے جو آرہا ہے اس کی ضمیر کا مرجع صحیح ہے۔
غایۃ۔ انجام کاریہ کہا جاسکتا ہے کہ مجتہد کو تردد ہے حسن ہے یا صحیح۔ اس تردد کو ظاہر کرنے والا او تھا اسے حذف کر دیا گیا۔ ذکر کرنا چاہئے تھا حسن او صحیح۔ او کو لفظاً حذف کر دیا اور معنی مراد لے لیا۔ اب دونوں وصف کا اجتماع نہ ہوگا۔

وَهَذَا كَمَا حُذِفَ حَرْفُ الْعَطْفِ مِنَ الَّذِي بَعْدَهُ وَ عَلَى هَذَا فَمَا قِيلَ فِيهِ حَسَنٌ صَحِيحٌ دُونَ مَا قِيلَ فِيهِ صَحِيحٌ لِأَنَّ الْجَزْمَ أَقْوَى مِنَ التَّرَدُّدِ وَ هَذَا حَيْثُ التَّفَرُّدُ وَالْأَيُّ إِذَا لَمْ يَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَاطْلَاقُ الْوُصْفَيْنِ مَعًا عَلَى الْحَدِيثِ يَكُونُ بِإِعْتِبَارِ الْإِسْنَادَيْنِ أَحَدُهُمَا صَحِيحٌ وَالْآخَرُ حَسَنٌ وَ عَلَى هَذَا فَمَا قِيلَ فِيهِ حَسَنٌ صَحِيحٌ فَوْقَ مَا قِيلَ فِيهِ صَحِيحٌ فَقَطُّ إِذَا كَانَ فَرْدًا لِأَنَّ كَثْرَةَ الطَّرِيقِ تُقْوِي.

ترجمہ :- اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ حرف عطف کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ متعدد ہو۔ اسی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ جو حسن صحیح ہو اس کا درجہ کم ہے بمقابلہ اس کے جس کے بارے میں صحیح کہا گیا۔ چونکہ یقین زیادہ قوی ہے تردد سے۔ اور یہ (جواب) اس وقت ہے جب کہ تفرد کے اعتبار سے ہو۔ ورنہ تفرد حاصل نہ ہو (یعنی اسناد میں) تو دونوں وصف کا ساتھ ساتھ اطلاق کرنا ایک حدیث پر دو سند کے اعتبار سے ہوگا۔ کہ ان میں سے صحیح دوسرا حسن۔ اسی بنیاد پر جنکے بارے میں حسن صحیح کہا گیا اس کا درجہ فائق ہوگا اسکے مقابلہ میں جسکے بارے میں صرف صحیح کہا گیا۔ جب کہ فرد ہو۔ چونکہ کثرت طرق سے قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اولاً حذف کی مثال بیان کر رہے ہیں۔ اسکے بعد حسن صحیح اور صرف صحیح کے درمیان بعض موقعوں کا فرق جو ایک دقیق امر ہے بیان کر رہے ہیں۔
حل لغات:- ہذا۔ یعنی او کا حذف۔ جس طرح حرف عطف کو جب کہ خبر متعدد ہو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے زید عالم حافظ قاری۔

الذی بعد۔ اس جملہ میں دو احتمال عد سے مضارع مجہول ہو۔ بمعنی متعدد۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح تعدد خبر کے موقع پر او حذف کر دیا جاتا ہے اسی طرح یہاں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ بعدہ ظرف مانا جائے جو مضاف ہو رہا ہے ضمیر کی جانب۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح معطوف علیہ کے بعد حرف عطف محذوف ہوتا ہے۔ اسی طرح او تردید یہ بھی محذوف ہوتا ہے۔ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

علیٰ هذا۔ یعنی تردد کی وجہ سے اس کا درجہ ہوگا جس کے متعلق جزم سے صحیح کہا گیا ہوگا۔ چونکہ جزم اقویٰ ہوتا ہے تردد سے۔

حيث التفرّد۔ یعنی یہ جواب اس وقت ہے جب کہ سند واحد میں ہو۔ تفرّد سے مراد سند کا مفرد ہونا ہے۔

والا۔ یعنی تفرّد کے بجائے تعدّد سند ہو تو اس کا جواب۔ یہ ہوگا کہ یہ دو وصف حسن اور صحیح کا اجتماع دو سند کے اعتبار سے ہے۔ ایک سند میں حسن دوسرے میں صحیح۔

و علیٰ هذا۔ اس اعتبار سے حسن صحیح کا درجہ فائق ہو جائے گا بمقابلہ صرف صحیح کے۔ اس وجہ سے کہ اس حدیث کے دو طرق ہو جائیں گے۔ ایک حسن۔ دوسرا صحیح۔ اور طرق کا تعدّد قوت کا باعث ہوتا ہے۔ گویا صحیح کے مقابلہ میں اصح ہو گیا

فَإِنْ قِيلَ قَدْ صَرَّحَ التِّرْمِذِيُّ بِأَنَّ شَرْطَ الْحَسَنِ أَنْ يُرَوَّى مِنْ غَيْرِ وَجْهِ فَكَيْفَ يَقُولُ فِي بَعْضِ الْأَحَادِيثِ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ فَأَلْجَأُ أَنْ التِّرْمِذِيُّ لَمْ يُعَرِّفِ الْحَسْنَ مُطْلَقًا وَإِنَّمَا عَرَّفَ بِنَوْعٍ خَاصٍ مِنْهُ وَقَعَ فِي كِتَابِهِ وَهُوَ مَا يَقُولُ فِيهِ حَسَنٌ مِنْ غَيْرِ صِفَةِ أُخْرَى.

ترجمہ:- پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے یہ تصریح کی ہے کہ حسن کی شرط یہ ہے کہ اسکی روایت متعدد طرق سے ہو تو وہ بعض احادیث میں کس طرح کہہ دیتے ہیں

”حسن غریب“ کہ اس طریق کے علاوہ ہم کسی طریق کو نہیں جانتے۔ تو جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے مطلقاً حسن کی یہ تعریف نہیں کی ہے یہ تعریف خاص حسن کی ہے۔ جو ان کی کتاب میں واقع ہے۔ وہ اس کے بارے میں صرف حسن کا اطلاق کرتے ہیں بغیر کسی صفت کا لحاظ کئے ہوئے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے امام ترمذی کے حسن کے ساتھ غریب کے جمع کرنے پر واقع شدہ اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ کہ وہ دونوں کو کس طرح جمع کر دیتے ہیں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی جہاں حسن کے ساتھ غریب کہتے ہیں وہاں حسن سے مراد معروف حسن مراد نہیں لیتے بلکہ ایک خاص قسم کا حسن مراد لیتے ہیں جس کا غریب کے ساتھ جمع ہونا درست اور باعث اعتراض نہیں ہے۔

حل عبارت:- الترمذی۔ جیحون کے قریب ایک مقام ترمذ کی جانب منسوب ہے۔ من غیر وجہ۔ ای من غیر طریق واحد۔ یعنی ایک سے زائد کم از کم دو سند سے مروی ہو۔ نوع خاص۔ بمعنی لام ہے ای لنوع خاص۔ کتابہ۔ مراد جامع ترمذی۔

خیال رہے کہ یہ جواب مذکور تو حافظ کا تھا۔ اس کا دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے۔ غریب کی دو قسم ہے غریب المتن غریب السند۔ جہاں حسن کے ساتھ غریب جمع ہے وہاں مراد غریب السند ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جو متعدد صحابہ سے منقول ہو مگر راوی ایک صحابی سے روایت میں منفرد ہو۔ تو اس کا متن تو حسن اور سند غریب ہو جائے گی۔ یہ جمع ہونے کی صورت ہے۔ بعضوں نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ جمع ہونا اختلاف طرق کے اعتبار سے ہے۔

وَذَلِكَ أَنَّهُ يَقُولُ فِي بَعْضِ الْأَحَادِيثِ حَسَنٌ وَفِي بَعْضِهَا صَحِيحٌ وَفِي بَعْضِهَا غَرِيبٌ وَفِي بَعْضِهَا حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي بَعْضِهَا حَسَنٌ غَرِيبٌ وَفِي بَعْضِهَا صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَفِي بَعْضِهَا حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَتَعْرِيفُهُ إِنَّمَا وَقَعَ عَلَى الْأَوَّلِ فَقَطْ وَعِبَارَتُهُ تُرْشِدُ إِلَى ذَلِكَ حَيْثُ قَالَ فِي أَوَاخِرِ كِتَابِهِ وَ مَا قُلْنَا فِي كِتَابِنَا حَدِيثٌ حَسَنٌ فَإِنَّمَا أَرَدْنَا بِهِ حَسَنٌ إِسْنَادِهِ عِنْدَنَا وَ كُلُّ حَدِيثٍ يُرْوَى وَلَا يَكُونُ رَاوِيَهُ مُتَّهِمًا بِالْكَذِبِ وَ يُرْوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهِ نَحْوَ ذَلِكَ وَ لَا يَكُونُ

شَاذًا فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ :- اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کسی حدیث کے بارے میں حسن کہتے ہیں اور کسی کے بارے میں ”صحیح“ اور کسی کے متعلق غریب اور کسی کے بارے میں حسن غریب اور کسی کے بارے میں ”صحیح غریب“ اور کسی کے بارے میں حسن صحیح غریب کہہ دیتے ہیں۔ اور تعریف صرف اول کی واقع ہے۔ اور اس کی عبارت اس کی نشاندہی کر رہی ہے۔ جو انھوں نے اپنی کتاب کے آخر میں کہا ہے۔ کہ وہ جو ہم نے اپنی کتاب میں حسن کہا ہے تو ہم نے اس سے مراد اسناد کے اعتبار سے جو میرے نزدیک حسن ہے وہ مراد لیا ہے کہ جس کی روایت متعدد طرق سے ہو۔ اور اس کا راوی کذب سے متہم نہ ہو۔ اور شاذ نہ ہو۔ یہی میرے نزدیک حسن ہے۔ (خیال رہے کہ یہاں حسن کے لئے اتصال سند۔ غیر معلل ہونا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ ان کی خاص اصطلاح ہے)۔

تشریح :- مولف اس مقام سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے جو جواب دیا ہے خود امام ترمذی نے بھی ترمذی کے آخر میں یہی جواب دیا ہے کہ حسن سے میرے نزدیک یہ ہے جس کی بنیاد پر صحیح اور غریب اس کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ مزید مولف امام ترمذی کے صلیح کو بیان کر رہے ہیں کہ وہ حسن کو غریب و صحیح کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں اور انفراداً بھی ذکر کرتے ہیں۔

حل عبارت :- وقع علی الاول۔ جہاں تنہا حسن ہے وہاں حسن کی جو مشہور تعریف ہے وہ مراد ہے۔ یہی اول ہے۔ کتابہ۔ مراد اس سے سنن ترمذی ہے۔

بہ : ای الحسن۔ یُرَوّی مِنْ غَیْرِ وَجْهِ۔ اَیْ لَمْ یَكُنْ فَرْدًا۔ بَلْ جَاءَ مِنْ وَجْهِ آخَرَ: نَحْوَ ذَٰلِكَ: مَجْرُور پڑھا جائے تو غیر وجہ کی صفت۔ نصب پڑھا جائے تو حال بنے گا۔ اِیْ لَا یَكُونُ رَاوِی الثَّانِیَ مَتَّهِمًا بِالْكَذْبِ

فَعَرَفَ بِهَٰذَا اَنَّهُ اِنَّمَا عَرَفَ الَّذِیْ یَقُولُ فِیْهِ حَسَنٌ فَقَطْ اَمَّا مَا یَقُولُ فِیْهِ حَسَنٌ صَحِیْحٌ اَوْ حَسَنٌ غَرِیْبٌ اَوْ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ۔ فَلَمْ یُعْرَجْ عَلٰی تَعْرِیْفِهِ كَمَا لَمْ یُعْرَجْ عَلٰی تَعْرِیْفِ مَا یَقُولُ فِیْهِ صَحِیْحٌ لَّا یَقُولُ اَوْ غَرِیْبٌ فَقَطْ لَكَ اِنَّهُ تَرَكَ ذَٰلِكَ

اسْتِغْنَاءَ بِشُهرَتِهِ عَنْ أَهْلِ الْفَنِّ وَاقْتَصَرَ عَلَى تَعْرِيفِ مَا يَقُولُ فِيهِ فِي كِتَابِهِ حَسَنٌ فَقَطْ أَمَّا لِعُمُومِهِ وَإِمَّا لِأَنَّهُ اصْطَلَحَ جَدِيدَهُ وَلِذَلِكَ قَيَّدَهُ بِقَوْلِهِ عِنْدَنَا وَلَمْ يَنْسِبْهُ إِلَى أَهْلِ الْحَدِيثِ كَمَا فَعَلَ الْخَطَّابِيُّ وَبِهَذَا التَّفْصِيلُ يَنْدَفِعُ كَثِيرٌ مِنَ الْإِيرَادَاتِ الَّتِي طَالَ الْبَحْثُ فِيهَا وَلَمْ يُسْفَرْ وَجْهَ تَوْجِيهِمَا وَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَى مَا أَلْهَمَ وَ عَلَّمَ.

ترجمہ:- بس اسی سے معلوم ہو گیا کہ انھوں نے تعریف اس کی کی ہے جہاں وہ صرف وہ حسن کہتے ہیں۔ اور جس حدیث کے بارے میں وہ حسن صحیح۔ یا حسن غریب۔ یا حسن صحیح غریب کہتے ہیں وہاں اس تعریف کو اختیار نہیں کرتے جیسا کہ اختیار کیا حسن کے بارے میں صرف صحیح یا صرف غریب کہتے ہیں۔ تو گویا اہل فن کے نزدیک مشہور ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ سمجھی اور اپنی تعریف میں صرف حسن کی تعریف پر اکتفا کیا یا تو غامض ہونے کی وجہ سے یا ایک نئی اصطلاح کی وجہ سے اسی وجہ سے تو عندنا کی قید کے ساتھ مقید کیا اور کسی ارباب حدیث کی جانب اس کی نسبت نہیں کی۔ جیسا کہ خطابی نے کی ہے۔ اس جواب سے بہت سے شبہات دور ہو جائیں گے جس کی بحث طول ہے۔ اور اس کی کوئی خاص توجیہ بھی ظاہر نہیں ہے۔ پس خدا ہی کی تعریف ہے کہ انھوں نے الہام کیا اور سکھایا۔

تشریح:- مولف اس مقام سے امام ترمذی کے ضابطے اور صلیح کو ذکر کر رہے ہیں۔ کہ جہاں وہ حسن کے ساتھ کسی اور وصف غریب وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں وہاں یہ تعریف مذکور مراد نہیں لیتے۔ جیسا کہ صرف صحیح یا صرف غریب میں۔ نیز انھوں نے صرف حسن کی تعریف ذکر کی ہے دیگر کو ترک کر دیا ہے۔ اس وجہ سے کہ رائج اور مشہور ہے اور حسن کی اس وجہ سے کہ وہ ذرا مشکل و غامض تھا یا اس وجہ سے امام ترمذی ایک نئی اصطلاح اس میں اختیار کر رہے ہیں جس سے لوگ واقف نہیں۔ اسی وجہ سے عندنا کہا ہے اور اس تعریف کی کسی محدث کی جانب نسبت نہیں کی۔ جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ ان کی اصطلاح ہے۔

حل عبارت: بہذا مراد اس سے ماقلنا فی کتابنا سے جو تعریف کی ہے۔ جس کی ابتدا کل حدیث مروی الخ

فلم يعرج. تعرج سے عرج علی الشی. اقام علی الشی بمعنی لم یمل.
اقتصر. صرف حسن کی تعریف کی ہے اپنی اصطلاح کے مقرر کرنے کی وجہ سے۔
اہل حدیث۔ مراد واقفین فن حدیث۔

بہذ التقرير۔ مراد دوسند کی صورت میں الگ الگ سند کے اعتبار سے حسن غریب ہونا۔
یسفر۔ اسفار سے ماخوذ بمعنی منکشف ہونا۔ یعنی ان شبہات کا بھی جواب ہو گیا جس کی کوئی
مضبوط توجیہ منکشف نہیں۔ یعنی مولف کے جواب سے سارے اعتراضات دفع ہو جائیں گے۔
وَزِيَادَةُ رَاوِيَهُمَا اَيُّ الْحَسَنِ وَالصَّحِيحِ مَقْبُولَةٌ مَا لَمْ تَقَعْ مَنَا فِيهِ لِرَوَايَةِ مَنْ هُوَ
اَوْثَقُ مِمَّنْ لَمْ يَذْكُرْ بَلْكَ الزِّيَادَةُ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ اِمَّا أَنْ تَكُونَ لَا تَنَافِي بَيْنَهُمَا وَ
بَيْنَ رَوَايَةِ مَنْ لَمْ يَذْكُرْهَا فَهَذِهِ تُقْبَلُ مُطْلَقًا لِأَنَّهَا فِي حُكْمِ الْحَدِيثِ الْمُسْتَقِلِ
الَّذِي يَتَقَرَّدُ بِهِ الثَّقَّةُ وَلَا يَرَوِيهِ عَنْ شَيْخِهِ غَيْرُهُ وَ اِمَّا أَنْ تَكُونَ مُنَافِيَةً بِحَيْثُ
يَلْزَمُ مِنْ قُبُولِهَا رَدُّ الرَوَايَةِ الْاُخْرَى فَهَذِهِ هِيَ الَّتِي يَقَعُ التَّرْجِيحُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ
مُعَارِضِهَا فَيُقْبَلُ الرَّاجِحُ وَيُرَدُّ الْمَرْجُوحُ.

ترجمہ :- اور ان دونوں یعنی حسن و صحیح کے رواۃ کی زیادتی مقبول ہے۔ جب کہ حواس
سے اوثق ہو اس کے خلاف روایت نہ ہو جس سے یہ زیادتی منقول نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ
زیادتی یا تو ایسی ہوگی کہ اس کے اور اس روایت کے درمیان کوئی منافات نہ ہوگی۔ تو یہ
مطلقاً قبول کی جائے گی چونکہ یہ مستقل اس حدیث کے حکم میں ہوگی جس میں ثقہ کا تفرد
ہو رہا ہو۔ اور اس نے اپنے شیخ سے اس کے علاوہ کوئی روایت نہ کی ہو۔ یا (زیادتی میں) ایسی
منافات ہوگی کہ اس کے قبول کرنے سے دوسرے کا رد کرنا ہوگا۔ بس یہی وہ صورت ہے
کہ اس کے اور اس کے معارض کے درمیان ترجیح کی شکل اختیار کی جاتی ہے۔ پس راجح کا
قبول اور مرجوح کو رد کر دیا جائے گا۔

آمرتج :- مولف اس مقام سے زیادتی متن کی تفصیل اور اس کی قسموں کو بیان کر رہے ہیں۔
کہ فض مقام پر زیادتی قبول کر لی جاتی ہے اور بعض مقام پر نہیں کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے
حدیث کی پانچ قسمیں ہیں۔ مقبول، محفوظ، شاذ، معروف، منکر۔

حل عبارت: مقبولة اصطلاح میں وہ حدیث ہے جو کسی ثقہ راوی کی زیادتی پر مشتمل

ہو جو اوثق کے خلاف نہ ہو۔ یعنی اوثق نے اس زیادتی کو ذکر نہ کیا ہو۔ اگر زیادتی مساوی ثقہ بیان کرے تو روایت میں توقف کیا جائے گا۔

تقع۔ ای الزیادۃ۔ لاتنافی۔ بمعنی لاتعارض۔

بینہا۔ یعنی وہ روایت جس میں زیادتی ذکر کی گئی ہے۔ فہذہ۔ الزیادۃ۔

مطلقاً۔ خواہ لفظ میں ہو یا معنی میں ہو۔ خواہ کوئی حکم شرعی متعلق ہو یا نہ ہو۔

ولایرویہ۔ تفرد کی تعریف یا تفسیر ہے۔

الترجیح۔ یعنی مرجح کے پائے جانے کی صورت میں اگر مرجح نہ ہو تو توقف کیا جائیگا۔

فیقبل۔ سب ترجیح کی وجہ راجح کو قبول اور مرجوح کو رد کر دیا جائے گا۔

وَ اَشْتَهَرَ عَنْ جَمِيعِ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْقَوْلُ بِقَبُولِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ وَ لَا يَتَأْتِي ذَلِكَ عَلَى طَرِيقِ الْمُحَدِّثِينَ الَّذِينَ يَشْتَرِطُونَ فِي الصَّحِيحِ اِلَّا اَنْ يَكُونَ شَاذًا ثُمَّ يَفْسَرُونَ الشُّذُوذَ بِمُخَالَفَةِ الثَّقَةِ مَنْ اَوْثَقَ مِنْهُ. وَالْعَجَبُ مِمَّنْ غَفَلَ عَنْ ذَلِكَ مِنْهُمْ مَعَ اعْتِرَافِهِ بِاشْتِرَاطِ اِنْتِفَاءِ الشُّذُوذِ فِي حَدِّ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ وَ كَذَلِكَ الْحَسَنُ.

ترجمہ:- بلا کسی تفصیل کے علماء کی ایک جماعت سے مطلقاً زیادتی کا قول منقول ہے۔ محدثین کے طریقہ پر یہ درست نہیں۔ جو کہ صحیح کے لئے شاذ کے نہ ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔ پھر شاذ کی یہ تعریف کرتے ہیں۔ جس میں ثقہ کسی اوثق کی مخالفت نہ کرے۔ تعجب ہے ان حضرات پر جو ان میں سے غافل ہیں۔ باوجودیکہ ان کو اعتراف ہے کہ صحیح میں شاذ نہ ہونے کی شرط ہے اسی طرح حسن میں بھی۔

تشریح:- مولف اس مقام سے ان پر رد کر رہے ہیں جو مطلقاً زیادتی کو قبول کر لیتے ہیں۔ کہ ان کا نظریہ اصول محدثین کے خلاف ہے۔ اور خود ان کے اس قول میں تعارض ہے کہ صحیح کے لئے شاذ نہ ہونا بھی تسلیم کرتے ہیں۔

حل عبارت: جمع من العلماء۔ مراد اس سے فقہاء و اصحاب حدیث ہیں جیسا کہ خطیب نے ذکر کیا ہے۔

لا ینافی۔ بمعنی لا یتستقیم ہے یعنی درست بات نہیں ہے۔

ممن غفل۔ جو محدثین کی اس شرط سے کہ صحیح کے لئے شاذ نہ ہونا شرط لازم ہے۔ غافل ہیں۔

مع اعترافہ۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے مقام پر وہ ملحوظ رکھتے ہیں کہ شاذ نہ ہونا حسن و صحیح کیلئے ثابت کرتے ہیں اور دوسری جانب او ثن کے خلاف روایت قبول کر لیتے ہیں۔
الحسن۔ مجرور ہے۔ عطف ہے الصحيح پر۔

وَالْمَنْقُولُ مِنْ أَيْمَةِ الْحَدِيثِ الْمُتَقَدِّمِينَ كَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَ يَحْيَى الْقَطَّانَ وَ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ وَ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيِّ وَ الْبُخَارِيَّ وَ أَبُو زُرْعَةَ الرَّازِيَّ وَ أَبِي حَاتِمٍ وَ النَّسَائِيَّ وَ الدَّارِ قُطْنِيَّ وَ غَيْرِهِمْ إِعْتِبَاراً لِلتَّرْجِيحِ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِالزِّيَادَةِ وَ غَيْرِهَا وَ لَا يُعْرَفُ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ إِطْلَاقُ قُبُولِ الزِّيَادَةِ وَ أَعْجَبَ مِنْ ذَلِكَ إِطْلَاقُ كَثِيرٍ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ الْقَوْلَ بِقُبُولِ زِيَادَةِ الثَّقَةِ مَعَ أَنَّ نَصَّ الشَّافِعِيِّ يَدُلُّ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ.

ترجمہ :- ائمہ حدیث مثلاً عبد الرحمن بن مہدی، یحییٰ بن القطان، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، امام بخاری، ابو زرعہ رازی، ابو حاتم، نسائی، دارقطنی وغیرہم سے زیادتی وغیرہ کی صورت ترجیح کا اعتبار منقول ہے۔ ان میں سے کسی سے بھی مطلقاً زیادتی کا قبول کرنا منقول نہیں ہے۔ بڑی حیرت ہے کہ بہت سے حضرات شوافع سے مطلقاً ثقہ کی زیادتی کا قبول کرنا منقول ہے۔ حالانکہ امام شافعی سے صراحتاً اس کے خلاف منقول ہے۔

تشریح :- مطلقاً زیادتی کا قبول کرنا جمہور محدثین کے خلاف ہونا بیان کر رہے ہیں جن میں بعض ماہرین فن کے ناموں کو بھی ذکر کیا ہے۔ بعض شوافع نے بھی مطلقاً زیادتی کو قبول کیا ہے اس پر رد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں خود امام شافعی نے بھی اسے قبول نہیں کیا پھر ان کے قبعین کس طرح قبول کر رہے ہیں اور امام کے خلاف راستہ اختیار کر رہے ہیں۔

حل عبارت :- والمنقول۔ یہ ترکیب میں مبتدا ہے۔ اور اعتبار والترجیح خبر ہے۔ ولا یعرف۔ مجہول کا صیغہ۔ القول۔ منصوب ہے۔

غیر ذلک۔ یعنی زیادتی کو مطلقاً قبول نہ کرنا۔

فَأَنَّهُ قَالَ فِي أَثْنَاءِ كَلَامِهِ عَلَى مَا يَعْتَبَرُ بِهِ حَالُ الرَّاوي فِي الضُّبْطِ مَا نَصَّهُ وَ

يَكُونُ إِذَا شَرِكَ أَحَدًا مِنَ الْحُقَاطِ لَمْ يُخَالَفَهُ فَإِنْ خَالَفَهُ فَوَجَدَ حَدِيثَهُ أَنْقَصَ
كَانَ فِي ذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى صِحَّةِ مَخْرَجِ حَدِيثِهِ وَ مَتَى خَالَفَ مَا وَصَفَ أَضُرَّ
ذَلِكَ بِحَدِيثِهِ أَنْتَهَى كَلَامُهُ . وَ مُقْتَضَاهُ أَنَّهُ إِذَا خَالَفَ فَوَجَدَ حَدِيثَهُ أَزِيدَ أَضُرَّ
ذَلِكَ بِحَدِيثِهِ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ زِيَادَةَ الْعَدْلِ عِنْدَهُ لَا يَلْزَمُ قُبُولُهَا مُطْلَقًا وَ إِنَّمَا يُقْبَلُ
مِنَ الْحُقَاطِ فَإِنَّهُ اِعْتَبَرَ أَنَّ يَكُونُ حَدِيثُ هَذَا الْمُخَالَفِ أَنْقَصَ مِنْ حَدِيثِ مَنْ
خَالَفَهُ مِنَ الْحُقَاطِ وَ جَعَلَ نَقْصَانِ هَذَا الرَّاوي مِنْ الْحَدِيثِ دَلِيلًا عَلَى صِحَّتِهِ
لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى تَحَرُّيهِ وَ جَعَلَ مَا عَدَا ذَلِكَ مُضِرًّا بِحَدِيثِهِ فَدَخَلَتْ فِيهِ الزِّيَادَةُ
فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَقْبُولَةً مُطْلَقًا لَمْ تَكُنْ مُضِرَّةً بِحَدِيثِ صَاحِبِهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ :- امام شافعی نے اس بحث کے دوران جہاں راوی کے ضبط کی بحث کی ہے فرمایا ہے
”جب راوی کسی حافظ کے ساتھ روایت میں شریک ہو تو اس کے مخالف نہ ہو۔ اگر اس نے
مخالفت کی اور اس کی حدیث میں کمی ہوئی تو یہ دلیل ہے کہ اس کی حدیث صحت سے خارج
ہے۔ اور جب راوی مخالفت کریگا اس کی جو میں نے ذکر کیا تو اس سے اس حدیث کو نقصان
پہونچے گا۔“ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جب راوی مخالفت کرے پھر اپنی حدیث کو حافظ کی
حدیث سے زائد پائے تو یہ (ممانعت کے ساتھ زیادتی) نقصان پہونچائے گا راوی کی
حدیث کی وجہ سے۔ بس دلالت کیا کہ ان کے نزدیک عادل کی زیادتی قبول کرنا لازم نہیں
ہے۔ البتہ حافظ کی زیادتی قبول کی جائیگی پس امام شافعی نے اعتبار کیا کہ اس مخالف کی روایت
انقص ہوگی اس کی مخالفت کی حدیث کے مقابلہ میں یعنی حافظ کی حدیث سے۔ اور انہوں نے
راوی حدیث کی کمی روایت کو صحت کی دلیل قرار دی ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کے احتیاط پر
دال ہے۔ اور اس کے غیر کو مضر روایت قرار دیا ہے۔ پس زیادتی داخل ہو جائے گی، پس اگر
زیادتی مطلقاً مقبول ہوتی تو صاحب زیادتی کی روایت مضر نہ ہوتی۔

تشریح :- اس مقام سے مولف بعض شواہع نے جو زیادتی کو مطلقاً قبول کر کے امام کے خلاف
عمل اختیار کر رہے ہیں خود امام شافعی کی عبارت سے اس کی تردید کر رہے ہیں۔
حل عبارت : فی اثناء کلامہ . جہاں ضبط راوی کی بحث ذکر کی ہے۔
مانصہ . یعنی اس کی عبارت سے منصوص ہے۔ مفہوم اور مطلب نہیں ہے۔

یکون۔ اسکا فاعل راوی ہے۔ لم یخالفہ۔ فاعل راوی مفعول حافظ ہے۔ یعنی حق یہ ہے کہ راوی حافظ کی مخالفت نہ کرے۔ زیادتی میں نہ نقصان میں۔ فان خالفہ۔ یعنی راوی حافظ کی۔ حافظ سے مراد اوثق یا ثقہ ہے۔ انقص۔ یعنی حافظ کی روایت سے کم۔

خالف۔ راوی۔ ما وصفت۔ ای ما ذکرث۔

مقتضاه۔ امام شافعی کے کلام کا خلاصہ۔ راوی عادل ثقہ و حافظ کے خلاف زیادتی نقل کرے تو یہ معتبر نہیں۔ ہاں کمی معتبر ہے۔ جو احتیاط کی دلیل ہے۔ پھر مسلک شافعی کے حاملین نے مطلقاً کس طرح قبول کر لیا۔

فانہ۔ یعنی امام شافعی۔ من الحفاظ۔ یہ بیان ہے من خالفہ کا۔

جعل۔ ای الشافعی۔ صحته۔ ان صحة الحديث۔

تحریرہ۔ تفعل سے۔ شدت احتیاط۔ ما عدا۔ نقصان کے علاوہ۔ یعنی زیادتی۔

فیہ۔ ای فی ما عدا ذلک۔ مطلقاً۔ یعنی خواہ اوثق کے خلاف زیادتی ہو یا نہ ہو۔

لم تکن۔ ای الزیادة۔ مضرة۔ یعنی باعث ضعف۔

مطلب یہ ہے کہ امام شافعی کے کلام کا خلاصہ معروف بالحفظ واثقہ کی زیادتی مطلقاً قابل قبول نہیں جیسا کہ ابو بکر صیرفی اور خطیب کا قول ہے۔ ہاں کمی معتبر ہے جو احتیاط کی دلیل ہے پھر مسلک شافعی کے حاملین نے مطلقاً زیادتی کو کس طرح تسلیم کر لیا۔ گویا انھوں نے اپنے امام و مقتدی کی مخالفت کی۔ جو شان اقتداء کے خلاف ہے۔

فَإِنْ خُولِفَ بِأَرْجَحَ مِنْهُ لِمَزِيدٍ ضَبْطٌ أَوْ كَثْرَةٌ عَدَدٍ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ مِنْ وَجْهِ التَّرْجِيحَاتِ فَإِلَّا رَاجِحٌ يُقَالُ لَهُ الْمَحْفُوظُ وَ مُقَابِلُهُ وَ هُوَ الْمَرْجُوحُ يُقَالُ لَهُ الشَّاذُّ مِثَالُ ذَلِكَ مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا تَوَفَّى عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ وَلَمْ يَدْعُ وَ ارْتَأَى إِلَّا مَوْلَى هُوَ أَعْتَقَهُ الْحَدِيثُ وَ تَابَعَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَلَى وَصْلِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ وَ غَيْرُهُ وَ خَالَفَهُ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ قَرَوَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ ابْنَ عَبَّاسٍ

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ الْمَحْفُوظُ حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ انْتَهَى كَلَامُهُ . فَحَمَادُ بْنُ زَيْدٍ مِنْ أَهْلِ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَمَعَ ذَلِكَ رَجَّحَ أَبُو حَاتِمٍ رِوَايَةَ مَنْ هُمْ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنْهُ وَ عُرِفَ مِنْ هَذَا التَّقْرِيرِ أَنَّ الشَّاذَّ مَا رَوَاهُ الْمَقْبُولُ مُخَالَفًا لِمَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ وَ هَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ فِي تَعْرِيفِ الشَّاذِّ بِحَسَبِ الْإِصْطِلَاحِ .

ترجمہ :- پس اگر ایسے ارنج کی مخالفت کی جائے جو ضبط یا کثرت عدویا اس کے علاوہ کسی وجہ ترجیح میں اس سے فائق ہو تو رائج کو اور اس کے مقابل کو مرجوح جسے شاذ کہا جاتا ہے۔ اسکی مثال ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی وہ مثال ہے جو ابن عیینہ کے طریق سے عمر بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباس مروی ہے کہ ایک شخص کی بعد نبوت وفات ہو گئی اس نے کوئی وارث سوائے غلام کے جس نے اسے آزاد کیا تھا نہیں چھوڑا تھا۔ الحدیث۔ ابن جریج وغیرہ نے اس حدیث کے موصول بیان کرنے میں ابن عیینہ کی متابعت کی اور حماد بن زید نے اس کی (وصل کی) مخالفت کی۔ پس عن عوسجہ روایت کی اور عن ابن عباس کو چھوڑ دیا (یعنی مرسل) ابو حاتم نے کہا کہ ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔ انتہی کلامہ۔ پس حماد بن زید اہل عدالت و ضبط میں ہے۔ اس کے باوجود ابو حاتم نے اس روایت کو ترجیح دی جو تعداد کے اعتبار سے اس سے اکثر ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ شاذ وہ ہے جس کو مقبول روایت کرے۔ اپنے سے فائق جو اس کی مخالفت کرتے ہوئے اصطلاح میں شاذ کی یہی تعریف معتبر ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف شاذ محفوظ کی تعریف مع مثالوں سے وضاحت کر رہے ہیں۔ کسی ثقہ راوی کی روایت ارنج کے خلاف ہو تو ثقہ کی روایت کو شاذ اور ارنج کو محفوظ کہا جائے گا۔ جیسے ابن عیینہ نے حضرت ابن عباس کے واسطے سے اس روایت کو موصول ذکر کیا ہے۔ ابن جریج نے بھی اسکی موافقت کی ہے۔ مگر ایک راوی حماد نے اسے مرسل ہی بیان کیا ہے۔ یعنی بلا واسطہ ابن عباس کے جو صحابی ہیں اور ابن عیینہ حماد کے مقابلہ میں ارنج ہے کثرت تعداد کی وجہ سے۔ اسی وجہ سے ابو حاتم نے ابن عیینہ کی حدیث کو رائج کہا جس سے یہ تو محفوظ ہو گیا اور حماد کی مرسل روایت شاذ ہو گئی۔

حل عبارت: خولف۔ مراد اس سے صحیح یا حسن کے راوی ہیں خواہ مخالفت سند میں ہو یا متن میں۔ بار جج۔ یعنی راوی ارنج کی۔ او غیر ذلک۔ مثلاً علو سند فقہ راوی وغیرہ۔

کثرہ عدد۔ خیال رہے کہ راوی کے حفظ و اتقان کے مقابلہ میں کثرت عدد اولی ہوتا ہے۔
المحفوظ۔ چونکہ خطا سے اکثر محفوظ رہتا ہے۔

مقابلہ۔ بکر الباء۔ معتقاً۔ بالفتح۔ غلام۔ آزاد کردہ۔
وصلہ۔ ای وصل هذا الحديث۔

رواہ۔ یعنی مرسل روایت کی۔ کلامہ۔ ”مراد ابو حاتم کا کلام۔“

اکثر عدداً۔ یعنی حماد کے مقابلہ میں ضابطہ ہے۔ اذا کثرت کانت اثبت من الواحد
الشاذ۔ ما رواه المقبول مخالفاً۔ خواہ مخالفت متن میں ہو یا سند میں۔

هذا الذي۔ یعنی جو میں نے ثابت کیا۔

المعتمد۔ جمہور اصولیین کے نزدیک یہی تعریف ہے صاحب مستدرک کے یہاں ارجح
کے مخالف ہونا شرط نہیں۔ امام احمد اور دیگر بعض محدثین کے نزدیک یہ تعریف ہے۔ جو
”سند واحد“ سے مروی ہو۔

وَ اِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ مَعَ الضَّعْفِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ الْمَعْرُوفُ وَ مُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ
الْمُنْكَرُ مِثَالُهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ مِنْ طَرِيقِ حَبِيبِ بْنِ حَبِيبٍ وَ هُوَ أَخُو حَمْزَةَ
ابْنِ حَبِيبٍ الزِّيَّاتِ الْمُقَرِّي عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْعِزَّارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ
وَ آتَى الزَّكَاةَ وَ حَجَّ الْبَيْتَ وَ صَامَ وَ قَرَأَ الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ . قَالَ أَبُو حَاتِمٍ
هُوَ مُنْكَرٌ لِأَنَّ غَيْرَهُ مِنَ الثَّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ مَوْقُوفاً وَ هُوَ الْمَعْرُوفُ وَ
عُرِفَ بِهَذَا أَنَّ بَيْنَ الشَّاذِّ وَ الْمُنْكَرِ عُمُومًا وَ خُصُوصًا مِنْ وَجْهِ لِأَنَّ بَيْنَهُمَا
اجْتِمَاعًا فِإِشْتِرَاطِ الْمُخَالَفَةِ وَ اِفْتِرَاقًا فِي أَنَّ الشَّاذَّ رَوَايَةُ ثِقَةٍ أَوْ صَدُوقٍ
وَ الْمُنْكَرُ رَوَايَةُ ضَعِيفٍ وَ قَدْ غَفَلَ مَنْ سَوَّى بَيْنَهُمَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ :- اگر مخالفت واقع ہے ضعف راوی کے ساتھ تو رائج کو معروف کہا جائے گا اور
اس کے مقابل کو منکر کہا جائے گا۔ اس کی مثال وہ ہے جس کو ابن ابی حاتم نے حبیب بن
حبیب جو حمزہ کے بھائی ہیں ابن حبیب الزیات المقری عن ابی اسحق عن العیزار بن حریش
عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے کہ جس نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا

کی بیت اللہ کا حج کیا اور روزہ رکھا اور مہمان کو کھلایا جنت میں داخل ہوگا۔ ابو حاتم نے کہا یہ منکر ہے۔ اس وجہ سے کہ اس کے علاوہ ثقہ نے ابو اسحاق سے موقوفہ روایت کی ہے۔ اور یہی مشہور ہے۔ اس سے سمجھ میں آگیا کہ شاذ اور منکر کے درمیان عموم من وجہ کا فرق ہے۔ چونکہ دونوں کے درمیان مخالفت کی شرط میں اشتراک ہے۔ اور فرق یہ ہے کہ شاذ میں ثقہ یا صادق کی روایت ہوتی ہے۔ اور منکر ضعیف کی اور وہ غافل ہے جس نے دونوں کو متساوی قرار دیا۔

تشریح:۔ اس مثال سے مولف معروف و منکر کی مثال بیان کر رہے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان من وجہ کا فرق ہے جنہوں نے دونوں کو متساوی قرار دیا اس کی تردید کر رہے ہیں۔ راوی ضعیف نے راوی ثقہ کی مخالفت کی ہے تو ثقہ کی روایت معروف اور ضعیف کی روایت منکر ہوگی۔ مثلاً کتاب میں دیکھئے ابو حاتم نے ابن عباس کے واسطے موصول روایت کی ہے اور اس کے علاوہ ثقہ نے ابو اسحاق سے اسی کو موقوفہ بیان کیا ہے لہذا موصول منکر اور موقوفہ معروف ہوگا۔

منکر اور شاذ کے درمیان من وجہ کا فرق ہے۔ اس کی دلیل اجتماع و افتراق کا جمع ہونا ہے۔ مخالفت کے ساتھ یہ اشتراک مادہ ہے۔ شاذ کا ثقہ منکر کا ضعیف ہونا یہ افتراقی مادہ ہے۔ لہذا تساوی کا قول جس کے قائل بعض ہیں درست نہیں۔

حل عبارت: منع الضعف۔ راوی ضعیف ہو سوء حفظ یا جہالت کی وجہ سے۔

حبیب۔ اولیاء کی تشدید کے ساتھ ثانی باء کی تخفیف کے ساتھ ہے۔

قری الضیف۔ فتح قاف کے ساتھ مہمانی کرنا۔

عرف ہذا۔ ماقبل کی تفصیل کہ شاذ کا راوی ثقہ منکر کا راوی ضعیف ہوتا ہے۔

وقد غفل من سوی۔ روئے ابن صلاح پر کہ دونوں کو مساوی قرار دیا ہے۔ اور منکر کو شاذ کہا ہے۔

منکر کی ایک اور تعریف: جس کا راوی نخش غلطی یا کثرت غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہو۔ خواہ ثقہ کی مخالفت کرے یا نہ کرے۔

وَمَا تَقَدَّمْ ذِكْرُهُ مِنَ الْفَرْدِ النَّسْبِيِّ إِنْ وَجَدَ بَعْدَ ظَنِّ كَوْنِهِ فَرْدًا قَدْ وَافَقَهُ غَيْرُهُ

فَهُوَ الْمُتَابِعُ بِكُسْرِ الْمُوَحَّدَةِ وَالْمُتَابِعَةُ عَلَى مَرَاتِبٍ إِنْ حَصَلَتْ لِلرَّأْيِ نَفْسُهُ
فَهِىَ التَّامَّةُ وَإِنْ حَصَلَتْ لِشَيْخِهِ فَمَنْ فَوْقَهُ فَهِىَ الْقَاصِرَةُ وَيُسَمَّى فَادُ مِنْهَا التَّقْوِيَةُ
مِثَالُ الْمُتَابِعَةِ التَّامَّةِ مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي "الْأَمِّ" عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ
صَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعَ وَعِشْرُونَ فَلَاتُصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ وَلَا
تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ فَهَذَا الْحَدِيثُ
بِهَذَا اللَّفْظِ ظَنُّ قَوْمٍ أَنَّ الشَّافِعِيَّ تَفَرَّدَ بِهِ عَنْ مَالِكٍ فَعَدَّوهُ فِي غَرَائِبِهِ لِأَنَّ
أَصْحَابَ مَالِكٍ رَوَوْهُ عَنْهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ بِلَفْظٍ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَقْدُرُوا لَهُ لَكِنْ
وَجَدْنَا لِلشَّافِعِيِّ مُتَابِعاً وَهُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْكَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ كَذَلِكَ أَخْرَجَهُ
الْبُخَارِيُّ عَنْهُ عَنْ مَالِكٍ وَهَذِهِ مُتَابِعَةٌ تَامَّةٌ.

ترجمہ:- فرد نسبی کا ذکر ماقبل میں کیا گیا ہے۔ اس کے فرد کے گمان کے بعد اگر اس کا
کوئی موافق پایا جائے تو اس کو متابع کہا جائے گا با کے کسرہ کے ساتھ۔ اور متابع کے چند
مراتب ہیں۔ اگر عین اسی راوی سے حاصل ہے تو اسے تامہ کہا جاتا ہے۔ اگر شیخ یا اوپر سے
حاصل ہے تو اسے قاصرہ کہا جاتا ہے۔ اور اس سے تقویت حاصل ہوتی ہے متابعت تامہ
کی مثال وہ ہے جسے امام شافعی نے کتاب الام میں نقل کیا ہے۔ کہ مالک نے ابن دینار کے
واسطے سے ابن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ
۲۹ دن کا (بھی) ہوتا ہے بس تا وقتیکہ چاند نہ دیکھ لو روزہ مت رکھو اور نہ روزہ ختم کرو۔
تا وقتیکہ چاند نہ دیکھ لو پس اگر بادل چھا جائے تو ۳۰ دن پورے کرو۔ پس اسی حدیث کو
امام مالک سے روایت کرنے میں ایک جماعت نے امام شافعی کو منفرد گمان کیا۔ بس انھوں
نے اسے غریب میں شمار کر لیا۔ چونکہ امام کے دیگر اصحاب اسی سند سے حدیث کو اس لفظ
کے ساتھ روایت کی ہے۔ "فان غم علیکم فاقدرؤا له" لیکن ہم نے امام شافعی کا متابع
پایا ہے۔ وہ محمد بن سلمہ القعنبی عن مالک کی روایت ہے۔ اسی طرح
امام بخاری نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے۔ یہ متابعت تامہ ہے۔

وَجَدْنَا لَهُ أَيْضاً مُتَابِعَةً قَاصِرَةً فِي صَحِيحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ مِنْ رِوَايَةِ عَاصِمِ بْنِ

مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَلَفْظٍ فَكَمَلُوا ثَلَاثِينَ وَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ بَلَفْظٍ فَأَقْدَرُوا ثَلَاثِينَ وَ لَا اقْتِصَارَ فِي هَذِهِ الْمُتَابَعَةِ سِوَاءَ كَانَتْ تَامَةً أَوْ قَاصِرَةً عَلَى اللَّفْظِ بَلْ لَوْ جَاءَتْ بِالْمَعْنَى لَكُنَّ مُخْتَصَّةً بِكُونِهَا مِنْ رِوَايَةِ ذَلِكَ الصَّحَابِيِّ.

ترجمہ:- نیز ہم نے اس کا متابعت قاصرہ بھی پایا ہے جو صحیح بن خزیمہ میں عاصم... کی روایت بن عمر کے واسطے سے ان لفظوں کے ساتھ ہے۔ ”فکملوا ثلاثین“ اور صحیح مسلم میں ابن عمر کے واسطے سے ان لفظوں کے ساتھ ہے۔ قدروا ثلاثین اور اس متابعت میں کوئی حصر نہیں خواہ تامہ ہو یا قاصرہ۔ اسی لفظ کے ساتھ حتی کہ معنی کے اعتبار سے آجائے تب بھی لیکن یہ خاص ہے کہ اسی صحابی کے ساتھ ہو۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف متابعت قاصرہ کی مثال جو خود مؤلف کی یافت ہے ذکر کر رہے ہیں۔

حل تعریف: اگر متابعت راوی کے شیخ سے اوپر میں ہو تو متابعت قاصرہ۔

حل عبارت: وجدنا له ای للمشافعی۔

لو جاءت ای المتابعة . لكنها ای المتابعة . یعنی متابع بکسر اور متابع بالفتح کے لئے ضروری ہے کہ دونوں ایک ہی راوی سے ہو۔

وَ إِن وَجَدَ مَنْ يُرَوِّى مِنْ حَدِيثِ صَحَابِيٍّ آخَرَ يَشْبَهُ فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنَى أَوْ فِي الْمَعْنَى فَقَطْ فَهُوَ الشَّاهِدُ وَ مِثَالُهُ فِي الْحَدِيثِ الَّذِي قَدَّمْنَاهُ مَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَ حَدِيثَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ سِوَاءَ فَهَذَا بِاللَّفْظِ وَ أَمَّا بِالْمَعْنَى فَهُوَ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بَلَفْظٍ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوا عِدَّةَ شُعْبَانَ ثَلَاثِينَ وَ خَصَّ قَوْمَ الْمُتَابَعَةِ مِمَّا حَصَلَ مَا لِلَّفْظِ سِوَاءَ كَانَ مِنْ رِوَايَةِ ذَلِكَ الصَّحَابِيِّ أَمْ لَا وَالشَّاهِدُ بِمَا حَصَلَ بِالْمَعْنَى كَذَلِكَ ” وَ قَدْ يُطْلَقُ الْمُتَابَعَةُ عَلَى الشَّاهِدِ وَ بِالْعَكْسِ وَ الْأَمْرُ فِيهِ سَهْلٌ “.

ترجمہ :- اگر کوئی ایسا متن پایا گیا جس میں دوسرے صحابی کی روایت لفظ اور معنی کے اعتبار سے مشابہ ہو۔ یا صرف معنی کے اعتبار سے ہو۔ تو وہ شاہد ہے۔ اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ جس کی روایت نسائی نے محمد بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ انھوں نے ذکر کیا عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر کی طرح۔ پس یہ شاہد لفظی ہے۔ اور بہر حال معنوی تو وہ ہے جس کی روایت بخاری نے محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ ان الفاظ سے کی ہے۔ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین۔ ایک جماعت نے متابعت کو خاص کیا ہے جو لفظوں کے ساتھ ہو۔ خواہ اس صحابی کی روایت ہو یا نہ ہو۔ اور شاہد وہ ہے جو معنی کے اعتبار سے ہو۔ کبھی متابعت کا اطلاق شاہد پر ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی اور یہ بات آسان ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف شاہد کی تشریح کر رہے ہیں۔ اور یہ کہ شاہد اور متابع کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ شاہد کی تعریف۔ وہ متن حدیث ہے جو فرد نسبی کے متن کے ساتھ موافق ہو خواہ لفظاً معنی دونوں یا صرف معنی ہو۔ جیسے نسائی کی حدیث ابن عباس موافق ہے امام شافعی کی ابن عمر والی حدیث کے اس لئے یہ اس کا شاہد ہوگی اور یہ لفظاً و معنی دونوں طرح موافق ہے۔ اور بخاری کی روایت جو ابن زیاد عن ابی ہریرہ ہے یہ معنی کی مثال ہے۔ خیال رہے کہ اس مقام پر ایک دوسری تحقیق یہ ہے کہ موافقت لفظی میں متابع اور متابع معنوی میں شاہد ہوگا۔

حل عبارت : متن۔ مراد فرد نسبی کا متن ہے جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔
فہو۔ یعنی مشابہ۔ ما قدمناہ۔ یعنی امام شافعی کی روایت۔ فہذا۔ یعنی الشاہد۔
خص۔ یعنی معنوی موافقت ہو خواہ صحابی وہی ہو یا نہ ہو۔

والامر فیہ سہل۔ مقصد اس سے تقویت کا حصول ہے خواہ شاہد کے طور پر ہو یا متابع ہو۔ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

وَأَعْلَمُ أَنَّ تَبَعِ الطَّرُقِ مِنَ الْجَوَامِعِ وَالْمَسَانِيدِ وَالْأَجْزَاءِ لِذَلِكَ الْحَدِيثِ الَّذِي يَظُنُّ أَنَّهُ فُرْدٌ لِيُعْلَمَ هَلْ لَهُ مُتَابِعٌ أَمْ لَا هُوَ الْإِغْتِبَارُ وَقَوْلُ ابْنِ صُلَاحٍ مَعْرِفَةُ الْإِغْتِبَارِ وَالْمُتَابِعَاتِ وَالشُّوَاهِدِ قَدْ يَرَاهُمْ أَنَّ الْإِغْتِبَارَ قَسِيمٌ لَهُمَا وَلَيْسَ كَذَلِكَ

بَلْ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ إِلَيْهِمَا وَ جَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ أَقْسَامِ الْمَقْبُولِ تَحْصُلُ فَايْدَةُ
تَفْسِيْمِهِ بِاِعْتِبَارِ مَرَاتِبِهِ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ وَاللَّهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ :- جاننا چاہئے کہ جوامع مسانید اجزاء کے طرق کی تلاش کرنا اس حدیث کے واسطے
جس کے متعلق گمان ہو کہ یہ فرد ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا متابع ہے کہ نہیں
اعتبار ہے۔ اور ابن صلاح کا یہ قول کہ معرفۃ الاعتبار والمتابعات والشواہد۔ یہ وہم پیدا کرتا
ہے کہ اعتبار ان دونوں کا تقسیم ہے۔ سوائی بات نہیں بلکہ ان دونوں کی طرف پہونچنے کی
ایک ہیئت ہے۔ اور مقبول کی تمام قسمیں جو ماقبل میں گزری ہیں انکی تقسیم کا فائدہ مراتب
کے اعتبار سے معارضہ کے وقت حاصل ہوتا ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف اولاً اعتبار کی تعریف کر رہے ہیں پھر ابن صلاح کے قول
سے پیدا شدہ وہم کو دور کر رہے ہیں۔ اعتبار۔ جوامع مسانید اور اجزاء کتب حدیث کی روایت
فرد کے متعلق یہ تلاش و جستجو کہ اسکو کسی دوسرے نے بھی روایت کیا ہے یا نہیں اعتبار ہے۔
حل عبارت : الجوامع۔ جامع کی جمع۔ جس میں آٹھ اہم مباحث پر مشتمل احادیث ہوں۔
بعضوں نے کہا جس کی ترتیب فقہی ابواب کی ترتیب کے موافق ہو۔ بعضوں نے کہا حروف
ہجائیہ کی ترتیب سے ابواب ہوں۔ جیسے کتاب الایمان پھر کتاب البر پھر کتاب الثواب۔
جیسے کنز العمال وغیرہ یا اوائل احادیث کی ترتیب حروف سے ہو جیسے سیوطی کی جامع صغیر۔
مسانید۔ جو اسماء صحابی کی ترتیب سے ہو جیسے مسند احمد بن حنبل، مسند ابو یعلیٰ۔

اجزاء۔ جس میں ایک باب یا شیخ کی احادیث جمع کی گئی ہو۔

متابع ام لا۔ اسی طرح شاہد کی تلاش۔

ہو۔ اسی کیفیت سے مقصد سے تلاش کرنا۔

قد یوہم۔ چونکہ انھوں نے الاعتبار والمتابعات کہا حالانکہ اعتبار
المتابعات والشواہد کہنا چاہئے تھا۔

الیہما۔ المتابع والشاہد۔ یعنی متابع اور شواہد کی طرف پہونچنے کا نام اعتبار ہے۔
تو قسم کیسے ہو سکتا ہے۔ قسم تو بتاؤں ہوتا ہے۔

وجمیعہ ما تقدم۔ مطلب یہ ہے کہ تعارض کے وقت ان قسموں کا فائدہ حاصل ہوگا۔

مثلاً صحیح لذاتہ صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ حسن لغیرہ میں لذاتہ کو تقدم حاصل ہوگا۔ چنانچہ احادیث کے مختلف مراتب صحیح حسن ضعیف کے درمیان ترجیح کا اعتبار ایک مسلم اصول ہے۔

ثُمَّ الْمَقْبُولُ يَنْقَسِمُ أَيْضًا إِلَى مَعْمُولٍ بِهِ وَغَيْرِ مَعْمُولٍ بِهِ لِأَنَّهُ إِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ أَيْ لَمْ يَأْتِ خَبَرٌ يَضَادُّهُ فَهُوَ الْمُحْكَمُ وَامْتِلَأَتْهُ كَثِيرَةٌ وَإِنْ غَوِضَ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يَكُونَ مُعَارِضُهُ مَقْبُولًا مِثْلَهُ أَوْ يَكُونَ مَرْدُودًا وَالثَّانِي لَا أَثَرُ لَهُ لِأَنَّ الْقَوِيَّ لَا يُؤَثِّرُ فِيهِ مُخَالَفَةُ الضَّعِيفِ وَإِنْ كَانَتْ الْمُعَارِضَةُ بِمِثْلِهِ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يُمَكِّنَ الْجَمْعُ بَيْنَ مَذْلُوكَيْهِمَا بِغَيْرِ تَعَسُّفٍ أَوْ لَا فَإِنْ أَمَكَّنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمَّى بِمُخْتَلَفِ الْحَدِيثِ.

ترجمہ :- پھر مقبول منقسم ہوتا ہے معمول بہ اور غیر معمول بہ کی طرف اسلئے کہ اگر وہ تعارض سے محفوظ ہے یعنی ایسی خبر نہیں آرہی ہے جو اس کے متضاد ہو۔ تو وہ محکم ہے۔ اور اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ اگر تعارض ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کا معارض وہ مقبول ہوگا جو اس کے مثل ہوگا۔ یا مردود ہوگا۔ ثانی کو کوئی اثر نہیں اس لئے قوی میں ضعیف کی مخالفت موثر نہیں ہوتی اگر تعارض مثل کے ساتھ ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو دونوں کے مدلول کے درمیان بلا کسی تکلف کے تطبیق ممکن ہوگیا نہیں اگر تطبیق ممکن ہے تو اس قسم کو مختلف الحدیث کہا جاتا ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف خبر مقبول کی دوسری قسم محکم۔ پھر مختلف الحدیث کی تشریح کر رہے ہیں۔ اس دوسری قسم کے تحت حدیث کی ۷ قسمیں ہیں۔

حل عبارت : معارضہ باہم حدیث پاک کا اس طور پر ہونا کہ ایک پر عمل کرنا دوسرے کے ترک کو مستلزم ہو۔

متعارض وہ حدیثیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو۔ محکم۔ وہ ہے جس کے خلاف و متعارض کوئی حدیث نہ ہو۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ اشد الناس عذاباً یوم القیمة یتشبہون بخلق اللہ۔ رواہ الحاکم

ان یکون معارضہ۔ را کے کسرہ کے ساتھ۔

مثله۔ یعنی صحیح یا حسن۔ الثانی۔ ای المرذود۔

لا اثر لہ۔ جب معارض ہی نہیں تو متعارض کیسے ہوگا۔
 یمن الجمع۔ مثلاً تاویل کی جائے یا تخصیص و تقیید کے ذریعہ۔
 تعسف۔ نامناسب و ناموضوع تاویل جو کھینچ تان کر کی جائے۔
 لا یمن۔ یعنی جمع و تطبیق ممکن نہ ہو یا ممکن تو ہو مگر تکلف سے۔
 فسو۔ حدیث معارض۔ جس کی تطبیق ممکن ہو۔

مختلف الحدیث۔ لام کے کسرہ کے ساتھ۔ بمعنی جس حدیث کا مفہوم و مدلول مختلف ہو۔ علامہ طبری نے ناخ منسوخ اور وہ حدیث جس پر ترجیح سے عمل کیا جائے اسی مختلف الحدیث میں داخل مانتا ہے۔

وَمَثَلُ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ بِحَدِيثٍ لَا عُدْوَى وَلَا طَبِيرَةَ مَعَ حَدِيثٍ فَرَّ مِنْ الْمَجْدُومِ
 فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ كِلَاهُمَا فِي الصَّحِيحِ وَظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ وَوَجْهُ الْجَمْعِ
 بَيْنَهُمَا أَنَّ هَذِهِ الْأَمْرَاضَ لَا تُعْدِي بِطَبْعِهِمَا لَكِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ مُخَالَطَةَ
 الْمَرِيضِ بِهَا لِلصَّحِيحِ سَبَبًا لِإِعْدَائِهِ مَرَضَهُ ثُمَّ قَدْ يَتَخَلَّفُ ذَلِكَ عَنْ سَبَبِهِ كَمَا
 فِي غَيْرِهِ مِنَ الْأَسْبَابِ كَذَا جَمَعَ بَيْنَهُمَا ابْنُ الصَّلَاحِ تَبَعًا لِغَيْرِهِ وَالْأَوَّلَى فِي
 الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا أَنَّ يُقَالُ أَنَّ نَفْيَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ سَلَّمَ
 لِلْعُدْوَى بَاقٍ عَلَى عُمُومِهِ وَقَدْ صَحَّ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ
 وَ سَلَّمَ لَا يَعْدِي شَيْ شَيْئًا وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِمَنْ عَارَضَهُ بِأَنَّ الْبَعِيرَ
 الْأَجْرَبَ يَكُونُ فِي الْإِبِلِ الصَّحِيحَةِ فَيَخَالِطُهَا فَتُجْرِبُ حَيْثُ رَدَّ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ فَمَنْ
 أَعْدَى الْأَوَّلَ يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ ابْتَدَأَ ذَلِكَ فِي الثَّانِي كَمَا ابْتَدَأَهُ فِي الْأَوَّلِ.

ترجمہ:- ابن صلاح نے یہ حدیث مثال میں پیش کی ہے۔ لا عدوی۔ مرض کا تعدیہ نہیں
 ہے۔ جس کا تعارض حدیث فر من المجذوم الخ مجذوم سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے
 بھاگتے ہو۔ کہ دونوں صحیح ہے اور بظاہر متعارض ہیں تطبیق کی توجیہ یہ ہے کہ یہ امراض
 بالطبع تو متعدی نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ مریض کی مخالطت سے تندرست کو بھی مرض
 پہنچنے کا سبب بنا دیتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا جیسا کہ اس کے علاوہ دوسرے اسباب
 سے۔ اسی طرح ابن صلاح نے بھی دونوں کے درمیان دوسروں کی اتباع کرتے ہوئے

تطبیق دی ہے (میرے نزدیک) دونوں کے درمیان تطبیق کی یہ صورت بہتر ہے کہ یہ کہا جائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیہ کی نفی کو عموم پر باقی رکھا ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ کسی شی کا تعدیہ نہیں ہوتا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اسکے بارے میں جس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ جب خارش اونیٹ مل جاتا ہے تو تندرست کو بھی خارش بنا دیتا ہے۔ تو آپ نے رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ پہلے کو کس نے پہونچایا یعنی اللہ تعالیٰ نے اسی نے دوسرے کو بھی ڈالا جس طرح اس نے پہلے کو ابتداء ڈالا تھا۔

تشریح :- اس مقام سے مولف مختلف حدیث کی مثال پیش کر رہے ہیں۔ کہ لا عدوی کا تعارض فر من المجدوم سے ہے۔ اور دونوں کے تطبیق کی ایسی صورت ہے کہ تعارض جاتا ہے۔ لا عدوی کا مفہوم ہے کہ مرض بالذات متعدی نہیں ہوتا۔ اور فر من المجدوم کا مطلب یہ ہے کہ مخالطت کے سبب اللہ پاک مرض متعدی کر دیتا ہے۔

حافظ کے نزدیک یہ حدیث اپنے عموم پر باقی ہے۔ کہ اس کے عموم کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہو رہی ہے۔

حل عبارت : لا عدوی۔ اعداء مصدر سے۔ دعویٰ کے وزن پر ہے۔ دوسرے تک تجاوز کرتا۔ لا طیری۔ علامہ نووی نے اسے عینۃ کے وزن پر اور صاحب النہایہ نے خیرۃ کے وزن پر کیا ہے۔ فر۔ راء کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ۔

جذام۔ مرض کوڑھ۔ جذم سے ماخوذ یعنی قطع۔ چونکہ اس مرض میں گوشت کٹ کر گرتا ہے فرارک۔ منصوب بنزع الخافض ہے کفرارک لہا۔

کلاهما صحیح۔ دونوں صحیح حدیث میں سے اول کی تخریج امام مسلم اور امام احمد نے اور ثانی کی تخریج شیخین نے کی ہے۔

لا اعداء له مرضه۔ اعداء باب افعال کا مصدر اور مرض اس کا مفعول ہے۔

ثم قد يتخلف ذلك۔ ای الا اعداء۔ عن سببه۔ ای مخالطة۔ یعنی کبھی مخالطت سے بھی تعدیہ نہیں ہوتا جیسا کہ عموماً تیمارداروں کو۔ معلوم ہوا کہ بالذات موثر نہیں۔ یعنی مخالطت سے تعدیہ کلیہ نہیں۔

رد علیہ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائل کے گمان پر کہ مخالطت سے تعدیہ ہوتا ہے

رد کرتے ہوئے کہا۔ کما ابتداءً۔ جس طرح اس نے پہلے اونٹ کو مریض کیا اسی طرح اس نے دوسرے کو بھی مرض دیا۔

وَأَمَّا الْأَمْرُ بِالْفِرَارِ مِنَ الْمَجْذُومِ فَمِنْ بَابِ سَدِّ الذَّرَائِعِ لِئَلَّا يَتَّفِقَ الشَّخْصُ الَّذِي يُخَالِطُهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ بِتَقْدِيرِ اللَّهِ تَعَالَى ابْتِدَاءً لَا بِالْعُدْوَى الْمَنْفِيَةِ فَيُظَنُّ أَنَّ ذَلِكَ بِسَبَبِ مُخَالَطَتِهِ فَيُعْتَقَدُ صِحَّةُ الْعُدْوَى فَيَقَعُ فِي الْحَرَجِ فَأَمَرَ بِتَجَنُّبِهِ حَسْمًا لِلْمَادَّةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَقَدْ صَنَّفَ فِي هَذَا النَّوعِ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ كِتَابَ اخْتِلَافِ الْحَدِيثِ لِكُنْهَ لَمْ يَقْصِدْ اسْتِيعَابَهُ وَصَنَّفَ فِيهِ بَعْدَهُ ابْنُ قُتَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُمَا.

ترجمہ:- بہر حال مجذوم سے بھاگنے کا حکم سو وہ سد ذرائع کے باب سے ہے تاکہ اختلاط کرنے والے شخص کو اس مرض میں سے کچھ اتفاقاً ہو جائے۔ جو اللہ کی تقدیر سے ہو نہ کہ تعدیہ کی وجہ سے تو وہ یہ گمان نہ کرے کہ اس اختلاط سے ہوا ہے۔ اور وہ یہ عقیدہ رکھ لے کہ مرض کا تعدیہ صحیح ہے۔ اور وہ حرج میں پڑ جائے۔

پس آپ نے عادۃً جاری شدہ کی بنیاد کو ختم کرنے کیلئے احتیاط کا حکم دیا۔ ”واللہ اعلم“ اس باب میں امام شافعی نے اختلاف الحدیث نام سے کتاب لکھی ہے۔ لیکن انھوں نے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا۔ اسکے بعد ابن قتیبہ اور امام طحاوی نے اور ان کے علاوہ نے لکھا۔ مقصد:- مولف مجذوم سے فرار کے حکم کی حکمت بیان کر رہے ہیں کہ یہ سد ذرائع کے قبیلہ سے ہے۔ یعنی اختلاط سے مرض ہو جائے تو وہ اختلاط ہی کو سبب مرض نہ سمجھ جائے اس لئے اختلاط سے ابتداءً آپ نے منع فرمادیا۔ تاکہ وہم فاسد کا سبب ہی منقطع ہو جائے۔ حل عبارت:- باب سد ذرائع یعنی اسباب کے دروازہ کو ہی بند فرمادیا جس سے سوء عقیدہ میں گرفتار ہو۔

یخالطہ یعنی مجذوم۔ شئی یتفق کا فاعل ہے۔

الحرج۔ تنگی۔ گناہ بد اعتقادی۔ بالذات مرض کو متعدی سمجھنا اہل سنت والجماعہ کے اصول کے خلاف ہے۔ اسی لئے اختلاط سے اولاً روک دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ارض طاعون میں جانے کی ممانعت ہے۔

لم يقصد۔ بمعنی عدم استیعاب کے ہے۔ ورنہ ان کے مقصد کا کیا علم۔

ابن قتیبہ۔ یہ امام بخاری و مسلم کے شیخ ہیں۔ امام طحاوی کی اس کتاب کا نام مشکل الآثار ہے۔
وَ اِنْ لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ فَلَا يَخْلُوا اِمَّا اَنْ يُعْرَفَ التَّارِيخُ اَوْ لَا فَاِنْ عُرِفَ وَ ثَبَتَ
الْمُتَاخِرُ بِهِ اَوْ بِاصْرَحَ مِنْهُوَ النَّاسِخُ وَالْآخِرُ الْمَنْسُوخُ وَالنَّسْخُ رَفْعٌ تَعْلُقُ
حُكْمٍ شَرْعِيٍّ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ مُتَاخِرٍ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ الْمَذْكُورِ وَ تَسْمِيَّتُهُ
نَاسِخًا مَجَازٌ لِأَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى وَ يُعْرَفُ النَّسْخُ بِأُمُورٍ
أَصْرَحَهَا مَا وَرَدَ فِي النَّصِّ كَحَدِيثِ بُرَيْدَةَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ
زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَمَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ وَ مِنْهَا مَا يَجْزِمُ الصَّحَابِيُّ بِأَنَّهُ مُتَاخِرٌ
كَقَوْلِ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ سَلَّمَ تَرَكَ الْوُضُوءَ مِمَّا مَسَّتُهُ النَّارُ أَخْرَجَهُ أَصْحَابُ السُّنَنِ.
ترجمہ:- اگر دونوں کے درمیان جمع اور تطبیق ممکن نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو
تاریخ کی معرفت ہوگی یا نہیں اور معرفت ہو جائے اور متاخر ہونا ثابت ہو جائے یا اس سے
زاید کوئی صریح امر معلوم ہو جائے تو یہ ناسخ منسوخ ہے۔ نسخ کے معنی حکم شرعی کا اٹھ جانا
ہے۔ کسی ایسی دلیل شرعی سے جو اس سے متاخر ہو۔ ناسخ وہ ہے جو رفع مذکور پر دلالت
کرے۔ اور اس کا ناسخ نام رکھنا مجاز ہے۔ اس لئے کہ ناسخ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے۔
اور نسخ چند امور سے پہچان لیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ صریح وہ ہے جو خود نص میں واقع ہو
جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت بریدہ کی حدیث میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا پس
ار۔ زیارت کیا کرو یہ آخرت کو یاد دلانے والی ہے۔ اسی میں سے وہ بھی ہے جو صحابی یقین
کے ساتھ بیان کرے کہ یہ متاخر ہے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول۔ آخری
عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماست النار سے وضو نہ کرنے کا تھا اس کی تخریج اصحاب
سن نے کی ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے ناسخ و منسوخ کی تعریف و مثال بیان کر رہے ہیں۔
تعریف:- وہ حدیث ہے جو صحت کے درجہ میں برابر ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو مگر تاریخ یا
عمل سے ایک دوسرے کا مقدم و موخر معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونا ثابت ہو جائے۔

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے۔

حل عبارت :- فان عرف۔ یعنی خود نص سے مقدم و موخر ہونے کا علم ہو جائے۔

اصرح۔ یعنی تاریخ سے زیادہ صریح۔

نسخ لغت میں مٹانا۔ زائل کرنا۔ اصطلاح میں کسی حکم شرعی کو اٹھا دینا۔ اس کا تعلق امر سے ہوتا ہے خبر سے نہیں۔

مجازاً۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے غیر کو ناسخ ماننا خلاف حقیقت ہے۔

فی النص۔ کتاب و سنت دونوں کو شامل ہے۔ سنن۔ یعنی سنن اربعہ۔

و مِنْهَا مَا يُعْرَفُ بِالتَّارِيخِ وَ هُوَ كَثِيرٌ وَ لَيْسَ مِنْهَا مَا يَرْوِيهِ الصَّحَابِيُّ الْمَتَأَخِّرُ
الْإِسْلَامَ مُعَارِضاً لِلْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ سَمِعَهُ مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ
أَقْدَمَ مِنَ الْمُتَقَدِّمِ الْمَذْكُورِ أَوْ مِثْلَهُ فَأَرْسَلَهُ لَكِنْ إِنْ وَقَعَ التَّصْرِيحُ بِسَمَاعِهِ لَهُ
مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَيَتَجَهَّ أَنْ يَكُونَ نَاسِخًا
بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ لَمْ يَتَحَمَّلْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ
شَيْئًا قَبْلَ إِسْلَامِهِ وَ أَمَّا الْإِجْمَاعُ فَلَيْسَ بِنَاسِخٍ بَلْ يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ.

ترجمہ :- اور انہیں میں سے وہ ہے جو تاریخ سے معلوم ہو۔ اور اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ اور یہ نسخ میں داخل نہیں جو متاخر الاسلام صحابی سے سنا ہو مقدم مذکور صحابی سے بھی پہلے کا ہو۔ یا اسی کے مثل۔ پس اس نے ارسال کر دیا ہو۔ لیکن اگر صراحۃً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا ثابت ہو جائے تو ناسخ کی توجیہ کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس نے اسلام سے قبل اسلام کی کسی روایت کا تحمل نہ کیا ہو۔ اور بہر حال اجماع تو وہ ناسخ نہیں بلکہ نسخ پر دال ہے۔

مقصد: مقدم الاسلام اور متاخر الاسلام صحابی کی متعارض روایت سے جو نسخ کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا اس مقام سے ازالہ فرما رہے ہیں۔ کہ موخر مقدم کے حق میں ناسخ ہوتا ہے۔ نسخ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ مقدم صحابی روایت نقل کرتے ہیں اور صحابی کے بجائے سیدھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ اگر بلا واسطہ روایت کی تصریح کر دیں تو نسخ کا احتمال ہو سکتا ہے۔

حل عبارت: منها۔ وہ امور جن سے نسخ کا علم ہوتا ہے۔

تاریخ کے ذریعہ نسخ کی مثال۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول افطر الحاجم والمحجوم۔ اور ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم احتجمہ۔ امام شافعی نے فرمایا کہ نسخ ہے چونکہ سن ۸ ہجری کا واقعہ ہے اور اول سن ایک ہجری کا فرمان مبارک ہے۔

معارضاً بکسر رافاعل کا صیغہ ہے۔

ان یکون۔ ای المتاخر۔ سمعہ ای ما یرویہ یعنی مرویات۔

ارسلہ۔ یعنی صحابی جس سے سنا اس کے نام کو حذف کر کے سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دی۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں بکثرت ہے۔ بشرط ان یکون لم یتحمل۔ اس لئے کہ اگر اس نے اسلام سے قبل ٹھل کیا اور روایت اسلام کے بعد کی تو یہ درست ہے۔

اما الاجماع۔ اجماع جو امت کی جانب سے ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے لئے نسخ نہیں۔ اور یہ بھی تو جہیہ ہو سکتی ہے کہ اجماع بعد وفات معتبر ہے۔ اور بعد وفات نسخ نہیں۔ اس لئے اجماع نسخ تو نہیں البتہ مظہر نسخ ہوتا ہے۔ سخاوی کا قول ہے کہ اجماع نہ آپ کی حیات میں اور نہ بعد وفات نسخ کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اجماع سے دلالت نسخ کی مثال چوتھی مرتبہ کے شارح خمر کا قتل ہے کہ یہ اجماع سے منسوخ ہے۔

وَ اِنْ لَمْ يُعْرِفِ التَّارِيخُ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُمَكِّنَ تَرْجِيْحُ اَحَدِهِمَا عَلٰى الْاٰخَرِ بِوَجْهِ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْمَتْنِ اَوْ بِالْاِسْنَادِ اَوْ لَا فَاِنْ اَمَكَّنَ التَّرْجِيْحُ تَعَيَّنَ الْمُصَيِّرُ اِلَيْهِ وَالْاَفْلَاقُ فَصَارَ مَا ظَاهَرُهُ التَّعَارُضُ وَاَقْعًا عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ الْجَمْعُ اِنْ اَمَكَّنَ فَاَعْتَبَارُ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ فَالتَّرْجِيْحُ اِنْ تَعَيَّنَ ثُمَّ التَّوَقُّفُ عَنِ الْعَمَلِ بِاَحَدِ الْحَدِيْثَيْنِ وَالتَّعْبِيْرُ بِالتَّوَقُّفِ اَوَّلٰى مِنَ التَّعْبِيْرِ بِالتَّسَاقُطِ لِاَنَّ خِفَاءَ تَرْجِيْحِ اَحَدِهِمَا عَلٰى الْاٰخَرِ اِنَّمَا هُوَ بِالنَّسْبَةِ لِلْمُعْتَبَرِ فِي الْحَالَةِ الرَّاهِنَةِ مَعَ اِحْتِمَالِ اَنْ يُّظْهَرَ لِغَيْرِهِ مَا خَفِيَ عَلَيْهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ترجمہ:- پس اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا ترجیح کی صورتوں میں سے کسی صورت سے جس کا تعلق متن یا اسناد سے ممکن ہو گا یا

نہیں اگر ترجیح ممکن ہو تو اسی کا اختیار کرنا متعین ہے۔ ورنہ تو پھر نہیں۔ پس جس کے ظاہر میں تعارض ہو اسی ترتیب سے واقع ہوگا کہ تطبیق دی جائے گی اگر ممکن ہو۔ پھر ناخ و منسوخ کا اعتبار کرنا ہوگا۔ پھر ترجیح اگر ممکن ہو سکے تو یہ معین ہے۔ پھر توقف عمل ہے دو حدیثوں میں سے ایک پر۔ اور توقف کی تعبیر تساقط کی تعبیر سے بہتر ہے اس لئے ایک کا دوسرے پر ترجیح کا مخفی ہونا موجودہ حالت میں معتبر کے اعتبار سے ہے اس احتمال کے ساتھ کہ کسی دوسرے پر یہ مخفی ظاہر ہو جائے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

مقصد: مولف اس مقام سے مقبول کی پانچویں اور چھٹی قسم رائج و مرجوح اور متوقف فیہ اپنے انداز سے بیان کر رہے ہیں۔ رائج مرجوح۔ وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں نہ تطبیق ممکن نہ تقدم و تاخر کا علم ہو مگر ترجیح ممکن ہو تو جس کو ترجیح دی جائے گی وہ رائج جس پر ترجیح دی جائے مرجوح کہا جاتا ہے۔ متوقف فیہ۔ وہ متعارض حدیثیں جو صحت میں برابر ہوں۔ نہ تطبیق ممکن ہو نہ تقدم و تاخر کا علم ہو نہ ترجیح دی جاسکتی ہو۔

حل عبارت: ترجیح۔ کسی شی کو رائج قرار دینا۔ اصلاح میں معارض پر قوت کی علامتوں کا پایا جانا۔ بالاسناد۔ سند کی وجہ ترجیح مثلاً اصح ہونا۔ ثقہ ہونا راوی کا فقیہ ہونا وغیرہ۔

والآ۔ یعنی وان لم یکن الترجیح۔ فلا۔ ای فلا یتعین المصیر الی الترجیح۔ بل یتوقف۔ ظاہرہ۔ یعنی بظاہر۔ اس لئے کہ واقع اور حقیقت کے اعتبار سے دونوں میں تعارض نہیں ہوتا۔

علیٰ هذا الترتیب۔ یعنی اولاً تطبیق کی شکل۔ پھر تقدم و تاخر کے معلوم ہونے کی صورت میں ناخ و منسوخ پھر ترجیح کی صورت ورنہ تو پھر توقف کی صورت اور یہ آخری شکل ہے۔

الجمع ان امکن۔ ای اختیار الجمع ان امکن۔ فاعتبار۔ فاعتقوبہ ہے۔ یعنی جمع ممکن نہ ہو پھر ناخ کا اعتبار۔ ثم التوقف۔ یعنی اس وقت تک توقف کیا جائے گا جب کہ اس کا حکم اور اس کا مفہوم واضح نہ ہو جائے۔

والتعبیر۔ یعنی تساقط کے مقابلہ میں توقف کی وجہ ذکر کر رہے ہیں کہ مشہور قاعدہ اذا

تعارضات ساقط کے اعتبار سے متساوی نہیں رکھا اس لئے کہ اس میں سقوط تھوڑے ہی ہوتا ہے سب ترجیح کے عدم ظہور کی وجہ سے معاملہ عمل کر رہا ہے۔

فالنسبة للمعتبر۔ یعنی اس معتبر کے اعتبار سے اس میں توقف ہے۔ دوسرے کے اعتبار سے نہیں چونکہ احتمال ہے کہ کوئی صاحب بصیرت اس پر واقف ہو یا آئندہ کسی پر ظاہر ہو جائے اور توقف جاتا رہے۔

الحالة الراهنه۔ ای الحالة الحاضرة۔ مرہن بمعنی دام اور ثبت۔ یعنی یہ توقف اور جس حاضر کے اعتبار سے ہے کہ نہ دائماً۔

ان یظہر۔ یعنی اس مخفی شی کا علم ہو جائے جسکی وجہ سے توقف ہوا کہ فوق کل ذی علم علیم۔
ثُمَّ الْمَرْدُودُ . وَ مُوجِبُ الرَّدِّ أَمَّا أَنْ يَكُونَ لِسَقْطٍ مِنْ إِسْنَادٍ أَوْ طَعْنٍ فِي رَأْيٍ عَلَى إختِلَافٍ وَجْهِهِ الطَّعْنِ أَعْمٌ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِأَمْرِ يَرْجِعُ إِلَى دِيَانَةِ الرَّائِي أَوْ إِلَى ضَبْطِهِ فَالسَّقْطُ أَنْ يَكُونَ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ مِنْ تَصَرُّفٍ مُصَنَّفٍ أَوْ مِنْ آخِرِهِ أَيْ الْإِسْنَادِ بَعْدَ التَّابِعِيِّ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ فَلَاوَلَّ الْمُعْلَقِ سَوَاءٌ كَانَ السَّقْطُ وَاحِدًا أَمْ أَكْثَرَ وَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْمُفْضَلِ الْآتِي ذِكْرُهُ عُمُومٌ وَ خُصُوصٌ مِنْ وَجْهِ فَمِنْ حَيْثُ تَعْرِيفِ الْمُفْضَلِ بَأَنَّهُ سَقَطَ مِنْهُ إِثْنَانِ فَصَاعِدًا يَجْتَمِعُ مَعَ بَعْضِ صُورِ الْمُعْلَقِ وَ مِنْ حَيْثُ تَقْيِيدِ الْمُعْلَقِ بَأَنَّهُ مِنْ تَصَرُّفِ الْمُصَنَّفِ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ يَفْتَرِقُ عَنْهُ إِذَا هُوَ أَعْمٌ مِنْ ذَلِكَ .

ترجمہ :- پھر مردود اور اسباب رد یا تو سقط سند کی وجہ سے ہو یا طعن راوی کی وجہ سے وجوہ طعن کے اختلاف کے ساتھ عام ہو اس طرح کہ اس کا مرجع خواہ راوی کی دیانت ہو یا ضبط۔ پھر سقط یا تو مصنف کے تصرف سے ابتداء سند میں ہو گایا آخر سند میں تابعی کے بعد ہو گایا اس کے علاوہ کوئی صورت ہوگی۔ تو اول کا نام معلق ہوگا برابر ہے خواہ ساقط ہونے والا ایک ہو یا زائد۔ اس کے اور معضل جس کا ذکر آگے آ رہا ہے عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ پس معضل کی تعریف کی حیثیت سے کہ دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہو معلق کی بعض صورتوں کے ساتھ۔ اور معلق میں اس قید کی حیثیت کے ساتھ۔ کہ مبادی سند میں مصنف کے تصرف سے سقوط ہو۔ جدا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اس سے عام ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مردود اور اس کی اقسام کا ذکر کر رہے ہیں۔ یعنی معلق، مرسل، معضل، منقطع۔

خیال رہے کہ کسی حدیث کے ناقابل قبول۔ رد کے یہ اسباب ہیں۔ (۱) سقط۔ (۲) طعن۔ راوی کا سند میں حذف یا جھوٹ مانا سقط ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں سقط واضح۔ سقط خفی۔ سقط واضح کے اعتبار سے حدیث مردود کی چار قسمیں ہیں۔ معلق، مرسل، معضل، منقطع۔ معلق۔ جس کی سند کا ابتدائی حصہ مصنف کے تصرف سے حذف کر دیا گیا ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

حَل عبارت: المردود۔ جس کو قبول کرنے سے روک دیا گیا ہو۔ اس پر عمل کرنا درست نہیں۔

اما ان یکون ای مردہ یا موجب رد یعنی رد یا رد کا موجب۔ سقط۔ راوی کا حذف ہونا۔ فی راوی یعنی سند کے راوی۔ وجوہ الطعن۔ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

من مبادی السند۔ یعنی آغاز سند۔ من تبعیضیہ ہے۔ یعنی مصنف کے تصرف کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔

من آخرہ۔ ای آخر السند۔ بعد التابعی۔ یعنی وہ راوی جو تابعی کے بعد ہو۔ غیر ذلک۔ یعنی اول اور آخر کی قید کے بغیر۔ الاول جہاں حذف ابتداء سند سے ہو۔ ام اکثر۔ ایک سے زائد حتیٰ کہ اگر ساری سند بھی حذف کر دی گئی تب بھی معلق کا اطلاق ہوتا ہے۔ بینہ و بین المعضل۔ یعنی معلق و معضل کے درمیان نسبت ان وجہ کی ہے۔ آغاز سند سے متعدد راوی ساقط ہو گئے تو معلق و معضل دونوں ہو گئے۔ اگر صرف اوائل سند سے ہو تو معلق خواہ ایک راوی ہو یا متعدد اگر درمیان سند سے ہو تو معضل۔

وَمِنْ صُورِ الْمُعْلَقِ أَنْ يَحْذِفَ جَمِيعَ السَّنَدِ وَيُقَالُ مَثَلًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَ مِنْهَا أَنْ يَحْذِفَ إِلَّا الصَّحَابِيَّ أَوْ إِلَّا التَّابِعِيَّ وَ الصَّحَابِيَّ مَعًا وَ مِنْهَا أَنْ يَحْذِفَ مَنْ حَدَّثَهُ وَ يُضِيفُهُ إِلَى مَنْ فَوْقَهُ فَإِنْ كَانَ مِنْ فَوْقِهِ شَيْخًا لِذَلِكَ الْمُصَنِّفِ فَقَدْ اخْتَلَفَ فِيهِ هَلْ يُسَمَّى تَعْلِيقًا أَوْ لَا وَ الصَّحِيحُ

فِي هَذَا التَّفْصِيلِ فَإِنْ عُرِفَ بِالنَّصِّ أَوِ الْإِسْتِقْرَاءِ أَنَّ فَاعِلَ ذَلِكَ مُدَلِّسٌ قُضِيَ بِهِ وَ
الْأَفْتَعْلِقُ وَإِنَّمَا ذُكِرَ التَّعْلِيقُ فِي قِسْمِ الْمَرْدُودِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوفِ وَقَدْ
يُحْكَمُ بِصِحَّتِهِ إِنْ عُرِفَ بِأَنْ يَجِيئَ مُسَمًّى مِنْ وَجْهِ آخَرَ.

ترجمہ:- معلق کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمام سند حذف کر دی جائے۔ مثلاً
یوں کہا جائے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی میں یہ بھی ہے کہ حذف کر دیا
جائے سوائے صحابی یا تابعی کے یا صحابی تابعی دونوں کے سوا۔ اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ
حدیث روایت کرے اور اپنے اوپر کی طرف نسبت کر دے پس جو اوپر ہے اس کا شیخ ہے
تو اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام تعلیق رکھا جائے گا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس میں
تفصیل ہے اگر نص یا استقراء سے معلوم ہو جائے اس کا کرنے والا مدلس ہے تو تدلیس کا
حکم لگایا جائے گا۔ ورنہ معلق ہو گا۔ اور معلق کو مردود کی قسم میں مانا گیا ہے۔ محذوف کے
حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے۔ اگر کسی دوسرے مقام پر تعیین کر دی گئی ہو تو اس پر
بھی صحیح کا حکم لگادیا جائے گا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف تعلیق کی مختلف صورتوں اور قسموں کو بیان کر رہے ہیں۔
اس کی کئی قسمیں ہیں: (۱) بلا واسطہ معلق قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ
دے۔ (۲) صحابی یا تابعی کے سوا سب کو حذف کر دیا جائے۔ (۳) صحابی و تابعی دونوں کے
علاوہ سب کو حذف کر دیا جائے۔ جیسے عن الاعرج عن ابی ہریرہ۔ (۴) اپنے شیخ جس
سے روایت کی ہے حذف کر دے۔ شیخ کے شیخ کی طرف نسبت کر دے۔ لیکن اب اگر اوپر
کا شیخ اس کا استاذ ہے تو اس میں اختلاف ہے تحقیق یہ ہے کہ ایسا کرنے والا کوئی مدلس ہے تو
مدلس ورنہ معلق کہا جائے گا۔

معلق مردود میں داخل ہے۔ اس کے مردود ہونے کی وجہ۔ راوی محذوف کا مجہول
الحال ہونا ہے۔ معلق کو کبھی خارجی اسباب و قرائن کی وجہ سے قبول کر لیا جاتا ہے۔ اگر
دوسری سند میں راوی محذوف کی تعیین ہو جائے اور ضابطہ صحت کے موافق ہو تو اسے
صحیح میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

حل عبارت: ان یحذف۔ یعنی تمام سند کے رواۃ کو

من حدثہ۔ یعنی جس سے وہ روایت کر رہا ہے۔ یعنی شیخ کو۔

بالنص۔ یعنی ائمہ حدیث کی تصریح سے۔ ذلک۔ یعنی الحذف۔

مدلس۔ لام کے کسرہ کے ساتھ۔ والا۔ ای ان لم یعرف انہ مدلس۔

مسمیٰ۔ ای موصوفاً باسمہ ونسبہ۔ محذوف راوی کے نام ونسب کی تعیین ہو جائے۔

فَإِنْ قَالَ جَمِيعُ مَنْ أَخَذَهُ ثِقَاتٌ جَاءَتْ مَسْئَلَةُ التَّعْدِيلِ عَلَى الْإِبْهَامِ وَ عِنْدَ الْجُمْهُورِ لَا يُقْبَلُ حَتَّى يُسَمَّى لَكِنْ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ هُنَا إِنْ وَقَعَ الْحَذْفُ فِي كِتَابِ التَّزَمَتْ صِحَّتُهُ كَالْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ فَمَا أَتَى فِيهِ بِالْجَزْمِ دَلٌّ عَلَى أَنَّهُ ثَبَتَ إِسْنَادُهُ عِنْدَهُ وَ إِنَّمَا حَذَفَ لِعَرَضٍ مِنَ الْأَغْرَاضِ وَ مَا أَتَى فِيهِ بِغَيْرِ الْجَزْمِ فَفِيهِ مَقَالٌ وَ قَدْ أَوْضَحْتُ أَمِثْلَهُ ذَلِكَ فِي النُّكْتِ عَلَى ابْنِ الصَّلَاحِ.

ترجمہ:- پس وہ اگر یہ کہے جن تمام راویوں کو میں نے حذف کیا ہے وہ سب ثقہ ہیں تو یہ مسئلہ تعدیل مبہم کا ہے یہ بہہور کے نزدیک غیر مقبول ہے تاوقتیکہ نام متعین نہ کر دی جائے۔ لیکن ابن صلاح نے کہا کہ اگر حذف اس کتاب میں واقع ہو جس میں صحت کا التزام کیا گیا ہو تو جیسے بخاری مسلم۔ پس جو اس میں یقین کے ساتھ ہو تو اس کی دلالت اس بات پر ہے کہ اس کی سند اس کے نزدیک ثابت ہے۔ اور کسی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا ہے اور جو بغیر تعیین کیساتھ ہو تو اس میں کلام کی گنجائش ہے۔ میں نے ان کی مثالوں کو نکت بن صلاح (کتاب کا نام) میں ذکر کیا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف معلق کی اس صورت کو بیان کر رہے ہیں جس میں مصنف تمام رواۃ حدیث جو محذوف ہو اس کو ثقہ قرار دے۔ محدثین نے اسے تعدیل مبہم قرار دیا ہے۔ جمہور نے اسے قبول نہیں کیا ہے تاوقتیکہ متعین نہ ہو جائے خطیب بغدادی نے ذکر کیا ہے کہ تعدیل مبہم بلا تعیین اسم کے قبول نہیں۔ ابن صلاح نے کہا کہ جن مولفین نے صحت کا التزام کیا ہے ان کے وہ تعلیقات جو یقینی کلمات مثلاً قال ذکر وغیرہ کے ساتھ مذکور ہوں تو وہ صحیح اور مقبول ہوں گے اور جو قیل کے ساتھ ہوں وہ غیر مقبول ہوں گے۔

حل عبارت: قوله جاء ت. یہ ناقصہ ہے۔ جیسے جاءت حاجتک۔

یسمی۔ نام ونسب کی تعیین۔ الجمہور۔ اسی میں خطیب اور ابو بکر صیرنی بھی داخل ہیں۔

ما اتی۔ اس کا فاعل یا تو الکتاب یا صاحب کتاب قرار دیا جائے۔

بالجزم۔ صیغہ جزم کے ساتھ۔ جیسے قال ذکر۔ روی۔

عرض۔ مثلاً خوف تکرار ہو یا اختصار پیش نظر ہو۔

بغیر الجزم۔ صیغہ مجہول کے ساتھ مثلاً ید کر یا روی

النکت۔ کتاب کا نام ہے نکت علی ابن صلاح۔

وَالثَّانِي وَهُوَ مَا سَقَطَ عَنْ آخِرِهِ مِنْ بَعْدِ التَّابِعِي هُوَ الْمُرْسَلُ وَ صُورَتُهُ أَنْ يَقُولَ التَّابِعِيُّ سَوَاءً كَانَ كَبِيرًا أَوْ صَغِيرًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ كَذَا أَوْ فَعَلَ كَذَا أَوْ فَعَلَ بِحَضْرَتِهِ كَذَا أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ وَ إِنَّمَا ذَكَرَ فِي قِسْمِ الْمَرْدُودِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوفِ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ صَحَابِيًّا وَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ تَابِعِيًّا وَ عَلَى الثَّانِي أَنْ يَكُونَ ضَعِيفًا وَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ ثِقَةً وَ عَلَى الثَّانِي يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ حَمَلًا عَنْ الصَّحَابِيِّ وَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ حَمَلًا عَنْ تَابِعِيٍّ آخَرَ وَ عَلَى الثَّانِي فَيَعُودُ الْإِحْتِمَالُ السَّابِقُ وَ يَتَعَدَّدُ إِمَّا بِالتَّجْوِيزِ الْعَقْلِيِّ فَإِلَى مَا لَا نِهَايَةَ لَهُ وَ إِمَّا بِالِاسْتِقْرَاءِ فَإِلَى سِتَّةٍ أَوْ سَبْعَةٍ وَ هُوَ أَكْثَرُ مَا وَجَدَ مِنْ رِوَايَةِ بَعْضِ التَّابِعِينَ عَنْ بَعْضٍ.

ترجمہ:- اور دوسری قسم۔ جس کے آخر میں تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو۔ وہ مرسل ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ صغیر ہو یا کبیر کہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا فعل کذا۔ یا فعل بحضرتہ کذا یا اسی کے مثل۔ اسے مردود کی قسم میں ذکر کیا جاتا ہے۔ محذوف راوی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے چونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ (محذوف) صحابی ہو یا تابعی ہو۔ اور ثانی صورت (تابعی) میں یہ احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ ہو۔ اور ثانی صورت (ثقة) میں یہ احتمال ہے کہ اس نے کسی صحابی سے حاصل کیا ہو یا کسی تابعی سے پھر یہ احتمال سابق لوٹ کر آئے گا (کہ تابعی اگر ہے تو ثقہ ہے یا ضعیف) اور اس میں یہ صورتیں نکلی رہیں گی یا تو تحویر عقلی سے لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور استقراء سے ۶/۷ تک چلے گا۔ اور یہی تعداد سب سے زائد ہے۔ جو تابعین کی بعض تابعین سے پائی گئی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مرسل کی بحث ذکر کر رہے ہیں۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں تابعی صغیر یا کبیر بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرے۔ خواہ نسبت قولی ہو یا فعلی ہو یا تقریری ہو۔

مرسل کو مردود میں ذکر کیا گیا ہے اس وجہ سے کہ محذوف کا حال مجہول ہوتا ہے۔ نہیں معلوم کہ محذوف صحابی ہے یا تابعی پھر تابعی ثقہ ہے غیر ثقہ۔ ویسے مرسل روایت میں اکثر صحابی کا حذف ہوتا ہے۔ کمی حذف کی مصلحت سے ہوتا ہے مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام خوف فتنہ سے۔ خیال رہے کہ بعض محدثین کے نزدیک تابعی صغیر کی روایت منقطع ہوتی ہے۔ چونکہ صحابی کی لقایا روایت کے نہ ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ اسی وجہ سے مقبول ہونے میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے تابعی کے غیر کی قید لگائی ہے۔

حل عبارت: بعد التابعی۔ مراد صحابی ہے۔ اگر صحابی کا حذف ہو گا تو مرسل نہ ہو گا۔ مرسل۔ ارسال سے ماخوذ ہے بمعنی اطلاق۔ منع نہ کرنا۔ چھوڑ دینا۔

ذکر۔ ای المرسل۔ ان یکون۔ ای المحذوف۔

علی الثانی يتحمل ان یکون ضعیفاً۔ تابعی میں تو ضعف کا احتمال ہو سکتا ہے مگر صحابہ میں نہیں کہ سارے صحابہ عادل ہیں۔

التجويز العقلی۔ یعنی عقلی احتمالات۔ مثلاً تابعی میں سے روایت کرے اور وہ صحابہ سے پھر وہ تابعی سے الخ۔

الاستقراء۔ یعنی تتبع و تلاش اور تحقیق سے ۶/۱۷ سے زیادہ احتمالات نہیں پائے گئے۔ مرسل اور اس کی حجت۔ حضرت امام شافعی اور اصحاب اصول اور امام مالک کا مشہور قول مرسل کے حجت نہ ہونے کے متعلق ہے۔ امام اعظم اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرسل قابل حجت ہے۔

فَإِنْ عُرِفَ مِنْ عَادَةِ التَّابِعِيِّ أَنَّهُ لَا يَرْسِلُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ فَذَهَبَ جُمْهُورُ الْمُحَدِّثِينَ إِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْإِحْتِمَالِ وَهُوَ أَحَدُهُمَا إِلَى أَحْمَدَ - وَثَانِيَهُمَا وَهُوَ قَوْلُ الْمَالِكِيِّينَ وَالْكَوْفِيِّينَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُقْبَلُ إِنْ اعْتَصَدَ بِمَجِيبِهِ مِنْ وَجْهِ آخَرَ يُبَيِّنُ الطَّرِيقَ الْأَوَّلَى مُسْنَدًا كَانَ أَوْ مُرْسَلًا لِيَتَرَجَّحَ احْتِمَالُ كَوْنِ

الْمَحْذُوفِ ثِقَّةٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَ نَقَلَ أَبُو بَكْرٍ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنْفِيَّةِ وَ أَبُو الْوَلِيدِ
الْبَاجِي مِنَ الْمَالِكِيَّةِ أَنَّ الرَّاَوِي إِذَا كَانَ يُرْسِلُ عَنِ الثَّقَاتِ وَ غَيْرِهِمْ لَا يَقْبَلُ
مُرْسَلُهُ اتِّفَاقًا.

ترجمہ:- پس اگر تابعی کی یہ عادت معلوم ہو جائے کہ وہ ارسال نہیں کرتے مگر صرف
ثقہ ہی سے تو جمہور محدثین اس جانب گئے ہیں کہ توقف باقی رہے گا امام احمد کے دو قول
میں سے ایک قول یہ ہے۔ انکا دوسرا قول اور مالکیہ اور اہل کوفہ کا یہ ہے کہ مطلقاً قبول کیا
جائے گا۔ اور امام شافعی نے فرمایا اگر اس کی تقویت دوسرے طریق سے آنے کی وجہ سے
ہو جو طریق اول کے مباحن ہو تو قبول کر لیا جائے گا خواہ مسند ہو یا مرسل۔ تاکہ نفس الامر
میں راوی محذوف کے ثقہ ہونے کو ترجیح دی جاسکے۔ احناف میں ابو بکر رازی اور مالکیہ میں
ابو الولید الباجی سے منقول ہے کہ راوی جب ثقہ وغیر ثقہ سے ارسال کرے تو متفق علیہ
قول ہے کہ ارسال قبول نہ کیا جائے گا۔

تشریح:- مولف اس مقام سے مرسل کے احکام اور اس کی تفصیل کر رہے ہیں کہ کون
مرسل قبول کیا جائے گا اور کون نہیں اور اس سلسلے میں علماء کا کیا اختلاف ہے۔

تابعی اگر ثقہ ہی سے ارسال کرنے کا عادی ہے تو بھی اس کی روایت میں توقف
کیا جائے گا۔ مالکیہ اور علماء کوفہ کے نزدیک ہر مرسل مقبول ہے۔ اور ایک قول امام احمد کا
بھی یہی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اس وقت مقبول ہو گا جب کہ اس کی تائید خواہ مسند
یا مرسل سے ہو رہی ہو جو اس کے علاوہ ہو۔

حل عبارت: التوقف۔ اس صورت میں اسے قطعی طور پر مردود میں شامل کرنا صحیح نہ
ہوگا۔ لبقاء الاحتمال۔ ہو سکتا ہے کہ اسکے نزدیک ثقہ ہو اور نفس الامر میں وہ ثقہ نہ ہو۔
احد قولی احمد۔ یہ امام احمد کا غیر مشہور قول ہے۔

مطلقاً۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے طرق سے اس کی تائید ہوتی ہو یا نہیں۔

اعتضد۔ مجہول کے صیغے سے۔ وجہ آخر۔ یعنی دوسری سند سے۔

مسنداً کان او مرسلأ۔ اس طرح خواہ صحیح ہو یا حسن ہو یا ضعیف۔ چونکہ تعدد سے
ضعف کی تلافی ہو جاتی ہے۔ رازی۔ جو شرعۃ الاسلام کے مولف ہیں۔

لا یقبل۔ ہو سکتا ہے کہ غیر ثقہ سے کیا ہو۔ خیال رہے کہ اگر راوی مرسل کی عادت معلوم نہ ہو تو یہ مرسل احناف اور مالکیہ کے یہاں مقبول ہوگا۔

وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ مِنْ أَقْسَامِ السَّقَطِ مِنَ الْإِسْنَادِ أَنْ كَانَ بَاطِنِينَ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِي فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَالْأَبَانُ كَانَ السَّقَطُ اثْنَيْنِ غَيْرِ مُتَوَالِيَيْنِ فِي مَوَاضِعَيْنِ مَثَلًا فَهُوَ الْمُنْقَطِعُ وَكَذَا أَنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطُّ أَوْ أَكْثَرُ مِنْ اثْنَيْنِ لَكِنْ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِي ثُمَّ إِنَّ السَّقَطَ مِنَ الْإِسْنَادِ قَدْ يَكُونُ وَاضِحًا يَحْصُلُ الْإِشْتِرَاكُ فِي مَعْرِفَتِهِ لِكُونِ الرَّاويِّ مَثَلًا لَمْ يَعْصِرْ مَنْ رَوَى عَنْهُ أَوْ يَكُونُ خَفِيًّا فَلَا يُذَرِّكُهُ إِلَّا الْأَيْمَةُ الْحُذَّاقُ الْمُطَّلِعُونَ عَلَى طُرُقِ الْحَدِيثِ وَعَلَى الْأَسَانِيدِ فَالْأَوَّلُ وَهُوَ الْوَاضِحُ يُذَرِّكُ بِعَدَمِ التَّلَاقِي بَيْنَ الرَّاويِّ وَشَيْخِهِ بِكَوْنِهِ لَمْ يُذَرِّكْ عَصْرَهُ أَوْ أَدْرَكَهُ لَكِنْ لَمْ يَجْتَمِعَا وَ لَيْسَتْ لَهُ مِنْهُ إِجَازَةٌ وَلَا وَجَادَةٌ وَ مِنْ ثَمَّ أُحْتِجَّ إِلَى التَّارِيخِ لِتَضَمُّنِهِ تَحْرِيرَ مَوَالِيدِ الرِّوَاةِ وَوُفَايَتِهِمْ وَ أَوْقَاتِ طَلَبِهِمْ وَارْتِحَالِهِمْ وَ قَدْ افْتَضَحَ أَقْوَامٌ ادَّعَوْا الرِّوَايَةَ عَنْ شُيُوخٍ ظَهَرَ بِالتَّارِيخِ كَذِبُ دَعْوَاهُمْ .

ترجمہ:- سقوط اسناد کی تیسری قسم یہ ہے کہ مسلسل دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں تو یہ معطل ہے۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ دو راوی مسلسل ساقط نہ ہوں مثلاً دو مقام سے (سقوط) ہو تو وہ منقطع ہے۔ اسی طرح ایک راوی ساقط ہو۔ یا دو سے زائد راوی ساقط ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ مسلسل نہ ہو۔ پھر کبھی اسناد میں راوی کا ساقط ہونا بالکل واضح ہوتا ہے۔ کہ اس کی معرفت میں سب لوگ برابر ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ راوی جس سے روایت کر رہا ہے۔ اس کا ہم عصر نہیں ہے۔ یا مخفی ہوتا ہے کہ ماہرین ائمہ ہی جو طرق حدیث اور علل احادیث میں ماہر ہوئے ہیں اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ اور قسم اول جو واضح ہوتا ہے کہ راوی اور شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس نے اس کا زمانہ نہیں پایا، یا پایا تو مگر ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ان کو اجازت حاصل ہے نہ وجہ سے (اس قسم میں) تاریخ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کہ اس میں رواۃ کی ولادت اور ان کی وفات زمانہ تلمذ اور ان کے ارتحال کا علم حاصل ہوتا ہے۔ کتنے لوگ رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں جنہوں نے شیخ سے روایت کا دعویٰ کیا جن کے دعویٰ کا جھوٹ تاریخ سے ظاہر ہوا۔

تشریح :- مولف اس مقام سے معضل - منقطع سقط واضح سقط خفی کی تشریح کر رہے ہیں۔
 معضل - جس میں درمیان سند سے دو یا دو سے زائد راوی پے در پے حذف ہو گئے ہوں۔
 منقطع - جس میں درمیان سند سے ایک راوی حذف ہوا ہو۔ یا چند راوی ہوئے ہوں مگر
 مسلسل نہ ہوئے ہوں۔ بلکہ متفرق مقامات سے۔ سقط یعنی راوی کا حذف اس کی دو قسمیں
 ہیں۔ سقط واضح۔ جسے ماہر اور غیر ماہر ہر شخص جان لے۔ سقط خفی جسے صرف ماہرین و
 حاذقین ہی پہچان سکیں۔

حل عبارت : فصاعداً۔ یعنی ایک سے زائد راوی۔ مع التوالی۔ یعنی ایک ہی مقام سے
 متعدد راوی پے در پے۔

معضل۔ عضل سے ماخوذ ہے۔ بمعنی تھکنا گویا راوی ذکر شیخ سے تھک گیا۔ بعضوں نے
 اسے عضال سے بھی مشتق مانا ہے جس کے معنی ایسی سخت بیماری کے ہیں جس سے
 مریض اٹھ نہ سکے۔ معضل کو بعضوں نے اقسام مردود میں شامل مانا ہے بعضوں نے اقسام
 سقط میں، بعضوں نے اسکی تعریف میں توالی کی شرط ملحوظ نہیں رکھی ہے۔ جمہور محدثین
 کے نزدیک معضل کی یہی تعریف ہے۔

المنقطع۔ جس کے اسناد میں اتصال نہ ہو خواہ شروع سے یا وسط سے یا آخر سے۔

یحصل الاشتراك۔ یعنی حاذق غیر حاذق سب پہچان ہے۔

لم یعاصر۔ یعنی راوی کا اور شیخ کا زمانہ ایک نہ ہو۔ تو ظاہر ہے کہ واسطہ ہوگا۔

علل لغۃ بیماری۔ مراد خفی اسباب قاذحہ۔ جس کی معرفت اہل فن کو ہو۔ مثلاً اتصال و
 انقطاع۔ والاوّل۔ یعنی سقط کے انواع میں سے۔

عصرہ۔ یعنی اپنے شیخ کا زمانہ۔

لیست منہ۔ واو حالہ ہے۔ یعنی راوی کا وہ شیخ نہ ہو۔

اجازہ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ راوی یعنی شاگرد کو شیخ بالمشافہہ یا مکاتبت سے روایت کی
 اجازت کی اجازت دے۔

وجادہ۔ کسی محدث کی کوئی کتاب یا لکھی حدیث مل جائے طرز تحریر یا شہادت یا قرائن
 سے معلوم ہو جائے کہ یہ فلاں کی مرویات سے ہے تو وہ اسے وجدت بخط فلاں کے

الفاظ کو ذکر کرتے ہوئے روایت کرے تو اسے وجاہہ کہا جاتا ہے۔ ”اخرنی“ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے لئے اجازت شرط ہے۔

التاریخ۔ اس سے مراد فن رجال الحدیث و احوالہ ہے۔

موالید۔ مولد کی جمع۔ زمانہ پیدائش۔ طلبہم۔ تحصیل حدیث کا زمانہ۔

کذب دعواہم۔ یعنی سماع اور معاصرت نہ ہونے کی باوجود اس نے غلط نسبت کر دی۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِي وَهُوَ الْخَفِيُّ الْمُدْلَسُ بِفَتْحِ اللَّامِ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِكَوْنِ الرَّاوي لَمْ يُسَمَّ مِنْ حَدِّثِهِ وَ أَوْ هَمَّ سَمَاعُهُ لِلْحَدِيثِ بِمَنْ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهِ وَاسْتِقَالَهُ مِنَ الدَّلْسِ بِالتَّحْرِيكِ وَهُوَ اخْتِلَاطُ الظَّلَامِ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِاشْتِرَاكِهِمَا فِي الْخَفَاءِ وَ يَرُدُّ الْمُدْلَسُ بِصِغَةِ مَنْ صِغِ الْاِذَاءِ يَحْتَمِلُ وَقُوعَ اللَّقْيِ بَيْنَ الْمُدْلَسِ وَ مَنْ اَسْنَدَ عَنْهُ كَعْنُ وَ كَذَا قَالَ وَ مَتَى وَقَعَ بِصِغَةِ صَرِيحَةٍ كَانَ كِذْبًا وَ حُكْمُ مَنْ ثَبَّتَ عَنْهُ التَّدْلِيْسُ اِذَا كَانَ عَدْلًا اَنْ لَا يَقْبَلَ مِنْهُ اِلَّا مَا صَرَّحَ فِيهِ بِالتَّحْدِيْثِ عَلَى الْاَصَحِّ.

ترجمہ:- اور دوسری قسم خفی مدلس ہے فتح لام کے ساتھ یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ راوی نے جس سے حدیث روایت کی ہے اس کا نام نہیں ذکر کیا اور یہ وہم پیدا کیا کہ اس کا سماع حدیث اس شیخ سے ہے جس نے اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس کا اختقاق دلس حرکت کے ساتھ ہے جس کے معنی تاریکی کا رل جانا ہے۔ چونکہ دونوں خفا میں مشترک ہیں اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ اور مدلس کو صیغہ ادائیں سے کسی صیغہ کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا۔ جس سے احتمال ہو کہ دلس اور اسکے درمیان وہ حدیث کی اسناد کر رہا ہے ملاقات ہو جیسے عن کا صیغہ۔ اسی طرح قال۔ اور جیسا کہ صراحۃ صیغہ سماع سے واقع ہو تو جھوٹ ہوگا۔ جس سے تدلیس کا ثبوت ہو جائے اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر وہ عادل ہو تب بھی قبول نہ کیا جائے گا تا وقتیکہ تحدیث کی تصریح نہ کر دے اصح قول پر۔

تشریح:- مولف اس مقام سے سقوط خفی سے پیدا ہونے والی قسم۔ تدلیس کو بیان کر رہے ہیں تدلیس۔ راوی کا اپنے شیخ کو چھوڑ کر اوپر کے شیخ کا نام لینا اور ایسا جملہ استعمال کرنا جس سے وہم ہو کہ اسی شیخ سے سماع ہے۔ فاعل کو مدلس اور اس کی روایت کو مدلس کہا جاتا ہے۔

مدلس۔ وہ روایت ہے جس میں سقط خفی ہو بایں طور پر کہ اپنے شیخ کو حذف کر کے اوپر کے شیخ کا نام اس طرح سے لے کہ شیخ کا حذف معلوم نہ ہو۔

وجہ تسمیہ :- مدلس کے معنی نور کا ظلمت کے ساتھ مغلط ہو جانا ہے۔ جیسا کہ شام کے وقت اُس میں نور کا خفا ہوتا ہے اس میں شیخ کا خفا ہوتا ہے اس اشتراک خفا کی وجہ سے مدلس کہا گیا ہے۔

حکم۔ ایسی روایت مقبول نہیں خواہ راوی عادل ہی کیوں نہ ہو۔ جب تک کہ وہ خبرنا، حد ثنا وغیرہ کے الفاظ سے روایت نہ کرے۔ کہ یہ الفاظ صراحتہً لقا کو ثابت کرتے ہیں۔

المدلس۔ بفتح لام ہے۔

سُئِيَ۔ اِی الْقِسْمِ الثَّانِي بِذَلِكَ۔ اِی بِالْمَدْلَسِ۔

بِالْتَحْرِيكِ۔ یعنی دال اور لام کے فتح کے ساتھ۔

ویرد۔ یعنی اس وقت رد کر دیا جاتا ہے جب کہ ایسے صیغہ سے روایت کرے جس سے لقاء کا احتمال ہو۔

بصیغۃ۔ یعنی صریحی سماع کو ثابت کرے مثلاً ”سمعتُ“ وغیرہ کہے تو یہ جھوٹ ہونے کی وجہ سے راوی کی عدالت کو ساقط کر دے گا۔

لا تقبل۔ یعنی باوجود عدل کے عن وغیرہ کی روایت قبول نہ کی جائے گی۔

بالتحدیث۔ مثلاً سمعتنا، حد ثناء، خبرنا۔ اس سے عدم احتمال لقا جاتا رہے گا یعنی ابہام جو تھا کہ معلوم نہیں لقا ہے یا نہیں ختم ہو جائے گا۔

وَ كَذَا الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ إِذَا صَدَرَ مِنْ مُعَاصِرٍ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ بَلْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ وَاسِطَةٌ وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدْلَسِ وَالْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ دَقِيقٌ يَحْصُلُ تَحْرِيرُهُ بِمَا ذَكَرْ هُنَا وَ هُوَ أَنَّ التَّدْلِيْسَ يَخْتَصُّ بِمَنْ رَوَى عَنْ عُرْفٍ لِقَاؤُهُ إِيَّاهُ فَإِمَّا أَنْ عَاصَرَهُ وَ لَمْ يَعْرِفْ أَنَّهُ لَقِيَهُ فَهُوَ الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ وَ مَنْ أَدْخَلَ فِي تَعْرِيفِ التَّدْلِيْسِ الْمُعَاصِرَةَ وَ لَوْ بَغَيْرِ لَقِي لَزِمَهُ دُخُولُ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ فِي تَعْرِيفِهِ وَالصُّوَابُ التَّفْرِقَةُ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ :- اسی طرح مرسل خفی جب وہ کسی ایسے معاصر سے صادر ہو جس سے روایت تو

کرتا ہو مگر ملاقات ثابت نہ ہو۔ بلکہ اس کے اور اس کے درمیان واسطہ ہو۔ اور مدلس اور مرسل خفی کے درمیان فرق غامض ہے۔ یہ فرق اس تحریر سے جو یہاں مذکور ہے واضح ہو جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ تدلیس خاص ہے اس کے ساتھ کہ جس سے وہ روایت کرتا ہے اس سے ملاقات متعارف ہے۔ لیکن اگر معاشرت تو ہو مگر ملاقات متعارف نہ ہو تو مرسل خفی ہے۔ اور جن لوگوں نے معاشرت کو تدلیس کی تعریف میں داخل کیا ہے۔ خواہ ملاقات نہ ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ مرسل خفی مدلس کی تعریف میں داخل ہو جائے۔ صحیح یہ ہے کہ دونوں کے درمیان فرق ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مدلس اور مرسل خفی کے درمیان جو باہم یکساں معلوم ہوتا ہے فرق ذکر کر رہے ہیں۔

مرسل خفی۔ جس میں انقطاع واضح نہ ہو، کہ راوی نے شیخ کو حذف کر کے اس ہمنصر سے روایت کی جس سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

فرق۔ مدلس میں اس شیخ کی جانب روایت کی نسبت ہوتی ہے جس سے ملاقات تو ہو یا ملاقات ہونا متعارف ہو مگر روایت کی سماع نہیں ہوتی۔ اور مرسل خفی میں اس شیخ کی جانب نسبت ہوتی ہے جس سے معاشرت تو ہوتی ہے مگر ملاقات نہیں۔

بعض لوگوں نے تدلیس میں معاشرت کو کافی سمجھا ہے کہ ہم عصر ہو مگر روایت کا سماع نہ ہو ملاقات کی قید نہیں تو اس اعتبار سے دونوں کے درمیان کوئی فرق نہ ہوگا۔ جو درست اور صحیح قول نہیں۔

حل عبارت: کذا۔ اس کا عطف مدلس پر ہے۔ بینہ و بینہ۔ اول کا مرجع معاصر اور ثانی کا مرجع راوی محدث ہے۔

من ادخل۔ اسے صاحب الخلاصہ کی جانب اشارہ ہے۔

خیال رہے کہ مرسل خفی میں ارسال سے مراد صحابی کا حذف مراد نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے بلکہ انقطاع کے معنی میں ہے۔

وَيَذُلُّ عَلَى أَنَّ إغْتِبَارَ اللَّقْيِ فِي التَّدْلِيلِ دُونَ الْمُعَاصَرَةِ وَحَدَّهَا لَا بُدَّ مِنْهُ إِبْطَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلَى أَنَّ رِوَايَةَ الْمُخَضَّرِ مِمَّنْ كَتَبَ عُثْمَانُ النَّهْدِيُّ وَقُتَيْبُ بْنُ

أَبِي حَازِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَبِيلِ الْإِسْطِ
لَا مِنْ قَبِيلِ التَّدْلِيسِ وَ لَوْ كَانَ مُجَرَّدُ الْمُعَاصِرَةِ يَكْتَفِي بِهِ فِي التَّدْلِيسِ لَكَانَ
هَؤُلَاءِ مُدْلِسِينَ لِأَنَّهُمْ عَاصَرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ
قَطْعًا وَ لَكِنْ لَمْ يُعْرَفْ هَلْ لَقَوْهُ أَمْ لَا.

ترجمہ :- تحقیق کہ لقاء کا اعتبار کرنا تدلیس میں نہ کہ صرف معاشرت میں ضروری ہے
دلالت کرتا ہے اہل علم بالحدیث کا متفق ہونا کہ محضرین کی روایت جیسے ابو عثمان مہدی،
قیس بن ابی حازم کی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل کے قبیل سے ہونہ کہ
مدلس کے قبیل سے۔ اگر محض معاشرت کافی ہوتی تدلیس میں تو یہ مدلسین ہوتے چونکہ یہ
حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معاشرے تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ انھوں نے ملاقات کی ہے یا
نہیں۔

تشریح :- اس مقام سے مولف اس مسلک کی تردید کر رہے ہیں جس میں تنہا معاشرت کو
کافی سمجھا گیا ہے خواہ ملاقات ہو یا نہ ہو۔ جانا چاہئے کہ اگر یہ معاشرت کافی ہوتی تو محضرین
کی خبر مدلس میں داخل ہوتی اور یہ حضرات مدلسین ہوتے حالانکہ یہ مدلس نہیں نہ جمہور علماء
نے انکو مدلس قرار دیا ہے۔ چونکہ ان کا عہد نبوی ہونا تو متفق ہے مگر ملاقات کا علم نہیں۔

حل عبارت: ان اعتبار اللقی۔ ان کی خبر لا بد منہ ہے جو دون المعاصرة سے پہلے
ہونا چاہئے۔ عبارت یہ ہے اعتبار اللقی لا بد منہ

اطباق اہل العلم۔ یدل کا یہ فاعل ہے۔ یعنی محضرین کی روایت کے بارے میں علماء
اتفاق اس امر پر دلالت کرتا ہے۔

محضرین۔ محضر کی جمع ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے عہد جاہلیت اور عہد نبوی
دونوں کا زمانہ پایا ہے۔ ان کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ یہ صحابہ میں داخل ہیں یا کبار تابعین
ہیں۔ ایسے ۲۰ حضرات ہیں۔

الجبیل الارسال۔ یعنی مرسل خفی۔ محضرین کی حدیث مراہیل صحابہ کے حکم میں ہے۔
رَبِّمَنْ قَالَ بِاشْتِرَاطِ اللَّقَاءِ فِي التَّدْلِيسِ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ وَ أَبُو بَكْرٍ الْبَزَّازُ وَ
كَلَامُ الْخَطِيبِ فِي الْكِفَايَةِ يَفْتَضِيهِ وَ هُوَ الْمُعْتَمَدُ وَ يُعْرَفُ عَذَمُ الْمُلَاقَاتِ

بِإِخْبَارِهِ عَنْ نَفْسِهِ بِذَلِكَ أَوْ بِحُزْمِ إِمَامٍ مُطَّلِعٍ وَ لَا يَكْفِي أَنْ يَقَعَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ زَبَادَةٌ رَأَوْا أَكْثَرَ بَيْنَهُمَا لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمَزِيدِ وَلَا يُحْكَمُ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ بِحُكْمِ كُلِّهِ لِنَعَارِضِ احْتِمَالِ الْإِتِّصَالِ وَالْإِنْقِطَاعِ وَ قَدْ صُنِّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابَ التَّفْصِيلِ لِمُبْهَمِ الْمَرَّاسِيلِ وَ كِتَابَ الْمَزِيدِ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ وَ انْتَهَتْ هَهُنَا أَقْسَامُ حُكْمِ السَّاقِطِ مِنَ الْإِسْنَادِ .

ترجمہ :- اور جو تدلیس میں لقا کی شرط کے قائل ہوئے ہیں۔ وہ امام شافعی اور ابو بکر بزار ہیں اور کفایہ میں امام خطیب کا قول بھی اسی کا مقتضی ہے۔ اور یہی معتبر ہے۔ اور ملاقات کا نہ ہونا خود راوی کے بنفسہ خبر سے معلوم ہو جائے گا۔ یا کسی ماہر کی تصریح سے۔ اور کسی طرق میں ایک یا ایک سے زائد راوی کا واقع ہونا اس کے لئے (یعنی تدلیس کے لئے) کافی نہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں زائد راوی ہوں۔ اس صورت میں تدلیس کا کوئی حکم کلی نہیں لگایا جاسکتا۔ اتصال و انقطاع کے حکم کے عارض ہونے کی وجہ سے۔ امام خطیب نے اس مسئلہ میں التفصیل لمبہم المراسیل اور کتاب المزید فی متصل الاسانید لکھی ہے۔ یہاں تک سقوط سند کے اقسام پورے ہو گئے۔

تشریح :- جن حضرات نے تدلیس کے لئے لقاء کی شرط لگائی ہے۔ سو اس لقا کا پتہ کیسے چلے گا اس مقام سے اس کی تفصیل کر رہے ہیں۔

قولہ بإخباره یعنی تدلیس۔ امام مطلع۔ کسی ماہر فن نے اس کی تصریح کر دی ہو۔ اسی طرح تاریخ سے بھی اس کا پتہ چل جائے گا۔ جیسے کہ عوام بن حوشب کی حدیث عبد اللہ بن ابی اوفی سے۔

ان یکون۔ یعنی الزیادۃ۔ یعنی اس سند میں راوی نے کسی شخص کو زائد کر کے روایت کیا ہو۔ المزید۔ یعنی مزید فی متصل الاسانید۔ یہ وہ ہے جس میں راوی نے وہم سے کسی واسطہ کا اضافہ کر دیا ہو۔

فی هذه الصورة۔ یعنی جس میں راوی کی زیادتی ہو رہی ہو۔ بحکم کلی۔ یعنی قطعی فیصلہ۔ فیہ یعنی ار سال۔ خفی۔ تدلیس کے بارے میں۔ حکم الساقط۔ اسی طرح مردود بھی ہے۔ اس لئے دونوں کو ذکر کرنا چاہئے۔

ثُمَّ الطَّعْنُ يَكُونُ بِعَشْرَةِ أَشْيَاءَ بَعْضُهَا أَشَدُّ فِي الْقَذْحِ مِنْ بَعْضٍ خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ وَ خَمْسَةٌ يَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ وَلَمْ يَحْصُلِ الْإِعْتِنَاءُ بِتَمْيِيزِ أَحَدِ الْقِسْمَيْنِ مِنَ الْآخِرِ لِمَصْلَحَةِ اقْتَضَتْ ذَلِكَ وَ هِيَ تَرْتِيبُهَا عَلَى الْأَشَدِّ فِي مَوْجِبِ الرَّدِّ عَلَى سَبِيلِ التَّدْلِي لِأَنَّ الطَّعْنَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ لِكُذْبِ الرَّاوِي فِي الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ بِأَنْ يُرْوَى عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمِ مَا لَمْ يَقُلْهُ مُتَعَمِّدًا لِذَلِكَ أَوْ تُهَمِّتَهُ بِذَلِكَ بِأَنْ لَا يُرْوَى ذَلِكَ الْحَدِيثُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَ يَكُونُ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُومَةِ وَ كَذَا مِنْ عُرْفِ بِالْكُذْبِ فِي كَلَامِهِ وَ إِنْ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ وَقُوعُ ذَلِكَ فِي الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ وَ هَذَا دُونَ الْأَوَّلِ.

ترجمہ:- پھر طعن راوی کے دس اسباب ہیں۔ جن میں بعض کے مقابلہ میں بعض سخت ہیں۔ پانچ کا تعلق عدالت اور پانچ کا تعلق ضبط کے ساتھ ہے۔ اور ایک قسم کو دوسرے سے الگ کرتے ہوئے اعتناء حاصل نہیں ہو سکتا اس مصالح کے پیش نظر جس کا تقاضہ ہے۔ وہ اپنی ترتیب کے اعتبار سے رد میں اشد پھر اس سے اشد ہیں۔ اس لئے کہ طعن یا تو اس وجہ سے ہو گا کہ راوی حدیث نبوی کاذب ہے۔ اس طرح کہ وہ بالقصد روایت کرتا ہے۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ یا یہ کہ متہم ہونے کی وجہ سے کہ وہ حدیث اس اتہام کے اعتبار سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ کہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔ اسی طرح وہ جس کے کلام سے کذب پہچان لیا جاتا ہو۔ اگرچہ حدیث نبوی میں اس کا ظہور واقع نہ ہو۔ اور یہ اول سے کم مرتبہ کا ہے۔

تشریح:- حدیث کے ناقابل عمل یا غیر مقبول ہونے کے دو اسباب تھے ایک سقط، دوسرا طعن۔ اس مقام سے سبب دوم طعن بر راوی کا بیان ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اسباب طعن ۱۰ ہیں۔ پانچ ضبط سے پانچ عدالت سے متعلق ہیں عدالت سے متعلق پانچ اسباب یہ ہیں۔ (۱) کذب (۲) اتہام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت۔ اور ضبط سے متعلق پانچ اسباب یہ ہیں (۱) فحش غلطی (۲) کثرت غفلت (۳) وہم (۴) مخالفت ثقات (۵) سوء حفظ۔ مذکورہ عبارت میں عدالت کے متعلق دو سبب، کذب و اتہام کذب کا بیان ہے۔ کذب راوی سے حدیث موضوع اور اتہام سے

حدیث متروک ہو جاتی ہے۔

ثم الطعن۔ یعنی سند کے رجال میں۔ تمیز احد القسمین۔ یعنی اس طرح بیان کرنا کہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائے اس طرح کہ عدالت کے متعلقات کو علیحدہ اور ضبط کے متعلقات کو علیحدہ بیان کیا جائے۔ ایسا نہیں کیا بلکہ مخلوط اور باہم ملا کر بیان کیا۔ کسی حکمت کے پیش نظر۔

وہی۔ یعنی مصلحت۔ الاشد فالاشد۔ یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ اور ادنیٰ سے اعلیٰ۔

یوجب الرد۔ رد کے واجب کرنے میں۔ التدریجی۔ یعنی تنزل اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف اشدیت میں۔

معتمداً۔ اس کی قید سے سہا کو نکالا ہے۔ عدا کے مرتکب کی بعضوں نے تکفیر کی ہے۔ تہمة بذاك۔ یعنی کذب کی تہمت۔ مخالفاً للقواعد۔ یعنی اصول دین کے خلاف ہو۔ یہ موضوع کی علامت ہے۔

دون الاول۔ کذب راوی سے کمتر اور مابعد کے اعتبار سے فائق ہے۔

أَوْ فَحْشٍ غَلَطِهِ أَوْ كَثْرَتِهِ أَوْ غَفْلَتِهِ عَنِ الْإِتْقَانِ أَوْ فُسْقِهِ بِالْفِعْلِ أَوِ الْقَوْلِ مِمَّا لَمْ يَبْلُغِ الْكُفْرَ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَوَّلِ عُمُومٌ وَإِنَّمَا أَفْرَدَ الْأَوَّلَ لِكُونِ الْقَدَحِ بِهِ أَشَدَّ فِي هَذَا الْفَنِّ وَأَمَّا الْفُسْقُ بِالْمُعْتَقِدِ فَسَيَاتِي بَيَانُهُ أَوْ وَهْمُهُ بِأَنْ يُرَوَى عَلَى سَبِيلِ التَّوَهُّمِ أَوْ مُخَالَفَتِهِ أَيْ لِلثَّقَاتِ أَوْ جِهَالَتِهِ بِأَنْ لَا يُعْرَفَ فِيهِ تَعْدِيلٌ وَلَا تَجْرِيعٌ مُعَيَّنٌ أَوْ بِدَعْوَتِهِ وَهِيَ إِعْتِقَادُ مَا أَحْدَثَ خِلَافَ الْمَعْرُوفِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّم لَا بِمُعَانَدَةٍ بَلْ بِنَوْعِ شُبْهَةٍ أَوْ سُوءِ حِفْظِهِ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنْ أَنْ لَا يَكُونَ غَلَطُهُ أَقَلَّ مِنْ إِصَابَتِهِ.

ترجمہ:- یا فحش غلطی اس کی کثرت کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے جو حفظ سے متعلق ہو یا فسق فعلی یا قولی کی وجہ سے جو کفر کی حد تک نہ ہو۔ اس کے اور اول کے درمیان عموم کی نسبت ہے۔ اور اول کو مستقل طور پر بیان کیا اس فن میں قدح کے اشد ہونے کی وجہ سے۔ اور بہر حال فسق اعتقادی تو اس کا بیان آتا ہے۔ یا وہم کے سبب سے کہ اسے بطور وہم روایت کرے۔ یا ثقات کی مخالفت ہو یا اس کی جہالت کہ تعدیل یا جرح معین کا علم نہ

ہو۔ یا بدعت ہو جو اعتقادات سے ہو جو نئے طور پر پیدا ہوئے ہوں۔ اور نبی پاک صلی اللہ کے طریق منقولہ کے خلاف ہو۔ معاندانہ نہ ہو۔ بلکہ ایک خاص قسم کے شبہ کی وجہ سے ہو۔ یا سوء یادداشت کی وجہ سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اسکی غلطیاں کم نہ ہوں۔ درست ہونے کے مقابلہ میں۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف کذب اتہام کے بعد کے جو اسباب ہیں مثلاً کثرت خطا فسق و بدعت وغیرہ کی تفصیل پیش کر رہے ہیں۔ فحش غلطی۔ یعنی اغلاط کی کثرت۔ جس کی خطا صحت سے زاید ہو۔ اگر صحت زاید ہو غلطیاں کم ہوں تو پھر یہ داخل نہیں۔ (۲) کثرت غفلت۔ یعنی یادداشت میں غافل ہو۔ اچھی طرح یاد رکھنے میں لاپرواہی برتا ہو۔ (۳) فسق۔ قولی یا فعلی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ یا گناہ صغیرہ کا عادی ہو۔ ان تینوں کی روایت منکر کہلاتی ہے۔ (۶) وہم۔ متن یا سند میں بھولے سے تبدیلی کر دینا مرسل کو منقطع وغیرہ کہہ دینا۔ کہ اس سے روایت معلل ہو جاتی ہے (۷) مخالف ثقات۔ کسی ثقہ کی مخالفت کرنا۔ (۸) جہالت راوی۔ راوی کے ثقہ وغیرہ ثقہ کا علم نہ ہو۔ ایسی روایت مردود ہوتی ہے۔ (۹) بدعت۔ ایسی نئی بات جس کی اصل قرآن پاک و حدیث میں نہ ہو۔ یا قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ پائی جاتی ہو۔ اس کی روایت مردود کہلاتی ہے (۱۰) سوء حفظ۔ جس کی غلطی حافظہ کی خرابی سے ہو اور درست کے مقابلہ میں غلطی زاید ہو۔ اس کی روایت مردود کہلاتی ہے۔

حل لغات: فحش۔ کثرت۔ غفلت۔ بمعنی ذہول۔ یہاں بھی کثرت معتبر ہے۔ فسق۔ مراد اس سے ظہور ہے۔ اگر مخفی ہو تو موثر نہیں۔

بینہ۔ یعنی فسق اور کذب راوی کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسب ہے۔ کذب خاص اور فسق عام ہے۔ فسق کذب کو شامل ہے مگر ہر فسق کذب نہیں۔

افرد الاول۔ یعنی کذب راوی کو مستقل طور سے بیان کیا۔ اہم اور اشد ہونے کی وجہ سے۔ ثقات۔ ثقہ کے خلاف بیان کرے۔ یا اوثق کے خلاف۔

ما احدث۔ یعنی اختراع ہو۔ لا بمعاندۃ۔ چونکہ عناد سے تو کفر ہو جائے گا۔

بنوع شبیہ۔ یعنی بدعت کی دلیل جو ہو وہ شبہ کی وجہ سے ہو حقیقتاً دلیل نہ ہو۔ یعنی گو استدلال قرآن حدیث ہی سے ہو۔ مگر درست نہ ہو۔ تاویل بعید سے ہو۔

اقل من الاصابة. یعنی خطا زاید ہو یا مساوی ہو۔ اگر کم ہو تو روایت مقبول ہوگی۔
 فَالْقِسْمُ الْأَوَّلُ وَهُوَ الطَّعْنُ بِكَذِبِ الرَّاوِي فِي الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ هُوَ الْمَوْضُوعُ
 وَالْحُكْمُ عَلَيْهِ بِالْوَضْعِ إِنَّمَا هُوَ بِطَرِيقِ الظَّنِّ الْغَالِبِ لَا بِالْقَطْعِ إِذْ قَدْ يَصْدُقُ
 الْكَذُوبُ لَكِنْ لِأَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ مَلَكَ قُوَّةٌ يُمَيِّزُونَ بِهَا ذَلِكَ وَ إِنَّمَا يَقُومُ
 بِذَلِكَ مِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِطْلَاعُهُ تَامًا وَ ذِهْنُهُ ثَاقِبًا وَ فَهْمُهُ قَوِيًّا وَ مَعْرِفَتُهُ بِالْقَرَائِنِ
 الدَّالَّةِ عَلَى ذَلِكَ مُتَمَكِّنَةً وَ قَدْ يُعْرِفُ الْوَضْعُ بِإِقْرَارِ وَاضِعِهِ قَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ
 لَكِنْ لَا يَقْطَعُ بِذَلِكَ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ كَذَبٌ فِي ذَلِكَ الْإِقْرَارِ انْتَهَى وَ فَهْمٌ مِنْهُ
 بَعْضُهُمْ أَنَّهُ لَا يُعْمَلُ بِذَلِكَ الْإِقْرَارِ أَصْلًا لِكُونِهِ كَاذِبًا وَ لَيْسَ ذَلِكَ مُرَادَهُ وَ
 إِنَّمَا نَفَى الْقَطْعَ بِذَلِكَ .

ترجمہ:- پس قسم اول وہ طعن ہے جو حدیث میں کذب راوی سے متعلق ہے۔ اسکی روایت
 موضوع ہے۔ اور اس پر وضع کا حکم ظن غالب کے اعتبار سے ہے۔ نہ کہ یقینی طور سے۔
 چونکہ کبھی کاذب بھی سچ بولتا ہے۔ لیکن ماہر حدیث کو اس میں ملکہ ہوتا ہے۔ وہ ممتاز
 کر لیتے ہیں اور اس کام کو وہی انجام دے سکتا ہے۔ جس کو واقفیت تام۔ ذہن ثاقب فہم
 قوی حاصل ہو۔ اور ان قرائن و علامات کی ان کو معرفت حاصل ہو۔ جس سے اس پر
 دلالت ہو۔ اور کبھی موضوع کو معلوم کر لیا جاتا ہے واضع کے اقرار سے۔ ابن دقیق العید
 نے کہا۔ لیکن یہ یقینی نہیں۔ اس احتمال کی وجہ سے کہ اس نے جھوٹا اقرار کیا ہو۔ اس سے
 بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا۔ یہ مطلب
 ہرگز نہیں بلکہ اس کے یقینی ہونے سے نفی کی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف قسم اول کذب راوی سے پیدا ہونے والی صورت موضوع
 کو بیان کر رہے ہیں۔ جانا چاہئے کہ کاذب پر وضع کا حکم ظنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے
 باوجود کاذب ہونے کے اس روایت میں صدق اختیار کیا ہو۔ وضع کی معرفت ماہرین فن
 حدیث ہی کو ہو سکتا ہے عامی آدمی اسے نہیں جان سکتا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود اس کے
 اقرار سے وضع کا علم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عمر بن صبیح نے خطبہ النبی کے وضع کا اقرار کیا
 لیکن ابن دقیق العید نے اس اقرار کو بھی محتمل کذب بیان کیا ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ اقرار

میں جھوٹا ہو۔ یعنی قطعیت کی نفی کی ہے۔

حل لغات: ملکہ۔ ایسی قوت راسخہ جس سے مہارت تامہ اور عبور حاصل ہو۔

فہم۔ یعنی من المحدثین۔ متمکنہ۔ یعنی ثابت اور راسخ۔

بعضہم۔ اسکے مصداق ابن جوزی ہیں۔ اصلاً۔ یعنی قطعاً نہ ظناً۔ احتمال کذب کی وجہ سے۔

لیس۔ بعضہم کے گمان کی تردید کر رہے ہیں۔ مرادہ۔ یعنی ابن دقیق العید کا مقصد یعنی

اس نے موضوع ہونے کے جزم و یقین کی نفی کی ہے۔

وَلَا يُلْزَمُ مِنْ نَفْيِ الْقَطْعِ نَفْيُ الْحُكْمِ لِأَنَّ الْحُكْمَ يَقْطَعُ بِالظَّنِّ الْغَالِبِ وَهُوَ هُنَا

كَذَلِكَ وَ لَوْ لَا ذَلِكَ لَمَا سَأَغَ قَتْلَ الْمُقَرِّ بِالْقَتْلِ وَلَا رَجَمَ الْمُعْتَرِفِ بِالزَّوْنِ

لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَا كَاذِبَيْنِ فِيمَا اعْتَرَفَا بِهِ . وَ مِنَ الْقَرَائِنِ الَّتِي يُدْرِكُ بِهَا الْوَضْعُ

مَا يُوجَدُ مِنْ حَالِ الرَّاوِي كَمَا وَقَعَ لِمَامُونِ ابْنِ أَحْمَدَ أَنَّهُ ذَكَرَ بِحَضْرَتِهِ

الْخِلَافَ فِي كَوْنِ الْحَسَنِ سَمِعَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ لَا فَسَاقَ فِي الْحَالِ إِسْنَادًا إِلَى

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعَ الْحَسَنُ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ وَ كَمَا وَقَعَ لِعِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَيْثُ دَخَلَ عَلَى الْمَهْدِيِّ فَوَجَدَهُ يَلْعَبُ

بِالْحَمَامِ فَسَاقَ فِي الْحَالِ إِسْنَادًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ

وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَضْلِ أَوْ خُفٍ أَوْ حَافِرٍ أَوْ جَنَاحٍ فَزَادَ فِي الْحَدِيثِ أَوْ

جَنَاحٍ فَعَرَفَ الْمَهْدِيُّ أَنَّهُ كَذَبَ لِأَجْلِهِ فَأَمَرَ بِذَبْحِ الْحَمَامِ.

ترجمہ:- اور نہیں لازم ہے یقین کی نفی سے حکم کی نفی۔ اس لئے کہ حکم تو ظن غالب سے

بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں اگر اس طرح نہ ہو مقر بالقتل کے لئے قتل کی

گنجائش نہ ہوتی۔ اور مترف زنا کے لئے رجم نہ ہوتی۔ اس احتمال کی وجہ سے کہ یہ دونوں

اپنے اعتراف میں کاذب ہو گئے۔

اور انہیں علامتوں میں سے جس کے ذریعہ موضوع کا علم ہوتا ہے۔ وہ ہے جو خود

راوی کے حال میں پائی جائے۔ جیسے مامون بن احمد کی مجلس میں حسن بصری کی سماع ابو

ہریرہ سے۔ اس میں اختلاف ہوا کہ انھوں نے سنا ہے یا نہیں۔ مامون نے فوراً سند متصل

کردی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ کہ حسن بصری کی روایت ابو ہریرہ سے ہے۔ اسی

طرح غیاث ابن ابراہیم کا واقعہ جب وہ مہدی پر داخل ہوا تو اسے کبوتر ”حمام“ کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا۔ فوراً ایک سند پیش کر دی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل کر دیا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ نہیں ہے بازی مگر تیر اندازی۔ اونٹ یا گھوڑے یا پرندے میں۔ اس نے حدیث میں جناح کو زیادہ کر دیا مہدی نے پہچان لیا کہ اس نے اس کی وجہ سے جھوٹ گڑھا ہے۔ پس اس نے کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف ابن دقیق العید کی تائید اور بعضہم کے قول کیا تردید پھر موضوع کی تفصیل حسب ترتیب متن بیان کر رہے ہیں۔

لا يلزم۔ نفی قطع نفی حکم مستلزم نہیں۔ مطلقاً یعنی نہ قطعاً نہ ظناً

يقع یعنی یجری۔ لولا ذلک۔ یعنی حکم کا ظن پر حاوی ہونا۔

سأغ۔ ای وسع اور جاز۔ یعنی مقرباً لزمانہ القتل میں قاتل و مقرر کے احتمال کذب کے باوجود حکم حد نافذ کر دیا گیا۔ اسی طرح یہاں بھی واضح کے اقرار میں حکم وضع جاری کر دیا گیا۔ من القرآن۔ وضع کی علامتیں۔ حال راوی۔ راوی کا حال و ہیئت وضع کی نشاندہی کر دے۔ انہ قال۔ یعنی راوی نے حسن بصری کا سماع ابو ہریرہ سے کر کے دکھادیا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابن حارث تمیمی کے متعلق ہے۔ پوچھا گیا کہ صلحاً فتح ہوا تھا یا عنوة کہا عنوة۔ دلیل کا مطالبہ ہوا تو سند متصل سے روایت کر دی ان الصحابة اختلفوا فی فتح مکہ اکان صلحاً او عنوة۔ فسألوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عنوة۔ پھر اس نے اس وضع کا اعتراف کیا کہ اختلاف ختم کرنے کیلئے ایسا کیا تھا۔ مہدی۔ محمد بن منصور عبد اللہ عباسی۔ خلیفہ حارث رون رشید کے والد۔

سبق۔ بازی۔ حافر۔ کھر والا۔ مراد گھوڑا۔

جناح۔ پر مراد پرندہ۔ بذبح الحمام۔ چونکہ کبوتر وضع حدیث کا سبب بنا تھا اس حدیث کا صرف آخری جز جناح موضوع ہے۔

وَمِنْهَا مَا يُوجَدُ مِنْ حَالِ الْمَرْوِيِّ كَأَن يَكُونُ مُنَاقِضاً لِنَصِّ الْقُرْآنِ أَوْ السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ أَوْ الْإِجْمَاعِ الْقَطْعِيِّ أَوْ صَرِيحِ الْعَقْلِ حَيْثُ لَا يَقْبَلُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ الْمَرْوِيُّ تَارَةً يَخْتَرَعُهُ الْوَاضِعُ وَتَارَةً يَأْخُذُ مِنْ كَلَامٍ غَيْرِهِ كَبَعْضِ السَّلَفِ

الصَّالِحِ أَوْ قَدَمَاءِ الْحُكَمَاءِ أَوْ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ أَوْ يَأْخُذُ حَدِيثًا ضَعِيفَ الْإِسْنَادِ فَيَرْكَبُ لَهُ إِسْنَادًا صَحِيحًا لِيُرَوِّجَ وَالْحَامِلُ لِلْوَضْعِ عَلَى الْوَضْعِ إِمَّا عَدَمُ الدِّينِ كَالزَّنَادِقَةِ أَوْ غَلَبَةُ الْجَهْلِ كَبَعْضِ الْمُتَعَبِّدِينَ أَوْ قُرْطُ الْعَصِيَّةِ كَبَعْضِ الْمُقَلِّدِينَ أَوْ اتِّبَاعُ هَوَى بَعْضِ الرُّؤَسَا أَوْ الْإِغْرَابُ لِقَصْدِ الْإِسْتِهَارِ.

ترجمہ:- ان ہی علامت وضع میں سے یہ بھی ہے کہ روایت کی حالت سے پتہ چل جاتا ہے مثلاً یہ کہ وہ نص قرآن یا سنت یا اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہو کہ اس میں کسی تاویل کی اس میں گنجائش قبول نہ ہو۔ پھر روایت کبھی ایسی ہوتی ہے کہ واضح کبھی اسے خود گھڑتا، کبھی دوسرے کے کلام کو نقل کرتا ہے۔ جیسے بعض سلف صالح کا قول یا حکماء قدیم کا قول۔ یا اسرائیلیات یا کسی حدیث ضعیف پر وہ سند صحیح لگا دیتا ہے تاکہ رائج ہو جائے۔ اور واضح کو وضع پر ابھارنے والی چیز یا تو بددینی ہوتی ہے جیسے زنادقہ۔ یا غلبہ جہالت جیسے بعض عباد یا تعصب کی زیادتی جیسے بعض مقلدین (مسلم کی ترویج میں) یا خواہش نفسانی سے جیسے بعض رؤسا یا کسی حدیث غریب کو مشہور کرنے کے قصد سے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف حدیث موضوع کی علامت اس کے وضع کی نوعیت اور وضع پر ابھارنے والی بات کی تفصیل کر رہے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ وضع کی یہ مشہور اور رائج علامتیں ہیں۔ (۱) قرآن حدیث یا اجماع قطعی یا صریح عقل کے خلاف ہونا۔ یا کسی معمولی عمل پر بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود گھڑنے والا گڑھ لیتا ہے کبھی کسی اسلاف کی بات کو نقل کر دیا۔ یا حکماء کا قول حدیث بنا کر نقل کر دیا۔ یا اسرائیلیات کو مرفوع کر دیا۔ یا ضعیف کو سند صحیح سے نقل کر دیتا ہے۔ وغیرہ۔ اور وضع کا باعث بددینی غلبہ جہالت مذہبی عصبیت۔ یا نفس پرستی یا شہرت مقصد ہوتا ہے۔

لغت۔ منها۔ یعنی قرائن اور علامات وضع۔

لا یقبل۔ عقل و علم اسے تسلیم نہ کرے۔

سلف صالح۔ جیسے حسن بصری حضرت علی۔ صوفیا میں مالک بن دینار۔ ثعلبی و جنید کے اقوال۔ فیرکب۔ یعنی سند پیش کر دے۔ خیال رہے کہ اس صورت میں سند موضوع ہوگی۔ متن نہیں۔

زنادقہ۔ مراد وہ فرقہ جس نے کفر چھپاتے ہوئے اسلام کو ظاہر کیا۔ اس فرقہ نے بڑی حد میں گڑھی ہیں۔ مہدی خلیفہ نے کہا کہ مرے پاس زنادقہ کے ایک شخص نے ایک سو احادیث کے وضع کا اقرار کیا۔ جو لوگوں میں رائج ہو گئی۔ عبدالکریم بن العوجاء نے چار ہزار حدیثیں وضع کیں۔

بعض المتعبدین۔ مراد جاہل صوفیا۔ چنانچہ صلوٰۃ الغائب وغیرہ کی موضوع حدیثیں انہیں کا کرشمہ ہے۔

فرط عصبیت۔ مذہبی عصبیت۔ جیسے رافضی۔ شیعہ، خوارج نے لاکھوں حدیثیں مذہب کی ترویج اور اہل بیت کی فضیلت میں وضع کی ہے۔

قصد الاشہار۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک مشہور ہو جانے کے لئے ایسا کیا۔
وَكُلُّ ذَلِكَ حَرَامٌ بِاجْتِمَاعٍ مَنْ يَتَعَدَّ بِهِ إِلَّا أَنَّ بَعْضَ الْكُرَامِيَّةِ وَبَعْضَ الْمُتَصَوِّفَةِ نَقَلَ عَنْهُمْ إِبَاحَةَ الْوَضْعِ فِي التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَهُوَ خَطَأٌ مِنْ فَاعِلِهِ نَشَأَ عَنْ جَهْلِ لِأَنَّ التَّرْغِيبَ وَالتَّرْهِيْبَ مِنْ جُمْلَةِ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ تَعَمُّدَ الْكِذْبِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكِبَائِرِ وَبَالِغَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْنِيُّ فَكَفَّرَ مَنْ تَعَمَّدَ الْكِذْبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَاتَّفَقُوا عَلَى تَحْرِيمِ رِوَايَةِ الْمَوْضُوعِ إِلَّا مَقْرُونًا بَيِّنَاتِهِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يَرَى أَنَّهُ كِذْبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ:- اور یہ وضع کی تمام صورتیں حرام ہیں ان حضرات کے اجماع سے جن کا اجماع معتبر ہے۔ ہاں مگر کرامیہ اور بعض نام نہاد صوفیہ سے نقل ہے کہ ترغیب و ترہیب کے لئے وضع کرنا مباح ہے۔ ایسا کرنے والے سخت غلطی میں ہیں جو جہالت سے پیدا ہے۔ اس لئے کہ ترغیب و ترہیب بھی منجملہ احکام شرعیہ میں سے ہے۔ جمہور نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کبائر میں سے ہے۔ ابو محمد جوینی نے اس پر بڑی شدت اختیار کی ہے۔ جن لوگوں نے آپ پر جھوٹ کہا ہے ان کی تکفیر کی ہے۔ موضوع کی روایت کے حرام ہونے پر اجماع ہے ہاں مگر موضوع کی وضاحت کے ساتھ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف موضوع اور اس کی حیثیت کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ حدیث کا وضع کرنا کبار میں سے ہے بعضوں نے اس کی تکفیر تک کی ہے۔ بعض جاہل صوفیہ۔ کرامیہ جو معتزلہ کی ایک شاخ ہے۔ ترغیب کے باب میں وضع کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ بھی باطل ہے۔ اسی طرح موضوع کو نقل کرنا وضع کی تصریح کے ساتھ جائز ہے ورنہ نہیں۔

لغات: کرامیہ: عبداللہ بن کرام کی طرف نسبت ہے۔ جو فرقہ مشبہ ہے جو معتزلہ میں سے ہے۔ ترہیب: ڈرانے اور وعید کے مضامین۔ ترغیب: رغبت اور شوق کے مضامین۔ اتفقوا: اس سے مراد اہل سنت والجماعہ ہے۔

جوینی: جوین قریش کے وزن پر خراسان کے محلہ کا نام ہے۔

مقروناً: روایت کے ساتھ وضع ہونا بیان کر دے۔

کذابین: اگر جمع ہے تو مفہوم واضح ہے اگر تثنیہ ہے تو اسود غسی اور میلہ کذاب مراد ہے۔ یعنی انہیں کی طرح انہیں کے گروہ میں ہے۔ یعنی آخرت میں انہیں کے ساتھ حشر و انجام ہوگا۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِي مِنْ أَقْسَامِ الْمَرْدُودِ وَ هُوَ مَا يَكُونُ بِسَبَبِ تَهْمَةِ الرَّاوي بِالْكَذِبِ هُوَ الْمَتْرُوكُ وَ الثَّالِثُ الْمُنْكَرُ عَلَى رَايٍ مَنْ لَا يَشْتَرِطُ فِي الْمُنْكَرِ قِيْدَ الْمُخَالَفَةِ وَ كَذَا الرَّابِعُ وَالْخَامِسُ فَمَنْ فَحَشَ غَلْطُهُ أَوْ كَثُرَتْ غَفْلَتُهُ أَوْ ظَهَرَ فِسْقُهُ فَحَدِيثُهُ مُنْكَرٌ ثُمَّ الْوَهْمُ وَ هُوَ الْقِسْمُ السَّادِسُ وَ إِنَّمَا أَفْصَحَ بِهِ لِطَوْلِ الْفَضْلِ إِنْ أَطْلَعَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْوَهْمِ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلَى وَهْمِ رَاوِيهِ مِنْ وَضَلِ مُرْسَلٍ أَوْ مُنْقَطِعٍ أَوْ إِدْخَالَ حَدِيثٍ فِي حَدِيثٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ مِنَ الْأَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَ يَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذَلِكَ بِكَثْرَةِ السَّبْعِ وَ جَمْعِ الطَّرِيقِ فَهَذَا هُوَ الْمُعْلَلُ.

ترجمہ:۔ مردود کے اقسام میں سے قسم دوم وہ ہے جو راوی کی تہمت کذب کے اعتبار سے ہو وہ متروک ہے۔ تیسرا منکر ہے۔ ان حضرات کی رائے پر جو منکر میں مخالفت کی قید کی

شرط نہیں لگاتے اسی طرح چوتھا اور پانچواں۔ پس جن کی غلطیاں زاید ہوں، یا غفلت کی بہتات ہو یا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث بھی منکر ہوگی پھر وہم جو چھٹی قسم ہے اس کو صراحۃً بیان کیا ہے طول تفصیل کی وجہ سے۔ اگر وہم پر ایسے قرائن کے ذریعہ اطلاع ہو جائے جو راوی کے وہم پر دلالت کرنے والے ہوں۔ خواہ مرسل و منقطع کو موصول کر دے۔ یا کسی روایت کو دوسری روایت میں داخل کر دے۔ اس کے علاوہ اور بھی جو بھی عیب لگانے والے اسباب ہوں۔ اور اس وہم کی معرفت کثرت تتبع و تلاش اور روایت کے طریقوں کو جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی وہ ہے جسے معلل کہا جاتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف ان اقسام کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں جو راوی کے اوصاف طعن سے پیدا ہوتے ہیں۔ اجمالاً اسکا ذکر ماقبل میں آچکا ہے۔ راوی کے تہمت کذب سے متصف روایت متروک کہلاتی ہے۔ تیسرا منکر ہے۔ کثرت اغلاط اور فسق سے بھی منکر ہو جاتا ہے۔ وہم جو چھٹی صورت ہے اس سے معلل ہو جاتا ہے۔

القسم الثانی۔ مردود کی وہ قسم جو تہمت راوی کی وجہ سے ہو۔

الثالث۔ کثرت خطا۔ اسی طرح کثرت غفلت اور فسق سے روایت منکر ہوتی ہے۔

علیٰ راہی۔ یعنی اس رائے پر جس میں ثقہ کی مخالفت شرط نہیں۔ خیال رہے کہ منکر جو معروف کا مقابل ہے اس میں مخالفت شرط ہے۔

الوہم۔ طعن راوی کا یہ چھٹا سبب ہے۔ اصطلاح میں روایت الحدیث علی سبیل التوہم یہ سند میں بکثرت ہوتا ہے۔

انما افصح بہ۔ مولف نے اسے السادس نہیں کہا بلکہ نام ذکر کیا طول مباحث کے حائل ہونے کی وجہ سے۔

ان اطلع۔ ان شرطیہ ہے۔ جزا ہذا آگے آرہی ہے۔

من وصل مرسل۔ من بیانہ ہے۔ یعنی منقطع یا مرسل کو متصل کر دینا۔

ادخال۔ ایک متن کو دوسرے میں داخل کر دینا۔

و یحصل معرفۃ وہم کیسے معلوم ہوگا اس کا طریقہ ذکر کر رہے ہیں۔

تتبع رجال، واسانید اور اختلاف متون پر غور و خوض کے ذریعہ۔

جمع۔ تمام طرق کی چھان بین کہ کس طریق سے مرسل ہے کس طریق سے متصل کس طریق سے موقوف یا مرفوع ہے۔ اسی وجہ سے ابن مدینی نے کہا جب تک تمام طرق جمع نہ ہوں گے غلطی اور وہم کا علم نہ ہوگا۔

معلل۔ معلل نام رکھنا صحت سے خالی نہیں۔ معلل نام رکھا گیا ہے مافیہ الوہم روایت کا باب افعال سے اسے معل ہونا چاہئے اسی طرح معلول بھی نام رکھنا مناسب نہیں علت کے معنی یکے بعد دیگرے پلانا ہے۔ کہا جاتا ہے علت بالشراب۔ بار بار پلایا

وَهُوَ مِنْ أَعْمَضِ أَنْوَاعِ عُلُومِ الْحَدِيثِ وَادْقُهَا وَ لَا يَقُومُ بِهِ إِلَّا مَنْ رَزَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَهَمًّا ثَاقِبًا وَحِفْظًا وَاسِعًا وَمَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرِّوَاةِ وَ مَلَكَ قُوَّةً بِالْأَسَانِيدِ وَالْمُتُونِ وَ لِهَذَا لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْ أَهْلِ هَذَا الشَّانِ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ وَاحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَابْنِ خُبَّارٍ وَ يَعْقُوبَ بْنَ أَبِي شَيْبَةَ وَ أَبِي حَاتِمٍ وَ أَبِي زُرْعَةَ وَ الدَّارَ قُطْنِيَّ وَ قَدْ يَفْضَرُ عِبَارَةً الْمُعَلَّلِ عَنْ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَى دَعْوَاهُ كَالصَّيْرِفِيِّ فِي نَقْدِ الدِّينَارِ وَالذَّرْهَمِ.

ترجمہ :- اور یہ علوم حدیث کی بڑی دقیق و غامض قسموں میں ہے۔ اسے کوئی حاصل نہیں کر سکتا مگر جسے خدائے پاک فہم ثاقب، حفظ وسیع، معرفت تام سے نوازے۔ جس سے وہ راویوں کے مراتب کو جان لے۔ اور اسے اسانید اور متون پر مہارت تامہ ہو۔ اسی وجہ سے اس پر بہت کم گفتگو کی ہے سوائے چند لوگوں کے جو اس شان کے ہوئے ہیں جیسے علی بن مدینی احمد بن حنبل، امام بخاری، یعقوب بن ابی شیبہ، ابو حاتم، ابو زرعة، دار قطنی اور اصحاب علل کی عبارت اس امر سے کوتاہ ہے کہ وہ اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کر سکیں۔ جیسے صراف دراهم و دینار کے پرکھنے پر۔

تشریح :- اس مقام سے مولف علل احادیث کی اہمیت اور اس کے مشکل ترین ہونے کی وضاحت کر رہے ہیں۔ کہ اس پر درک و مہارت ماہرین فن کا کام ہے۔ وہ بلادلیل قولی کے ذہانت و تجربہ سے اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

قوله۔ اغمض و ادق۔ یہ عطف تفسیری ہے۔ مراتب الرواة۔ یعنی عدالت و ضبط کے اعتبار سے۔

معلل۔ بصیغہ فاعل۔ واقف عل۔ ناقد حدیث۔

عن اقامة الحجة۔ چونکہ دلیل کا تعلق اقوال والفاظ سے ہے اور ماہرین فن اسے اثر اق قلبی اور خداداد بصیرت و ہمیں علوم سے اور تجربہ سے ثابت کرتے ہیں۔

ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ وَهُوَ الْقِسْمُ السَّابِعُ إِنْ كَانَتْ وَاقِعَةً بِسَبَبِ تَغْيِيرِ السِّيَاقِ أَيْ سِيَاقِ الْإِسْنَادِ فَالْوَاقِعُ فِيهِ ذَلِكَ التَّغْيِيرُ مَذْرُجُ الْإِسْنَادِ وَهُوَ أَقْسَامُ الْأَوَّلُ أَنْ يُرَوَّى جَمَاعَةً الْحَدِيثِ بِإِسْنَادٍ مُخْتَلِفَةٍ فَيُرَوِّيه عَنْهُمْ رَاوٍ فَيَجْمَعُ الْكُلَّ عَلَى إِسْنَادٍ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْأَسْنَادِ وَلَا يَبِينُ الْإِخْتِلَافَ الثَّانِي أَنْ يَكُونَ الْمُتَنُّ عِنْدَ رَاوٍ إِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَإِنَّهُ عِنْدَهُ بِكَسْنَادٍ آخَرَ فَيُرَوِّيه عَنْهُ رَاوٍ تَامًا بِإِسْنَادٍ الْأَوَّلِ وَ مِنْهُ أَنْ يَسْمَعَ الْحَدِيثَ مِنْ شَيْخِهِ إِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَيَسْمَعُهُ عَنْ شَيْخِهِ بِوَسِطَةِ فَيُرَوِّيه رَاوٍ عَنْهُ تَامًا بِحَذْفِ الْوَسِطَةِ.

ترجمہ:- پھر مخالفت جو ساتویں قسم ہے۔ اگر سیاق کے تغیر کے سبب واقع ہو یعنی سیاق اسناد تو جس میں یہ تفسیر واقع ہو وہ مدرج الاسناد ہے۔ اور وہ چند قسموں پر ہے۔ اول ایک جماعت نے حدیث کو مختلف سندوں سے نقل کیا ہو پھر ان سے ایک راوی نے روایت کی اور سب کو جمع کر دیا ایک سند میں ان اسناد مختلفہ کو اور اختلاف بیان نہیں کیا۔ دوم یہ کہ متن ایک راوی کے پاس تھا۔ مگر ایک حصہ نہیں تھا (تھوڑا کم تھا، اس کے پاس یہ حصہ دوسری سند سے تھا پس وہ سند اول کے ساتھ پوری حدیث روایت کرنے لگا۔ اور اسی قسم ثانی میں سے یہ ہے کہ اپنے شیخ سے ایک حدیث روایت کی اور اس کا ایک حصہ شیخ سے بواسطہ سنا پس وہ اس روایت کو پوری بیان کرتا ہے۔ اور واسطے کو حذف کر دیتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف طعن راوی کے ساتویں قسم کی بحث کر رہے ہیں۔ یہ قسم راوی کا ثقات سے مخالفت کرتا ہے۔ ایسے راوی کی روایت مدرج ہے اس کی دو قسم ہے۔ مدرج الاسناد، مدرج المتن۔ مدرج الاسناد: وہ حدیث جس کی سند کا سیاق بدل دیا جائے۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ مختلف و متعدد سندوں کو حذف کر کے راوی ایک سند سے حدیث بیان کرے۔ (۲) ایک حدیث کا ٹکڑا ایک سند سے مروی ہو دوسرا ٹکڑا دوسری سند سے مروی ہو دونوں کو ایک کر کے ایک سند سے روایت کرے (۳) ایک شیخ سے ایک ٹکڑا

بلا واسطہ اور حدیث کا دوسرا ٹکڑا بلا واسطہ سنا تھا مکمل حدیث و روایت ایک شیخ سے بلا واسطہ روایت کر دی اور واسطہ حذف کر دیا۔

مدرج۔ چونکہ مغیر نے سند میں ادراج کر دیا ہے اسی وجہ سے مدرج کہا جاتا ہے۔
 قوله۔ السیاق۔ ای سیاق الاسناد۔ الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے۔
 اقسام۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

راو۔ جس نے سب سندوں کو جمع کر کے روایت کر دیا۔ اور اختلاف سند کو بیان نہیں کیا۔
 اس کی مثال۔ ترمذی کی روایت ہے۔ عن بندار عن ابن مہدی عن سفیان الثوری
 عن واصل و منصور والاعمش عن ابی وائل عن عمر بن شرحبیل عن
 عبد اللہ۔ الحدیث اس میں سفیان کے تین شیوخ ہیں، واصل نے عبد اللہ اور وائل کے
 درمیان عمر بن شرحبیل کا واسطہ حذف کر دیا باقی دونوں راویوں نے واسطہ ذکر کیا ہے۔
 مگر راوی نے تینوں کو ایک کر کے عمر بن شرحبیل سے نقل کر دیا۔
 طرفاً۔ بمعنی حدیث کا ٹکڑا۔

فیروہ راو۔ یہی راوی مخالف ثقات ہے۔ اس کی مثال نسائی میں سفیان کے واسطے سے
 عن وائل بن حجر ایک حدیث ہے صفت صلوٰۃ کے متعلق اس میں یہ ٹکڑا بھی داخل کر دیا
 گیا ہے۔ ثم جئہم بعد ذلك فی زمان برد شدید عاثم بن کعب جو وسط سند میں ہے۔
 ان کی روایت میں یہ نہیں ہے۔ بلکہ دوسری سند میں ہے۔ مگر راوی نے اس سند میں اس
 ٹکڑے کو ملا کر روایت کر دیا۔ اسی قسم ثانی کی ایک دوسری شکل موطا کی ایک حدیث ہے جسے
 سعید بن ابی مریم نے امام مالک سے روایت کیا زہری سے بواسطہ انس لا تباغضوا ولا
 تحاسدوا ولا تدابروا ولا تنافسوا۔ تو اس میں لا تنافسوا کا لفظ نہیں ہے البتہ موطا میں
 دوسرے مقام پر جسے امام مالک نے ابوالزناد عن الاعرج ابی ہریرہ بیان کیا ہے۔ مگر راوی سعید
 نے اس ٹکڑے کو بھی اسی میں ملا دیا ہے اور امام مالک کے مشائخ کا واسطہ حذف کر دیا ہے۔

الثالثُ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدَ الرَّاْوِیِّ مَتْنَانِ مُخْتَلِفَانِ بِاَسْنَادَیْنِ مُخْتَلِفَتَیْنِ فِیْرَوِیْهِمَا رَاوٍ
 عَنْهُ مُقْصِراً عَلٰی اَحَدِ الْاَسْنَادَیْنِ اَوْ یُرَوِّیْ اَحَدَ الْحَدِیْثَیْنِ بِاَسْنَادِهِ الْخَاصِّ بِهِ لٰکِنْ
 یَزِیْدُ فِیْهِ مِنَ الْمَتْنِ الْاٰخَرِ مَا لَیْسَ فِی الْاَوَّلِ الرَّایحُ اَنْ یَسُوْقَ الْاَسْنَادَ فِیَعْرِضُ

عَلَيْهِ عَارِضٌ فَيَقُولُ كَلَامًا مِنْ قَبْلِ نَفْسِهِ فَيُظَنُّ بَعْضُ مَنْ سَمِعَهُ أَنَّ ذَلِكَ الْكَلَامَ هُوَ مَتْنُ ذَلِكَ الْإِسْنَادِ فَيُرْوِيهِ عَنْهُ كَذَلِكَ هَذِهِ أَقْسَامُ مُدْرَجِ الْإِسْنَادِ.

ترجمہ:- تیسری شکل یہ ہے کہ کسی شیخ کے پاس دو متن دو مختلف سندوں سے ہوں اس سے روایت کرنے والا دونوں سندوں کے متن کو ایک سند سے روایت کرتا ہے۔ یا دونوں حدیثوں کو کسی سند خاص سے روایت کرتا ہے لیکن دوسرے متن کو اس میں داخل کر دیتا ہے جو اس میں نہیں ہے۔ چوتھی شکل یہ ہے کہ راوی سند بیان کر رہا ہو۔ اسے کوئی ضرورت پیش آجائے اس نے اپنی جانب سے کچھ کہہ دیا۔ سامعین میں سے بعض نے گمان کر لیا کہ یہ بھی اسی اسناد کے متن میں سے ہے۔ اور اس کی روایت کر دیتا ہے۔ یہ اقسام مدرج اسناد کی تھیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مدرج کی چار قسموں میں سے تیسری اور چوتھی قسم بیان کر رہے ہیں۔ تیسری قسم کا خلاصہ یہ ہے کہ دو سندوں کو ایک کر دیتا ہے۔ چوتھے کا خلاصہ یہ ہے کہ استاد نے کسی راوی کی شرح کی تھی، مثلاً کنیت، نام لقب، نسبت وغیرہ کی شرح کی تھی جسے اپنے شیخ سے انھوں نے نقل نہیں کیا تھا اس کے شاگرد نے سند کا خبر سمجھ کر سند کی طرح بیان کر دیا۔

قوله : فيرويها. خواه ایک ساتھ روایت کرے یا پورا پورا۔ یا مختصر کر کے روایت کرے۔ فی الاول۔ یعنی حدیث اول اور متن اول۔

فيعرض له عارض۔ یعنی کوئی ضرورت شرح وغیرہ کی پیش آگئی۔

من سمعه. یعنی راوی۔ هذه. اقسام اربعہ۔

وَأَمَّا مُدْرَجُ الْمَتْنِ فَهُوَ أَنْ يَقَعَ فِي الْمَتْنِ كَلَامٌ لَيْسَ مِنْهُ فَتَارَةٌ يَكُونُ فِي أَوَّلِهِ وَتَارَةٌ فِي آخِرِهِ وَتَارَةٌ فِي آخِرِهِ وَهُوَ الْأَكْثَرُ لِأَنَّهُ يَقَعُ بِعَظْفٍ جُمْلَةٍ عَلَى جُمْلَةٍ أَوْ بِدَمَجٍ مَوْقُوفٍ مِنْ كَلَامِ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ بِمَرْفُوعٍ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ فَصَلٍ فَهَذَا هُوَ مُدْرَجُ الْمَتْنِ وَيُنْزَكُ الْإِدْرَاجُ بِوُرُودِ رِوَايَةٍ مُفْصَلَةٍ لِلْقَدْرِ الْمُدْرَجِ بِمَا أَدْرَجَ فِيهِ أَوْ بِالتَّنْصِصِ عَلَى ذَلِكَ مِنَ الرَّوَايَةِ أَوْ مِنْ بَعْضِ الْإِثْمَةِ الْمُطْلَعِينَ أَوْ بِاسْتِحَالَةِ كَوْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ وَ قَدْ صَنَّفَ الْخَطِيبُ فِي الْمُدْرَجِ كِتَابًا وَ لَخُصَّتُهُ وَ زِدْتُ عَلَيْهِ قَدْرًا مَا ذَكَرَ مَرَّتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ وَ لِلَّهِ الْحَمْدُ .

ترجمہ :- اور بہر حال مدرج المتن وہ یہ ہے کہ متن میں کوئی کلام داخل ہو جائے۔ یہ کبھی شروع میں ہوتا ہے کبھی وسط میں کبھی آخر میں۔ اور یہ زائد ہے۔ چونکہ یہ واقع ہوتا ہے عطف الجملہ علی الجملہ کی صورت میں یا یہ کہ صحابی یا تابعی کے کلام موقوف کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع کے ساتھ بلا امتیاز کے ملا دیا جائے۔ یہ مدرج متن کہلاتا ہے۔ اس روایت کے موجود ہونے سے ادراج کا علم ہو جاتا ہے جس نے اس مقدار کو جدا کر دیا ہو جو اس میں داخل کر دیا گیا تھا یا راوی کی تصریح سے، یا بعض ائمہ واقفین کی اطلاع سے۔ یا محال ہونے کی وجہ سے کہ آپ نے یہ کہا ہو خطیب نے مدرج کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں دو چند بلکہ اس سے زائد کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف ادراج متن کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اذلا اس کی تقسیم ہے۔ پھر ادراج کی علامتوں کا بیان ہے۔

ادراج یا تو ادا کل متن میں ہو گا جیسے اسبغوا الوضوء وبل للاعقاب من النار اس میں اسبغوا کا لفظ مدرج ہے۔ یا وسط متن میں ہو گا۔ جیسے حضرت عائشہ کی حدیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحنث فی غار حرا و هو المتعبد اکمیں و هو المتعبد مدرج ہے۔ یا ادراج آخر سند میں ہو جیسے ابو خنیسہ کے واسطے سے شہد ابن مسعود کے آخر میں اذا قلت هذا فقد قضیت . اس میں اذا کے بعد مدرج ہے۔

و هو لا کثر . ادراج عموماً آخر میں ہوتا ہے چونکہ اس کا تعلق تفسیر سے ہوتا ہے۔
حل : بدمج موقوف . یعنی داخل کر دینا۔

من بعدہم . یعنی صحابہ کے بعد تابعین یا اتباع تابعین کی روایت۔

بلا فصل . یعنی بلا امتیاز اور فرق کے

بیشرك الادراج . یعنی ادراج کی معرفت کا طریقہ۔

بورود رواية مفصلة . تفصیل سے اسم فاعل۔ یعنی دوسری روایت میں مدرج حصہ

ممتاز ہو کر آ رہا ہو۔

او باسستحالة۔ یعنی ایسے الفاظ و جملے ہو کہ آپ سے اس کا صادر ہونا مشکل ہو۔ جیسا کہ
لولا الجهاد فی سبیل اللہ و برأئمی لا خبئت ان امرت و انا مملوک۔ اگر جہاد اور
والدہ کی خدمت کا موقع نہ ہوتا میں غلام کی موت کی تمنا کرتا۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی والدہ کہاں حیات تھیں اور غلامی کی تمنا آپ کی شایان شان بھی کہاں۔
لخصت۔ خطیب بغدادی کی اس کتاب کا نام الفصل الوصل المدرج فی النقل ہے۔
اور حافظ کی تلخیص اور اس پر جو مضاعف ہے اس کا نام تقریب المنہج بترتیب
المدرج ہے۔

وَ اِنْ كَانَتْ الْمُخَالَفَةُ بِتَقْدِيمٍ وَ تَاخِيرٍ اَيُّ فِي الْأَسْمَاءِ كَمُرَّةُ بِنِ كَعْبٍ وَ كَعْبُ بِنِ
مُرَّةٍ لِأَنَّ اِسْمَ أَحَدِهِمَا اِسْمُ ابْنِ الْآخَرِ فَهَذَا هُوَ الْمَقْلُوبُ وَ لِلْخَطِيبِ فِيهِ كِتَابٌ
رَافِعُ الْأَرْتِيَابِ وَ قَدْ يَقَعُ الْقَلْبُ فِي الْمَتَنِ اَيْضاً كَحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِي السَّبْعَةِ الَّذِينَ يُظْلَهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّ عَرْشِهِ فِيهِ وَ رَجُلٌ
تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ أَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ فَهَذَا مِمَّا انْقَلَبَ عَلَى
أَحَدِ الرَّوَاةِ وَ اِنَّمَا هُوَ حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ كَمَا فِي الصَّحِيحَيْنِ.

ترجمہ:- اگر مخالفت تقدیم و تاخیر کی صورت میں ہو یعنی ناموں میں ہو۔ جیسے مرہ بن
کعب سے کعب بن مرہ۔ چونکہ اس میں ایک کا نام دوسرے کے باپ کا ہے تو یہ مغلوب
ہے۔ اور خطیب نے اس پر کتاب لکھی ہے۔ رافع الارتياب۔ اور قلب کبھی متن میں ہوتا
ہے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث مسلم میں ان سات لوگوں کے متعلق جو عرش کے سایہ
میں ہونگے پس اس میں ایک وہ آدمی ہے جس نے صدقہ ایسے مخفی طور سے کیا ہو کہ اس
کے دائیں ہاتھ کو نہ معلوم ہو کہ بائیں نے کیا خرچ کیا۔ اس میں ایک راوی نے اسے بدل
کر کہا۔ حالانکہ وہ اس طرح ہے اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔
جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

تشریح:- مؤلف اس مقام سے مقلوب کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ یعنی سند یا متن میں
الٹ پلٹ ہو جائے جیسے کعب بن مرہ سے مرہ بن کعب۔

قوله في الاسماء. مقلوب اکثر اسماءوں ہی میں واقع ہوتا ہے۔
 رافع الارتیاب. اسکا نام رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والانساب
 ابو ہریرہ. حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث مسلم کے بعض طرق میں ہے۔
 ففیہ. یعنی ففی ذلک الحدیث۔

انقلب. ای متنہ. یعنی متن حدیث میں انقلاب ہے۔
 صحیحین۔ مسلم اور بخاری کے بعض نسخوں میں یہ قلب واقع ہے۔

وَ اِنْ كَانَتْ الْمُخَالَفَةُ بِزِيَادَةٍ رَاوٍ فِي إِثْنَاءِ الْأَسْنَادِ وَ مَنْ لَمْ يَزِدْهَا أَتَقَنَّ مِمَّنْ
 زَادَهَا فَهَذَا هُوَ الْمَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ وَ شَرْطُهُ أَنْ يَقَعَ التَّضَرُّعُ بِالسَّمَاعِ
 فِي مَوْضِعِ الزِّيَادَةِ وَالْأَقْمَتِي كَانَ مُعْنَعًا مَثَلًا تَرَجَّحَتْ الزِّيَادَةُ أَوْ اِنْ كَانَتْ
 الْمُخَالَفَةُ بِإِبْدَالِهِ أَيْ الرَّاوِي وَ لَا مُرْجَحَ لِأَحَدِي الرَّوَايَتَيْنِ عَلَى الْأُخْرَى فَهَذَا
 هُوَ الْمَضْطَرَبُ وَ هُوَ يَقَعُ فِي الْأَسْنَادِ غَالِبًا وَ قَدْ يَقَعُ فِي الْمَتْنِ لَكِنْ قُلْ أَنَّ
 يَحْكُمُ الْمُحَدِّثُ عَلَى الْحَدِيثِ بِالِاضْطِرَابِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْاِخْتِلَافِ فِي الْمَتْنِ
 دُونَ الْأَسْنَادِ.

ترجمہ:- اگر مخالفت در میان سند میں راوی کے زاید کرنے کی وجہ سے ہو اور جس نے
 زاید نہیں کیا وہ اس سے اتقن ہو۔ اسکے مقابلہ میں جس نے زاید کیا ہو تو وہ مزید فی متصل
 الاسانید ہے اس کی یہ شرط ہے کہ سماع کی تصریح زیادتی کے مقام میں کر دی ہو۔ ورنہ تو
 جب معنعن ہو گا تو زیادتی کو ترجیح دی جائے گی۔ یا یہ کہ مخالفت اس کے یعنی راوی کے ابدال
 سے ہو اور کوئی مرجح نہ ہو دور وایتوں میں سے کسی ایک کے درمیان۔ تو یہ مضطرب ہے۔
 اور اکثر یہ سند میں ہوتا ہے اور کبھی متن میں ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کم ہوا ہے کہ کسی
 حدیث پر کوئی محدث اضطراب کا حکم لگائے۔ اختلاف متن کی نسبت کے اعتبار سے نہ کہ
 اسناد کے اعتبار سے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مزید متصل الاسانید اور مضطرب کی تفصیل ذکر کر رہے
 ہیں۔ مزید فی متصل الاسانید۔ جس کی سند متصل ہو۔ اور کسی راوی کا اضافہ کر دیا جائے۔
 جیسے خَلَقْنَا سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ حَدَّثَنِي يَسْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ

أَبَا إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ وَائِلَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدَةَ الْغَنَوِيُّ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ. اس سند میں ابوسفیان اور ابو اور یس کی زیادتی ہے۔ اور یہ زیادتی وہاں ہے۔ چونکہ اس کو ثقہ جماعت نے ان دو واسطوں کے بغیر نقل کیا ہے۔

مضطرب۔ وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں تغیر یا تبدل کی وجہ سے ثقہ راوی سے اختلاف پیدا ہو گیا ہو۔ اور دونوں روایتوں میں سے کسی کو ترجیح ممکن نہ ہو۔ اگر ترجیح ممکن ہو تو راجح کو مقبول اور مرجوح کو غیر مقبول کہیں گے۔ جیسے بواسطہ ابو بکر صدیق یہ روایت ہے یا رسول اللہ اراک شبت قال شیبتي هود و اخواتها اس میں سند اضطراب ہے کہ یہ صرف ابواسحق کے طریق سے مروی ہے۔ اور اس میں دس وجہوں سے اختلاف ہے۔

بعض نے مرسل۔ بعض نے موصول۔ بعض نے مسانید ابی بکر میں کسی نے مسانید سعد میں ہونا بیان کیا ہے ادھر تمام رواۃ ثقات ہیں مساوی درجہ کے ہیں۔ ترجیح بھی ممکن نہیں۔ اور جمع بھی ممکن نہیں۔

اضطراب کی مثال۔ ترمذی میں فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے سنل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الزکوة فقال ان فی المال حقاً سوى الزکوة. اسے ابن ماجہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ لیس فی المال حق سوى الزکوة.

حل لغات۔ اتقن۔ اتقان سے ماخوذ ہے۔ جیسے افید افادۃ سے۔ بمعنی اسم تفضیل۔ شرطہ۔ جس میں زاید راوی نہ ہو۔ اس میں راوی کے سماع کی تصریح ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ واقعی یہ واسطہ زاید ہے۔

معنعنا۔ عنعن سے بصیغہ مفعول جو بذریعہ عن عن مروی ہو۔ ترجحت الزیادۃ۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ثقہ کی حدیث منقطع ہے۔ گو اس زیادتی سے قبل متصل ہونے کا احتمال تھا۔

باب دالہ الراوی۔ یعنی ابدال کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے۔ اسی طرح مروی کا بھی ابدال۔ اس طرح اضطراب سند کے ساتھ اضطراب متن کو

بھی شامل ہو جائے گا۔

ولا یرجح۔ یعنی ایک روایت کو دوسرے پر کوئی ترجیح دینے والا نہ ہو۔ اگر مرجح ہو گا تو مضطرب نہ ہو گا۔ مضطرب۔ بکسر راء ہے۔

فی المتن۔ یعنی صرف متن میں۔ اضطراب فی المتن کی شکل محدثین بہت کم اسے مضطرب قرار دیتے ہیں گویا کہ اسے اختلاف متن پر محمول کر دیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ اضطراب کی شکل میں حدیث ضعیف ہو جاتا ہے چونکہ یہ عدم ضبط کی علامت ہے۔

وَلَقَدْ يَقَعُ الْإِبْدَالُ عَمْدًا لِمَنْ يُرَادُ اخْتِبَارُ حِفْظِهِ امْتِحَانًا مِنْ فَاعِلِهِ كَمَا وَقَعَ لِلْبُخَارِيِّ وَالْعُقَيْلِيِّ وَغَيْرِهِمَا وَشَرْطُهُ أَنْ لَا يَسْتَمِرَّ عَلَيْهِ بَلْ يَنْتَهِيَ بِانْتِهَاءِ الْحَاجَةِ فَلَوْ وَقَعَ الْإِبْدَالُ عَمْدًا لَا لِمَصْلَحَةٍ بَلْ لِلْإِعْرَابِ مَثَلًا فَهُوَ مِنْ أَقْسَامِ الْمَوْضُوعِ لَوْ وَقَعَ غَلْطًا فَهُوَ مِنَ الْمَقْلُوبِ وَالْمُعْلَلِ۔

ترجمہ:- اور کبھی ابدال قصد اہوتا ہے۔ اس شخص کے لئے جس کے آزمانے کا ارادہ ہو۔ ابدال کرنے والے کی طرف سے امتحان کے لئے۔ جیسا کہ امام بخاری اور عقیلی کے لئے ہوا تھا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ اس پر باقی نہ رہے۔ بلکہ ضرورت کے بعد ختم کر دے۔ پس اگر ابدال عمدہ بلا کسی ضرورت کے اظہار غرابت کے طور پر ہوا ہے تو وہ موضوع کے اقسام سے ہو گا۔ اگر غلطی سے ہوا ہو تو مقلوب و معلل ہے۔

تشریح:- اس مقام سے صاحب کتاب ابدال بالقصد کی صورت کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ اگر ابدال بالقصد امتحان لینے کے لئے ہوا ہے اور اس پر بقانہ رہا تو ٹھیک ہے اگر اظہار غرابت کے طور ہو تو موضوع سہوا ہو تو مقلوب ہو گا۔

حل لغات: من فاعله۔ ای فاعل الابدال۔

للبخاری۔ امام بخاری کے ساتھ امتحان ابدال کا واقعہ بغداد میں پیش آیا تھا۔ قریب سو حدیثوں کے سندوں اور متنوں کو بدل کر پیش کیا۔ امام بخاری نے اولاً ان احادیث کے متعلق لا اعرف کہا۔ پھر کہا پہلی حدیث اس کی سند اور متن اس طرح تھی۔ اور واقع میں اس کی سند اور متن اس طرح ہے۔ اسی طرح سو حدیثوں کا جواب دیا۔ اہل بغداد نے حفظ و فضل کا اعتراف کیا۔ (شرح القاری)

عقیلی۔ عین کے ضمہ کے ساتھ۔

بانتہاء الحاجة۔ یعنی ضرورت کے بعد یہ تبدیلی ختم کر دے۔

للا غراب۔ اظہار حیرت و تعجب کے لئے۔

خیال رہے کہ مؤلف نے امتحاناً ابدال کو ابدال کے اقسام میں مانا ہے دیگر حضرات نے مقلوب میں مانا ہے۔

أَوْ إِنْ كَانَتْ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيرِ حَرْفٍ أَوْ حُرُوفٍ مَعَ بَقَاءِ صُورَةِ الْخَطِّ فِي السِّيَاقِ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ بِالنَّسْبَةِ إِلَى النُّقْطِ فَالْمُصْحَفُ وَإِنْ كَانَ بِالنَّسْبَةِ إِلَى الشَّكْلِ فَالْمُحَرَّفُ وَ مَعْرِفَةُ هَذَا النَّوعِ مُهِمَّةٌ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْعَسْكَرِيُّ وَالذَّارِقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُمَا وَ أَكْثَرَ مَا يَقَعُ فِي الْمُتُونِ وَقَدْ يَقَعُ فِي الْأَسْمَاءِ الَّتِي فِي الْأَسَانِيدِ.

ترجمہ:- پس اگر مخالفت کسی حرف یا حروف میں ہو صورت خط کے باقی رہنے کے ساتھ سیاق میں اگر یہ نقطہ میں ہے تو مصحف، اور اگر شکل کے اعتبار سے ہے تو محرف ہے۔ اور اس قسم کا پہچانا مشکل ہے، اور عسکری اور دارقطنی نے اس پر کتاب لکھی ہیں۔ زیادہ تر اسکا وقوع متون میں ہوتا ہے اور کبھی سند کے ناموں میں ہوتا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف مصحف اور محرف جو ابدال اور تغیر کی ایک شکل ہے ذکر کر رہے ہیں۔

مصحف۔ جس حدیث کو ثقہ راوی کے خلاف نقل کیا جائے۔ اور یہ اختلاف نقطوں کے اعتبار سے ہو مصحف النقط اور شکل میں ہو تو محرف کہا جاتا ہے۔ اور دیگر حضرات اسے مصحف الشکل کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ ابن حجر کی اصطلاح ہے۔ مصحف النقط کی مثال۔ مراحم اور مراحم ہے۔ اور محرف کی مثال دمنی ابی یوم الاحزاب۔ ابی سے مراد ابی بن کعب اس کو ابی اب کی اضافت کے ساتھ کر دیا ہے ابن صلاح نے دونوں قسموں کو محرف سے موسوم کیا ہے۔

حل لغات: حروف۔ یعنی دو حرف یا اس سے زائد۔

السياق۔ یعنی لفظ کا سیاق۔ ذلک۔ یعنی تغیر۔

مصحف۔ اسم مفعول کے ساتھ۔ اسی کی مثال مراحم سے مراجم۔ ستارے شہیا۔
الشکل۔ یعنی حرکات و سکنات میں۔ جسے ابی بن کعب سے ابی مضاف اب ابی بیاء المحکم۔
الاسناد۔ مثلاً عاصم الاحول سے احدب۔

غیر ہما۔ جیسے خطابی ابن جوزی۔ مایق۔ مامصدر یہ ہے۔ یعنی اکثر وقوع جس طرح اسماء
نسب میں ہوتا ہے اسی طرح القاب اور انساب میں بھی تصحیف واقع ہو جاتی ہے۔

وَلَا يَجُوزُ تَعَمُّدُ تَغْيِيرِ صُورَةِ الْمَتَنِ مُطْلَقًا وَلَا الْإِخْتِصَارُ مِنْهُ بِالنَّقْصِ وَلَا إِبْدَالِ
الْلَفْظِ الْمُرَادِفِ بِالْلَفْظِ الْمُرَادِفِ لَهُ الْأَلْعَالِمِ بِمَذَلُولَاتِ الْأَلْفَاظِ وَبِمَا يَحِيلُ
الْمَعَانِي عَلَى الصَّحِيحِ فِي الْمَسْئَلَتَيْنِ أَمَّا إِخْتِصَارُ الْحَدِيثِ وَ الْكَثْرُونَ عَلَى
جَوَازِهِ بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ الَّذِي يَخْتَصِرُهُ عَالِمًا لِأَنَّ الْعَالِمَ لَا يُنْقِصُ مِنَ الْحَدِيثِ
إِلَّا مَا لَا تَعْلُقُ لَهُ بِمَا يَبْقِيهِ مِنْهُ بِحَيْثُ لَا يَخْتَلِفُ الدَّلَالَةُ وَلَا يَخْتَلُ الْبَيَانُ حَتَّى
يَكُونَ الْمَذْكُورُ وَالْمَحْذُوفُ بِمَنْزِلَةِ خَبَرَيْنِ أَوْ يَدُلُّ مَا ذَكَرَهُ عَلَى مَا حَذَفَهُ
بِخِلَافِ الْجَاهِلِ فَإِنَّهُ قَدْ يُنْقِصُ مَا لَهُ تَعْلُقٌ كَثْرًا إِلَّا سِتْنَاءً.

ترجمہ :- اور متن کی صورت کو عمدہ بدلنا کسی بھی طرح درست نہیں۔ اور نہ اختصار کرنا
کم کرتے ہوئے۔ اور نہ کسی مرادف لفظ کو مرادف سے بدلنا۔ ہاں مگر اس عالم کو (جائز ہے)
جو الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو۔ اور جس سے معانی بدل جاتے ہوں۔ دونوں مسئلوں
کے متعلق صحیح قول پر۔ اور بہر حال حدیث پاک کا اختصار تو اکثر اسے شرط کے ساتھ جائز
قرار دیتے ہیں کہ اسے عالم مختصر کرنے والا ہو۔ چونکہ عالم حدیث کو ناقص نہیں کرے گا۔
ہاں جس کے مابقیہ حصہ کی معانی سے تعلق نہ ہو معانی سے اس طور پر کہ دلالت مختلف نہ
ہو۔ اور بیان میں خلل واقع نہ ہو۔ یہاں تک کہ محذوف مذکور بمنزلہ دو خبر کے ہو جائے۔
یا مذکور محذوف پر دلالت کرے۔ بخلاف جاہل کے وہ جس کا تعلق معانی سے ہو اس کو بھی
ناقص کرے گا۔ جیسے استثناء کا چھوڑ دینا۔

تشریح :- اس مقام سے مولف متن کی تغیر اور اس کے اختصار کی تفصیل کر رہے ہیں۔
اگر واقف حدیث شخص اگر معنی اور مدلول کی بقاء کے ساتھ اختصار کر دے تو اس کی گنجائش
ہو سکتی ہے۔ اور جاہل کو اختصار حدیث درست نہیں چونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کا تعلق معنی

سے ہوا سے بھی کم دے جس سے معنی ناقص ہو جائے۔

حل لغات: تغیر۔ مثلاً تصحیف و تحریف واقع ہو جائے۔

مطلقاً۔ خواہ مفردات میں ہو یا مرکبات میں۔

الاعالم۔ مطلب یہ ہے کہ متن کی صورت کو بدلنا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور اختصار عالم کے لئے درست ہے۔

مدلولات اللفظ۔ یعنی معنی لغویہ۔ یحیل۔ احالہ سے۔ بمعنی متغیر کرنا بدلنا۔

مسئلتین۔ یعنی اختصار الحدیث اور روایت بالمعنی۔ دونوں عالم کے لئے درست ہے۔

اختصار کے متعلق چند اقوال ہیں۔ جائز، ناجائز۔ اگر اس کی روایت ایک مرتبہ کر چکا ہے تو جائز ورنہ نہیں۔

مالا تعلق له۔ یعنی منقوص اور محذوف۔ یعنی جس کا معنی کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔

منه۔ یعنی الحدیث۔ یختل البیان۔ یعنی حکم میں کوئی خلل نہ پیدا ہو۔

بمنزلة خبرین۔ یعنی دو منفصل خبر کے مانند۔

ماله تعلق۔ یعنی جملہ کے ساتھ اسکا ایسا تعلق ہو کہ اسکے حذف سے معنی بدل جائیں۔

کترک۔ جیسے استثناء کا حذف کرنا کہ اس کا ذکر ضروری ہے۔ مثلاً لا یباع الذهب

بالذهب الا سواء بسواء۔

وَأَمَّا الرُّوَايَةُ بِالْمَعْنَى فَالْخِلَافُ فِيهِ شَهِيرٌ وَالْأَكْثَرُ عَلَى الْجَوَازِ أَيْضاً وَ مِنْ

أَقْوَى حُجَجِهِمُ الْإِجْمَاعُ عَلَى جَوَازِ شَرْحِ الشَّرِيعَةِ لِلْعَجَمِ بِلِسَانِهِمْ لِلْعَارِفِ

بِهِ فَإِذَا جَازَ الْإِبْدَالُ بِلُغَةٍ أُخْرَى فَجَوَازُهُ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ أَوْلَى ، وَقِيلَ إِنَّمَا يَجُوزُ

فِي الْمَفْرَدَاتِ دُونَ الْمُرَكَّبَاتِ وَقِيلَ إِنَّمَا يَجُوزُ لِمَنْ يَسْتَحْضِرُ اللَّفْظَ لِيَتِمَّ كُنْ

مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ وَقِيلَ إِنَّمَا يَجُوزُ لِمَنْ كَانَ يَحْفَظُ الْحَدِيثَ فَنَسِيَ لَفْظَهُ وَ بَقِيَ

مَعْنَاهُ مُرْتَسِماً فِي ذَهْنِهِ فَلَهُ أَنْ يَرْوِيهِ بِالْمَعْنَى لِمَصْلَحَةِ تَحْصِيلِ الْحُكْمِ مِنْهُ

بِخِلَافِ مَنْ كَانَ مُسْتَحْضِراً لِلْفِظِ وَ جَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ يَتَعَلَّقُ بِالْجَوَازِ وَ عَدَمِهِ وَ

لَا شَكَّ أَنَّ الْأَوَّلَى إِبْرَاءُ الْحَدِيثِ بِالْقَاطِئِ دُونَ التَّصَرُّفِ فِيهِ، قَالَ الْقَاضِي

عِيَّاضُ يَنْهَى سُدَّ بَابِ الرُّوَايَةِ بِالْمَعْنَى لِئَلَّا يَتَسَلَّطَ مَنْ لَا يُحْسِنُ مِنْ يَظُنُّ أَنَّهُ

يُحَسِّنُ كَمَا وَقَعَ لِكَثِيرٍ مِنَ الرُّوَاةِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا ، وَاللَّهُ الْمُؤَفَّقُ .

ترجمہ:- اور بہر حال روایت بالمعنی تو اس کا اختلاف مشہور ہے۔ بیشتر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اس کے مضبوط و مستحکم دلائل میں سے یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ غیر عرب کی زبان میں شریعت کی تشریح اس کیلئے جائز ہے جو اس زبان سے واقف ہو۔ پس جب دوسری زبان سے بدل جائز ہوگا تو لغت عربیہ میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور یہ بھی قول ہے کہ مفردات میں جائز ہے مرکبات میں نہیں۔ اور یہ بھی قول ہے کہ اس کے لئے جائز ہے جس کے لئے الفاظ حدیث مستحضر ہو تاکہ تصرف کرنا ممکن ہو سکے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے لئے جائز ہے جسے حدیث یاد تھی پھر وہ اسے بھول گیا۔ اور اس کے معنی ذہن میں باقی رہ گئے تو اس کیلئے درست ہے کہ وہ معنی روایت کرے۔ حکم کے حاصل کرنے کی ضرورت کی وجہ سے۔ بخلاف اسے جسے الفاظ یاد ہو۔ اور ماقبل کی بحث جواز و عدم جواز پر تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ حدیث بعینہ اسی الفاظ کے ساتھ بلا اس میں کسی تصرف کے ذکر کیا جائے۔ قاضی عیاض نے کہا مناسب یہ ہے کہ روایت بالمعنی کے دروازے کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ جو اسے بخوبی انجام نہ دے سکتا ہو وہ جرأت نہ کرے اگرچہ اس کا گمان ہو کہ وہ ٹھیک ادا کر رہا ہے۔ جیسا کہ پچھلے اور موجودہ زمانہ میں ہوا ہے۔ تشریح:- اس مقام سے مولف روایت بالمعنی کے متعلق تفصیل کر رہے ہیں۔ متقدمین علماء کے درمیان اس مسئلہ میں کافی اختلاف تھا۔ ابن سیرین اسکے عدم جواز کے قائل تھے ابن عمر، حضرت امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔ اسی کے قائل ابو بکر رازی ہیں۔ باقی جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔

روایت بالمعنی۔ لفظ مرادف کے ساتھ اس کی تعبیر۔

حل لغات: الاكثر۔ مراد اس سے اہل حدیث و اصول و فقہ ہے۔ اور اسی میں ائمہ بھی شامل ہیں۔

شرح الشریعہ۔ مراد کتاب اللہ اور سنت کی تشریح ہے۔ اس وجہ سے کہ شارع کا حکم ہے حاضر غائب کو پہونچادے۔ اور یہ غائب تمام اہل زبان ہیں۔

جاز الابدال۔ بلکہ بسا اوقات ضروری ہو جاتا ہے تاکہ دین پہونچ جائے۔

دون المركبات۔ اس لئے کہ مرکبات کے مقابلہ میں مفردات میں کم تغیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

دون التصرف۔ احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ تصرف کا امکان بھی نہ رہے۔

قال القاضی۔ قاضی عیاض مالکی روایت بالمعنی کو درست قرار نہیں دیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے ہر شخص حدیث میں تغیر نہ کر سکے۔

یذبغی۔ بمعنی سبب و یلزم ہے۔ یتسلط۔ بمعنی جرأت کرنا۔

لا یحسن۔ جو ابدال بہتر اور کما حقہ نہ کر سکتا ہو۔

فَإِنْ خَفِيَ الْمَعْنَى بِأَنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِقِلَّةِ اُحْتِجَاجٍ إِلَى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ الْغَرِيبِ كَكِتَابِ أَبِي عُبَيْدِ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَامٍ وَهُوَ غَيْرُ مُرْتَّبٍ وَقَدْ رَتَبَهُ الشَّيْخُ مُوَفَّقُ الدِّينِ ابْنُ قُدَّامَةَ عَلَى الْحُرُوفِ وَاجْمَعَ مِنْهُ كِتَابُ أَبِي عُبَيْدِ الْهَرَوِيِّ وَقَدْ اُعْتَنَى بِهِ الْحَافِظُ أَبُو مُوسَى الْمَدِينِيُّ فَتَعَقَّبَ عَلَيْهِ وَاسْتَدْرَكَ وَ لِلزَّمَخْشَرِيِّ كِتَابٌ اِسْمُهُ الْفَائِقُ حُسْنُ التَّرْتِيبِ ثُمَّ جَمَعَ الْجَمِيعَ ابْنُ الْاَثِيرِ فِي النِّهَايَةِ وَ كِتَابُهُ اَسْهَلُ الْكُتُبِ تَنَاولًا مَعَ اِغْوَاظٍ قَلِيلٍ فِيهِ.

ترجمہ:- اگر معنی میں خفا رہ جائے (واضح نہ ہو) اس وجہ سے کہ لفظ کا استعمال کم ہوتا ہو تو ان کتابوں کی طرف ضرورت پڑتی ہے جو غریب یا ناموس الفاظ کی تشریح میں لکھی گئی ہیں۔ جیسے ابو عبید القاسم کی کتاب جو غیر مرتب تھی۔ اور شیخ موفق الدین ابن قدامہ نے اسے حروف پر ترتیب دی ہے۔ اس سے زیادہ جامع کتاب ابو عبید ہروی کی ہے اور اس پر مزید توجہ حافظ ابو موسیٰ مدینی نے کیا ہے۔ انھوں نے اس کا تعقب اور استدراک کیا ہے۔ اور اس موضوع پر زخشری کی کتاب ہے جس کا نام الفائق ہے۔ جس کی ترتیب بڑی عمدہ ہے۔ پھر ان سب کو ابن اثیر نے النہایہ میں جمع کر دیا ہے۔ اور ان کی کتاب سے فائدہ حاصل کرنا آسان ہے۔ کچھ کمی کے ساتھ جو اس میں رہ گئی ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف قلیل الاستعمال غریب الفاظ اور اس کے حل پر لکھی جانے والی کتابوں کی تشریح کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ اس مقام پر غریب سے مراد لغوی غریب ہے اصطلاحی نہیں جس کا ذکر شروع میں آچکا ہے۔ غریب لغوی۔ متن حدیث

میں آئندہ والا ایسا لفظ جس کے معنی قلت استعمال کی وجہ سے ظاہر نہ ہو یا مشکل ہو جائے۔
حل لغات: خفی المعنی۔ مراد حدیث کے معنی۔ سلام۔ تشدید لام کے ساتھ ہے۔
 علی الحروف۔ حروف کی ترتیب پر۔

تعقب۔ تعقب کرنا۔ پیچھے پڑنا۔ تحقیق و تفتیش کرنا۔ اعتراض کرنا۔
 استدرک۔ خالی اور چھوٹے ہوئے مفہوم اور امور کا ظاہر کرنا۔ کمی کو پورا کرنا۔
 اعواز۔ ناقابل استفادہ۔ بعض مواقع ایسے ہیں جہاں فائدہ نہیں ہوتا ہے۔

ابن اثیر نہایہ کی تلخیص علامہ سیوطی نے کی ہے جس کا نام الدرر المنشیر فی تلخیص
 نہایہ ابن اثیر ہے۔ اس فن پر طاہر پٹنی کی کتاب مجمع بحار الانوار بڑی جامع مشہور اور مکمل ہے۔
 وَ اِنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِكَثْرَةٍ لِّكُنْ فِي مَذْلُوْلِهِ دِقَّةٌ اُحْتِیَجُ اِلَى الْكُتُبِ
 الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْاَخْبَارِ وَ بَيَانِ الْمُشْكِلِ مِنْهَا وَ قَدْ اَكْثَرَ الْاَثْمَةُ مِنْ
 التَّصَانِيفِ فِي ذَلِكَ الطَّحَاوِيُّ وَ الْخَطَّابِيُّ وَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَ غَيْرُهُمْ۔

ترجمہ:- اور اگر لفظ کا استعمال تو کثیر ہو مگر اس کے مفہوم میں دقت ہو۔ تو اس کے لئے
 ان کتابوں کی ضرورت پڑے گی جو اس کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ یعنی احادیث کے معنی کے
 بیان اور اس کے مشکل معنی کی شرح میں اور اس کے متعلق ائمہ کی تصانیف بہت ہیں مثلاً
 طحاوی۔ خطابی ابن عبد البر وغیرہ کی۔

تشریح:- اس مقام سے مولف ”مشکل الحدیث“ کی تشریح کر رہے ہیں۔ اس کا دوسرا نام
 مختلف الحدیث بھی ہے۔ اس میں متعارض احادیث کی تطبیق اور مشکل المراد احادیث کے
 محل کی تعیین کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس نوع پر سب سے پہلے کام امام شافعی نے کتاب
 الام کے بعض حصوں میں کیا ہے۔ باقاعدہ طور پر ابن جریج نے قلم اٹھایا۔ ابن قتیبہ نے
 بھی کتاب لکھی ہے۔ اس موضوع کی دو کتابیں اس وقت دستیاب ہیں۔ طحاوی کی مشکل
 الآثار۔ ابن نورک کی مشکل الحدیث۔

ثُمَّ الْجِهَالَةُ بِالرَّأَوِي وَ هِيَ سَبَبُ الثَّامِنِ فِي الطَّعْنِ وَ سَبَبُهَا اَمْرَانِ اَحَدُهُمَا اَنَّ
 الرَّأَوِي قَدْ تَكَثَّرَ نَعْوَتُهُ مِنْ اِسْمٍ اَوْ كُنْيَةٍ اَوْ لَقَبٍ اَوْ صِفَةٍ اَوْ حِرَافَةٍ اَوْ نَسَبٍ
 فَيَسْتَهْرُ بِشَيْءٍ مِنْهَا لِيَذْكُرَ بِغَيْرِ مَا اَشْتَهَرَ بِهِ لِمَرَضٍ مِنَ الْاَغْرَاضِ فَيُظَنُّ اَنَّهُ اٰخَرُ

فَيَحْصُلُ الْجَهْلُ بِحَالِهِ وَ صَنَّفُوا فِيهِ أَيْ فِي هَذَا النَّوعِ الْمَوْضَحِ لَا وَ هَامِ الْجَمْعِ وَ التَّفْرِيقِ أَجَادَ فِيهِ الْخَطِيبُ وَ سَبَقَهُ إِلَيْهِ عَبْدُ الْغَنِيِّ ثُمَّ الصُّورِيُّ.

ترجمہ :- پھر جہالت راوی جو طعن کا آٹھواں سبب ہے اس کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ راوی مختلف صفات والا ہو اسم، کنیت، لقب یا کوئی وصف یا کوئی حرفت یا نسب ان میں سے کسی ایک سے مشہور ہو اور اس کے غیر مشہور وصف کو ذکر کر دیا جائے۔ کسی غرض کی وجہ سے۔ پس گمان ہو جاتا ہے کہ یہ دوسرا شخص ہے۔ پس اس کا حال مجہول ہو جاتا ہے۔ اس نوع پر الموضح لا وہام الجمع کتاب لکھی گئی ہے۔ اور خطیب نے بڑا عمدہ لکھا ہے۔ اور عبد الغنی اور صوری سبقت لے گئے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف طعن راوی کا سبب ہشتم جہالت راوی کی تفصیل کر رہے ہیں۔ کہ بسا اوقات نام، کنیت، لقب وغیرہ کے متعدد ہونے سے راوی کے متعدد ہونے کا خیال ہو جاتا ہے۔

حل لغات: الجہالة: خواہ جہالت راوی ذاتاً یا صفۃً

نعوت: نعت کی جمع مراد جو اس کی ذات پر دلالت کرے۔

بغیر ما اشتہر: یعنی جس سے مشہور ہوتا ہے اس کے علاوہ سے اسے ذکر کیا جاتا ہے۔ فیہ: ہذا النوع۔ عبد الغنی: یعنی ابن سعید مصری اسکی کتاب کا نام ایضاً الاشکال ہے۔ الصوری: عبد الغنی کے شاگرد ہیں اور خطیب کے استاذ ہیں۔ ویسے خطیب کی کتاب عمدہ بتائی گئی ہے۔

وَ مِنْ أَمْثَلِهِ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرِ الْكَلْبِيِّ نَسَبَهُ بَعْضُهُمْ إِلَى جَدِّهِ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرِ وَ سَمَّاهُ بَعْضُهُمْ حَمَادُ بْنُ السَّائِبِ وَ كَنَاهُ بَعْضُهُمْ بِالنَّضْرِ وَ بَعْضُهُمْ أَبَا سَعِيدٍ وَ بَعْضُهُمْ أَبَا هِشَامٍ فَصَارَ يَظُنُّ أَنَّهُ جَمَاعَةٌ وَ هُوَ وَاحِدٌ وَ مَنْ لَا يَعْرِفُ حَقِيقَةَ الْأَمْرِ فِيهِ لَا يَعْرِفُ شَيْئاً مِنْ ذَلِكَ.

ترجمہ :- اور اس کی مثال محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ہے۔ کسی نے اس کو جد کی طرف نسبت کرتے ہوئے محمد بن بشیر کہا اور بعضوں نے حماد بن السائب اور بعضوں نے ابوالنضر کنیت سے یاد کیا ہے۔ اور بعضوں نے ابو سعید اور بعضوں نے ابو ہشام سے ذکر کیا ہے۔ پس

گمان کیا گیا کہ یہ نام کسی جماعت (متعدد افراد) کے ہیں حالانکہ وہ ایک شخص ہے، جو اس حقیقت کو نہ پہچانے گا وہ اس سے کچھ واقف نہ ہو سکے گا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف جہالت راوی کے مذکورہ قسم کی مثال بیان کر رہے ہیں کہ محمد بن السائب ایک راوی ہے۔ اسے کنیت، لقب، نسبت مختلف اعتبار سے اسکا ذکر کیا جاتا ہے اسے دادا کی طرف نسبت کرتے ہوئے بشر بن بشیر، لقب کے اعتبار سے حماد بن السائب، ابو نصر ابو سعید ابو ہشام اولاد کی طرف کنیت اختیار کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک ہی ذات مختلف تعبیریں ہیں اس سے بسا اوقات روایت کے متعدد ہونے کا احتمال ہو جاتا ہے۔

وَالْأَمْرُ الثَّانِي أَنَّ الرَّاَوِيَ قَدْ يَكُونُ مُقْلًا مِنَ الْحَدِيثِ فَلَا يَكْثُرُ الْاِخْذُ عَنْهُ وَقَدْ صَنَّفُوا فِيهِ الْوَحْدَانِ وَ هُوَ مَنْ لَمْ يَرَوْ عَنْهُ إِلَّا وَاحِدًا وَلَوْ سَمِيَ وَمِنْ جَمْعَةٍ مُسْلِمٍ وَالْحَسَنُ ابْنُ سَفْيَانَ وَغَيْرُهُمَا أَوْ لَا يُسَمَّى الرَّاَوِيَ اِخْتِصَارًا مِنَ الرَّاَوِيَ عَنْهُ كَقَوْلِهِ أَخْبَرَنِي فَلَانٌ أَوْ شَيْخٌ أَوْ رَجُلٌ أَوْ بَعْضُهُمْ أَوْ ابْنُ فَلَانٍ وَ يُسْتَدَلُّ عَلَى مَعْرِفَةِ اِسْمِ مُبْهَمٍ بِوُرُودِهِ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى مُسَمًى وَ صَنَّفُوا فِيهِ الْمُبْهَمَاتِ وَ لَا يَقْبَلُ حَدِيثُ الْمُبْهَمِ مَا لَمْ يُسَمَّ لِأَنَّ شَرَطَ قُبُولِ الْخَبَرِ عَدَالَةُ رَاوِيهِ وَ مَنْ اَبْهَمَ اِسْمَهُ لَا تُعْرَفُ عَيْنُهُ فَكَيْفَ عَدَالَتُهُ.

ترجمہ:- اور دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی قلیل الحدیث ہو۔ اس سے زیادہ روایت حاصل نہ کی گئی ہو۔ اور اس فن پر ”وحدان“ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ وہ ہے جن سے ایک ہی روایت مروی ہو۔ گو اس کا نام ذکر کر دیا گیا ہو۔ اور جس نے اسے جمع کیا ہے وہ مسلم، حسن بن سفیان اور ان کے علاوہ ہیں یا راوی کا نام جس سے روایت کرنے والا ہو حذف کر دیا گیا ہو اختصار کی وجہ سے۔ جیسے اخبرنی فلان۔ یا اخبرنی شیخ یا رجل یا بعضهم یا ابن فلان۔ اور اسم مبہم پر رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس دوسرے طریق سے جس میں نام ذکر کیا گیا ہو۔ اور مبہمات (نام) لکھے کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور مبہم غیر مقبول ہوتا ہے تاوقتیکہ اس کا نام ذکر نہ کر دیا گیا ہو۔ اس لئے کہ خبر کے قبول کرنے کے لئے راوی کی عدالت شرط ہے اور جس کا نام مبہم ہو گا اس کی ذات معلوم نہ ہو سکے گی پس کیسے اس کی

عدالت کا پتہ چلے گا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف جہالت راوی کا دوسرا سبب قلیل الروایات ہوتا ہے ذکر کر رہے ہیں۔ راوی چونکہ قلت روایت کی وجہ سے مجہول ہو جاتا ہے اس لئے یہ بھی جہالت کا سبب ہے۔ کبھی اختصار اُنام حذف کر دیا جاتا ہے اس سے ابہام پیدا ہو کر جہالت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی روایت غیر مقبول ہوں گی چونکہ جب راوی کا پتہ نہیں تو اس کی عدالت کا کیسے علم ہو گا اسے وحدان سے موسوم کیا جاتا ہے عموماً ایسوں سے ایک ہی روایت منقول ہوتی ہے۔ جیسے صحابہ میں عروہ بن مفرس۔ کہ ان سے صرف شعسی نے اور تابعین میں ابوالشعر کہ ان سے صرف حماد بن سلمہ نے روایت کی ہے۔ خیال رہے کہ صرف ایک آدمی کے روایت لینے سے روایت میں ضعف پیدا نہیں ہوتا چنانچہ صحیحین میں ایسی روایتیں بکثرت ہیں تا وقتیکہ نام مبہم نہ ہو۔

حل لغات: مُقْلًا: اقلال سے اسم فاعل۔ کم کرنے والا۔ الواحد: غفران کے وزن پر مصدر ہے۔

وہو۔ یعنی قلیل الروایۃ۔ مسلم۔ انکی کتاب کا نام۔ منفردات اور موحدات ہے۔ الراوی عنہ: جس سے روایت کرنے والا ہو۔ استلذاً شیخ مجہول ذکر کرے۔

مبہمات: اس فن پر ابوالقاسم بن بشکوال کی کتاب بہت جامع ہے۔

مالم یسم۔ یعنی دوسرے طریق میں۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری روایت میں جب تک نام کی تصریح نہ ہو جہالت ختم نہ ہوگی۔

وَ كَذًا لَا يُقْبَلُ خَبْرُهُ لَوْ أَنَّهُمْ بَلَفِظَ التَّعْدِيلِ كَانَ يَقُولُ الرَّاَوِي عَنْهُ أَخْبَرَنِي الثَّقَةُ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ ثَقَّةً عِنْدَهُ مَجْرُوحاً عِنْدَ غَيْرِهِ وَ هَذَا عَلَى الْأَصَحِّ فِي الْمَسْئَلَةِ وَلِهَذَا النُّكْتَةُ لَمْ يُقْبَلِ الْمُرْسَلُ وَ لَوْ أَرْسَلَهُ الْعَدْلُ جَازِماً بِهِ لِهَذَا الْإِحْتِمَالِ بَعِيْنِهِ وَقِيلَ يُقْبَلُ تَمَسُّكاً بِالظَّاهِرِ إِذَا الْجَرْحُ عَلَى خِلَافِ الْأَصْلِ وَ قِيلَ إِنْ كَانَ الْقَائِلُ عَالِماً أَجْزَأَ ذَلِكَ فِي حَقِّ مَنْ يُوَافِقُهُ فِي مَذْهَبِهِ وَ هَذَا لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عُلُومِ الْحَدِيثِ وَاللَّهُ الْمُؤَفَّقُ.

ترجمہ:- اسی طرح اس راوی کی روایت غیر مقبول ہوگی اگر تعدیل کو مبہم رکھا جائے طور

کہ روایت کرنے والا کہے اخیر نبی الثقہ . اس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے نزدیک ثقہ اور دوسرے کے نزدیک مجروح ہوتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں یہی اصح ہے۔ اسی مصلحت کی وجہ سے مرسل کو قبول نہیں کیا گیا۔ گرچہ صاحب عدالت اس کا ارسال کرے۔ بعینہ اس احتمال کے یقینی ہونے کی وجہ سے (کہ شاید اسکے نزدیک ثقہ ہو اور دوسرے کے نزدیک مجروح) اور بعضوں نے کہا کہ ظاہر پر استدلال کرتے ہوئے قبول کر لیا جائے گا۔ چونکہ جرح خلاف اصل ہے اور یہ بھی قول ہے کہ قائل عالم ہے تو اس کے مذہب کی موافقت کرنے والے کے حق میں کافی ہوگا۔ اس وجہ سے یہ علوم حدیث کے مباحث میں نہ ہوگا۔ خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف تعدیل مبہم کے متعلق ایک تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ کہ اس سے راوی کی عدالت مبہم ہو جاتی ہے۔

حل لغات: ابہم۔ ماضی مجہول۔ لانہ۔ لا یقبل کی علت کا بیان ہے۔

ولو وصلیہ ہے۔ جازماً۔ یعنی اگرچہ عدالت اس کی یقینی ہو۔

ان کان القائل عالماً۔ عالم سے مراد مجتہد ہے۔ جیسے امام مالک اور شافعی وغیرہ۔

فی حق مقلدیہ۔ یعنی اس کے مقلدین کے حق میں ہوگا۔

هذا اس سے مراد قول اخیر ہے۔ اسے تبعاً ذکر کر دیا ہے۔

فَإِنْ سُمِّيَ الرَّاَوِي وَ انْفَرَدَ رَاوٍ وَاحِدًا بِالرَّوَايَةِ عَنْهُ فَهُوَ مَجْهُولُ الْعَيْنِ الْمُبْهَمِ
إِلَّا أَنْ يُوثِّقَهُ غَيْرٌ مِّنْ انْفَرَدَ عَنْهُ الْأَصْحَحُ وَ كَذَا مِّنْ انْفَرَدَ عَنْهُ إِذَا كَانَ مُتَاهِلًا
لِلذَلِكَ أَوْ إِنْ رَوَى عَنْهُ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا أَوْ لَمْ يُوثِّقْ فَهُوَ مَجْهُولُ الْحَالِ وَ هُوَ
الْمُسْتَوْرُ وَ قَدْ قَبِلَ رِوَايَتَهُ جَمَاعَةٌ بِغَيْرِ قَيْدٍ وَ رَدَّهَا الْجُمْهُورُ وَ التَّحْقِيقُ أَنَّ
رِوَايَةَ الْمُسْتَوْرِ وَ نَحْوِهِ مِمَّا فِيهِ الْإِحْتِمَالُ لَا يُطْلَقُ الْقَوْلُ بِرَدِّهَا وَ لَا بِقَبُولِهَا
بَلْ هِيَ مَوْقُوفَةٌ إِلَى اسْتِبَانَةِ حَالِهِ كَمَا جَزَمَ بِهِ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ وَ نَحْوُهُ قَوْلُ ابْنِ
الضَّلَاحِ فِيمَنْ جَرَحَ غَيْرَ مُفَسِّرٍ.

ترجمہ:- پھر اگر راوی کے نام کی تصریح ہو اور اس سے ایک راوی نے روایت کی ہو تو وہ مجہول العین ہے۔ جیسے مبہم۔ ہاں مگر یہ کہ اس کی توثیق کر دی گئی ہو۔ اس کے علاوہ نے

جس نے منفرد روایت کی ہو اس صحیح قول پر اسی طرح وہ راوی جس نے اس سے منفرد روایت کی ہے جب کہ وہ اہل توثیق میں سے ہو۔ اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ ہو۔ تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے۔ اسے بغیر کسی قید کے ایک جماعت نے قبول کیا ہے۔ اور جمہور نے رد کر دیا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ مستور اور اس کے مثل کی روایت جس میں احتمال ہو اس پر نہ رد نہ قبول کے قول کا اطلاق کیا جائے گا بلکہ اس کے حال کے ظہور تک موقوف رہے گا جیسا کہ امام الحرمین نے تصریح کی ہے۔ یہی ابن صلاح کا قول ہے اس کے حق میں جس پر جرح غیر مفسر ہے۔

تشریح:- مولف اس مقام سے راوی مذکور الاسم جس سے ایک ہی روایت منقول ہو اس کا پھر مستور کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

حل لغات: انفراد عنہ۔ ایک نے روایت کی ہو۔ یہ بھی مقل الحدیث کی قسم ہے۔
کالمبہم۔ مبہم کے مثل ہوتا ہے۔

الا ان یوثقہ۔ تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ائمہ جرح تعدیل نے اس کا تزکیہ کیا ہو۔
متاہلاً۔ بمعنی اہل ولائق کے ہیں۔

ان روی عنہ اثنان۔ یعنی دو راوی کی روایت سے جہالت ذات مرتفع ہو جائے گی البتہ جہالت حال باقی رہے گی تا وقتیکہ اس کی توثیق نہ ہو۔

وقد قبل روايته۔ یعنی مستور کی روایت کو امام اعظم نے قبول کیا ہے۔ اسی کو ابن حبان نے بھی اختیار کیا ہے۔ چونکہ ان کے نزدیک عادل وہ ہے جس کی جرح کا علم نہ ہو۔ چونکہ اصل یہ ہے کہ لوگ صلاح و عدالت پر باقی رہیں گے تا وقتیکہ جرح ظاہر نہ ہو۔ بعضوں نے یہ بھی کہا کہ امام صاحب کا یہ قول صدر اسلام صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے حق میں تھا چونکہ یہ زمانہ خیر القرون کا تھا۔ اس کے بعد کابلا توثیق کے قبول نہ کیا جائے گا۔
وردھا الجمہور۔ جمہور علماء نے مستور کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ چونکہ عدالت ایک مخفی شے ہے جو شرط قبولیت ہے۔

والتحقیق۔ صاحب کتاب کے نزدیک محقق یہ ہے کہ توثیق سے قبل موقوف رہے گا۔
اسی کو ابن صلاح نے بھی اختیار کیا ہے۔ امام الحرمین کی بھی یہی رائے ہے۔ جس کے حق

میں جرح مفسر ہے۔

ثُمَّ الْبِدْعَةُ وَهِيَ السَّبَبُ التَّاسِعُ مِنْ أَسْبَابِ الطَّعْنِ فِي الرَّأْيِ وَهِيَ إِمَّا أَنْ تَكُونَ بِمُكْفِرٍ كَانَ يَعْتَقِدُ مَا يَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ أَوْ بِمُفْسِقٍ فَلِأَوَّلٍ لَا يَقْبَلُ صَاحِبُهَا الْجُمْهُورُ وَقِيلَ يَقْبَلُ مُطْلَقًا وَقِيلَ إِنْ كَانَ لَا يَعْتَقِدُ حِلَّ الْكِذْبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهِ قَبْلَ وَالتَّحْقِيقُ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ كُلُّ مُكْفِرٍ بِدْعَةً لِأَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ تَدْعِي أَنَّ مُخَالَفَتِهَا مُبْتَدِعَةٌ وَقَدْ تَبَالُغَ فَتُكْفَرُ مُخَالَفَتِهَا فَلَوْ أَخَذَ ذَلِكَ عَلَى الْإِطْلَاقِ لَاسْتَلْزَمَ تَكْفِيرُ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ ، فَالْمُعْتَمَدُ أَنَّ الَّذِي تُرَدُّ رِوَايَتُهُ مِنْ أَنْكَرِ أَمْرٍ مُتَوَاتِرٍ مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُومًا مِنَ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ وَكَذَا مِنْ اعْتَقَدَ عَكْسَهُ فَأَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَانْصَمَّ إِلَى ذَلِكَ ضَبْطُهُ لِمَا يَرَوِيهِ مَعَ وَرَعِهِ وَتَقْوَاهُ فَلَا مَانِعَ مِنْ قُبُولِهِ .

ترجمہ :- پھر بدعت اور یہ طعن راوی کا نواں سبب ہے۔ وہ یا تو مستلزم کفر ہوگا یعنی ایسے اعتقادات جو مستلزم کفر ہونگے۔ یا وہ باعث فسق ہوگا۔ سواول (جو باعث کفر ہوگا) ایسے صاحب کی روایت جمہور نے قبول نہیں کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً قبول ہے۔ اور یہ بھی قول ہے کہ اگر اپنے مذہب کی تائید کے لئے جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو تو قبول کر لی جائے گی۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ہر موجب کفر بدعت کی تردید نہ کی جائے گی چونکہ ہر جماعت اپنے مخالف کو مبتدع سمجھتا ہے اور حد درجہ مبالغہ کرتا ہے اور اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے۔ اگر اسے مطلقاً قبول کر لیا جائے تو تمام جماعت کی تکفیر ہو جائے گی۔ اور قابل اعتماد بات اس سلسلے میں وہ ہے کہ اس کی روایت مردود ہوگی جو شرع کے کسی متواتر امر کا انکار کرتا ہو جس کا دین ہونا بدیہہ معلوم ہو۔ اور اسی طرح جو اس کے عکس کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اور بہر حال جو اس صفت پر نہ ہو اور اس کی روایت ضبط و حفظ کے ساتھ ورع و تقویٰ پر مشتمل ہو تو اس کے قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں۔

تشریح :- اس مقام سے مولف طعن راوی کا نواں سبب بدعت کی تفصیل کر رہے ہیں۔ پنا چاہئے کہ بدعت کی دو قسم ہے۔ بدعت مکفرہ، بدعت موجب فسق۔ مکفرہ وہ بدعات ہیں جو باعث کفر ہوں۔ موجب فسق وہ ہے جو فسق گمراہی اور ضلالت کا سبب ہو۔ اول کی روایت مردود ہے۔ اور دوم کی ان شرطوں کے ساتھ قبول ہے کہ داعی بدعت نہ ہو۔

(۲) موذات بدعت کی روایت نہ کرے۔ (۳) مذہب کی نفرت میں جھوٹی روایت کو حلال نہ سمجھے۔ یہ ذہن میں رہے کہ مطلق بدعت مکفرہ سبب رد نہیں ہے چونکہ مبتدع کے تمام فرقے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اس لئے اس مبتدع کی روایت قبول نہ کی جائے گی جو ضروریات دین اور متواتر امور کا انکار کرتا ہو۔

حل لغات: بدعت۔ نئی وہ باتیں جسے دین اور مذہب سمجھ کر اختیار کیا گیا ہو اور اس کا ثبوت اولہ سے نہ ہوتا ہو۔

مکفر۔ تفعیل سے اسم فاعل۔ عقائد کفریہ کا حامل۔ مثلاً معتزلہ۔ مطلقاً۔ یعنی تائید مذہب کے لئے کذب کو حلال سمجھے یا نہ سمجھے۔

مقالۃ۔ مراد مذہبی اور اعتقادی امور۔ چنانچہ خطابیہ کی جماعت حلال سمجھتی ہے۔ علی الاطلاق۔ یعنی مطلقاً اگر رد کر دیا جائے گا تو ہر جماعت کی تکفیر لازم ہو جائے گی چونکہ ہر جماعت دوسرے کے حق میں تکفیر کی قائل ہے۔

المعتمد۔ قول معتمد یہ ہے کہ صرف اس کی رد ہوگی جو متواتر امور اور دین کے ضروری امور کا انکار کرے۔

بضرورة۔ جس کا علم یقین اور بداہت سے ہو۔ جیسے صلوٰۃ خمسہ، حج زکوٰۃ وغیرہ۔ لم یکن بہذہ الصفة۔ یعنی جو متواتر امور ضروریہ دینیہ کے انکار پر نہ ہو۔ فلا مانع۔ یعنی محض بدعت کا ہونا مانع قبولیت نہیں خصوصاً جب کہ ورع حفظ و تقویٰ کے اوصاف کا حامل ہو۔ چنانچہ اصحاب صحاح نے ایسوں کی روایت لی ہے۔

وَالثَّانِي وَهُوَ مَنْ لَا يَقْتَضِي بَدْعُهُ التَّكْفِيرَ أَصْلًا وَقَدْ اخْتَلَفَ آيضًا فِي قَبُولِهِ وَرَدِّهِ فَقِيلَ يُرَدُّ مُطْلَقًا وَهُوَ بَعِيدٌ وَكَثُرَ مَا عَلَّلَ بِهِ أَنَّ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ تَرْوِيجًا لِأَمْرِهِ وَتَنْوِيهًا بِذِكْرِهِ وَعَلَى هَذَا فَيَنْبَغِي أَنْ لَا يَرَوَى عَنْ مُبْتَدِعٍ شَيْئًا يُشَارِكُهُ فِيهِ غَيْرُ مُبْتَدِعٍ وَقِيلَ يَقْبَلُ مُطْلَقًا إِلَّا إِنْ اعْتَقَدَ حُلَّ الْكِذْبِ كَمَا تَقَدَّمَ وَقِيلَ تُقْبَلُ مَنْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً إِلَى بَدْعِهِ لِأَنَّ تَرْوِيجَ بَدْعِهِ قَدْ يَحْمِلُهُ عَلَى تَحْرِيفِ الرِّوَايَاتِ وَتَسْوِيطِهَا عَلَى مَا يَقْتَضِيهِ مَذْهَبُهُ وَهَذَا فِي الْأَصَحِّ.

ترجمہ:- بدعت کی دوسری قسم وہ ہے جو تکفیر کا موجب نہ ہو۔ اس کے قبول اور رد کے

سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ مطلقاً مردود ہے۔ اور یہ بعید ہے۔ اور اکثر اس کی علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کی روایت کے قبول کرنے سے اس کے (مبتدع کے) امر کی ترویج اور اس کی تعظیم ہے (حالانکہ اس کے ترک اور توہین کا حکم ہے) اس اعتبار سے مناسب یہ ہے کہ مبتدع سے کوئی ایسی روایت نہ کرے جس میں غیر مبتدع شریک ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ مطلقاً مقبول ہے ہاں مگر یہ کہ جھوٹ کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ جیسا کہ ماقبل میں گذرا۔ اور یہ جو کہا گیا کہ بدعت کا داعی نہ ہو کہ اس کی روایت قبول نہ کی جائے گی سو اس وجہ سے کہ بدعت کی خوشنمائی اسے روایت تحریف لفظی اور تسویہ (تحریف معنوی) کی جانب ابھار دیتی ہے۔ جو اس کا مذہب مقتضی ہوتا ہے۔ اور یہی اصح ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف بدعت کی قسم ثانی کی تفصیل کر رہے ہیں۔ اسکے متعلق تین قول ہیں: مطلقاً مردود ہے۔ مطلقاً مقبول ہے۔ داعی نہ ہونے کی صورت میں مقبول ہے۔ اصلاً نہ اتفاقاً نہ اختلافاً سب کفر ہو۔

مطلقاً خواہ داعی بدعت ہو یا نہ ہو۔ اس کے قائل امام مالک ہیں۔ بعید۔ ائمہ کے عمل سے یہ قول بعید از عقل ہے کہ ایسے اصحاب کی روایتیں صحاح میں ہیں۔ اکثر ما علل۔ یعنی اکثر اس کی دلیل میں یہ علت ذکر کی جاتی ہے۔ تنویہاً۔ یعنی تفخیم و تعظیم۔ کہ مبتدع کی روایت سے اس بدعتی کی تعظیم و توقیر ہوگی جب کہ اہانت کا حکم ہے۔

الاصح۔ ابن صلاح نے اسے اعدل المذاهب قرار دیا ہے۔
وَأَغْرَبَ ابْنُ حِبَّانٍ فَأَدْعَى الْإِتِّفَاقَ عَلَى قُبُولِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ نَعَمْ
أَلَا كَثُرَ عَلَى قُبُولِ غَيْرِ الدَّاعِيَةِ إِلَّا أَنْ رَوَى مَا يَقْوَى بِدَعْتِهِ فَيُرَدُّ عَلَى الْمَذْهَبِ
الْمُخْتَارِ وَبِهِ صَرَّحَ الْحَافِظُ أَبُو إِسْحَقَ إِبْرَاهِيمَ بْنُ يَعْقُوبَ الْجَوَزْجَانِيُّ شَيْخُ أَبِي
دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ فِي كِتَابِهِ مَعْرِفَةُ الرِّجَالِ فَقَالَ فِي وَصْفِ الرُّوَاةِ وَمِنْهُمْ زَائِعٌ عَنِ
الْحَقِّ أَيْ عَنِ السُّنَّةِ صَادِقُ اللَّهْجَةِ فَلَيْسَ فِيهِ حِيلَةٌ إِلَّا أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ حَدِيثِهِ مَا لَا
يَكُونُ مُنْكَرًا إِذَا لَمْ يَقْوَى بِهِ بِدَعْتِهِ انْتَهَى وَ مَا قَالَهُ مُتَّجَةً لِأَنَّ الْعِلَّةَ الَّتِي بِهَا يُرَدُّ

حَدِيثُ الدَّاعِيَةِ وَارِدَةٌ فِيمَا إِذَا كَانَ ظَاهِرُ الْمَرْوِيِّ يُوَافِقُ مَذْهَبَ الْمُبتَدِعِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ :- اور ابن حبان نے غریب قول اختیار کیا ہے کہ بلا کسی تفصیل کے غیر داعی کی روایت کے قبول کرنے پر اتفاق نقل کیا ہے۔ ہاں اکثر کا قول غیر داعی کے قبول کرنے کا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ وہ ایسی روایت کرے جس سے اس کی بدعت کو قوت پہنچتی ہو۔ تو مذہب مختار یہ ہے کہ وہ مردود ہوگا۔ اسی کی تصریح حافظ ابواسحاق نے کی ہے۔ اپنی کتاب معرفۃ الرجال میں جو امام ابو داؤد اور نسائی کے استاذ ہیں۔ انھوں نے رواۃ کے اوصاف میں کہا۔ بعض وہ ہیں جو حق سے ہٹے ہوئے ہیں یعنی سنت، سے صادق زبان ہیں سو اس میں کوئی حرج نہیں مگر یہ کہ وہ حدیث لی جاسکتی ہے جو منکر نہ ہو۔ جب کہ بدعت کی اس سے تائید نہ ہوتی ہو انھوں نے جو کہا۔ اس کی توجیہ یہ ہے اصل سبب جس کی وجہ سے داعی کی حدیث رد کر دی جاتی ہے وہ اس صورت میں وارد ہے جب کہ مروی کا ظاہر مبتدع کے مذہب کے موافق ہو گو وہ اس کا داعی نہ ہو۔

تشریح :- اس مقام سے مولف ابن حبان کے ایک غریب قول کو ذکر کر رہے ہیں۔ اس کا قول غیر داعی بدعت کی روایت قبول کی جائے گی خواہ اس کی بدعت کو قوت ملے۔ سو یہ قول درست نہیں۔

اس کے بعد اس مبتدع کی روایت کا حکم اور اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں جس سے اس مبتدع کی روایت کو تقویت ملتی ہو۔ مذہب مختار اس کی روایت کا مردود ہونا ہے۔ چنانچہ ابواسحق جوزجانی جو ابو داؤد و نسائی کے مشائخ ہیں انھوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جس مبتدع کی روایت سے اس کے مذہب کو تقویت ملتی ہو۔ خواہ وہ ثقہ و صادق کیوں نہ ہو اور داعی بدعت بھی نہ ہو اس کی روایت نہ لی جائے گی۔

حل لغات: اغرب۔ غریب قول ذکر کرنا۔ حیرت میں ڈالنا۔

من غیر تفصیل۔ خواہ داعی ہو یا نہ ہو۔ اس کی روایت سے مذہب کی تائید ہوتی ہو یا نہ یعنی مطلقاً۔ الا کثر۔ غیر داعی کی روایت مطلقاً قبول کی جائے گی۔

المختار۔ مذہب مختار یہ ہے کہ گو وہ مبتدع ہو مگر بدعت کی دعوت نہ دیتا ہو تو روایت

جائز ہے۔ زائع یعنی مبتدع۔ صادق اللہجة۔ مراد اس سے صدق روایت ہے۔

لَمْ يَقُوْ بِمَعْنَى لَمْ يُوَيِّدْ بِدَعْتِ كِي تَأْيِيْدُهُ هُوْتِي هُو۔

انتہی۔ معرفۃ الرجال کی عبارت ختم ہوئی۔

مُتَّجِبَةً یعنی توجیہ مقبول۔

الداعیۃ یعنی بدعت کی خوشنمائی اسے جھوٹی روایت کی طرف اکسائے۔

ثُمَّ سُوءُ الْحِفْظِ وَ هُوَ السَّبَبُ الْعَاشِرُ مِنْ أَسْبَابِ الطُّغْيَانِ وَالْمُرَادُ بِهِ مَنْ لَمْ يُرْجَحْ جَانِبُ إِصَابَتِهِ عَلَى جَانِبِ خَطَايَاهُ وَ هُوَ عَلَى قِسْمَيْنِ إِنْ كَانَ لَازِمًا لِلرَّأَوِي فِي جَمِيعِ حَالَاتِهِ فَهُوَ الشَّاذُّ عَلَى رَأْيِ بَعْضِ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَإِنْ كَانَ سُوءُ الْحِفْظِ طَارِيئًا عَلَى الرَّأَوِي إِمَّا لِكِبَرِهِ أَوْ لِذَهَابِ بَصَرِهِ أَوْ لِاخْتِرَاقِ كُتُبِهِ أَوْ عَدَمِهَا بَانَ كَانَ يَعْتَمِدُهَا فَرَجَعَ إِلَى حِفْظِهِ فَسَاءَ فِهَذَا هُوَ الْمَخْتَلِطُ وَالْحُكْمُ فِيهِ إِنْ مَا حَدَّثَ بِهِ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ إِذَا تَمَيَّزَ قَبْلَ وَ إِذَا لَمْ يَتَمَيَّزْ تَوَقَّفَ فِيهِ وَ كَذَا مَنْ اشْتَبَهَ الْأَمْرَ فِيهِ وَ إِنَّمَا يُعْرَفُ ذَلِكَ بِإِعْتِبَارِ الْآخِذِينَ عَنْهُ.

ترجمہ :- پھر طعن راوی کا دسواں سبب سوء حفظ ہے۔ اس سے مراد وہ ہے جس میں جانب صواب جانب خطاء سے زائد نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں لازمی، جو راوی کو ہر حالت میں پیش آئے۔ یہ بعض محدثین کی بنیاد پر شاذ ہے۔ اگرچہ خرابی حفظ راوی پر طاری ہو۔ (یعنی جو ہمیشہ نہ ہو) یا ضعف پیری کی وجہ سے یا عدم بصارت کی بنیاد پر یا کتابوں کے جلنے سے یا کتابوں کے نہ ہونے سے کہ جن پر ان کو اعتماد تھا۔ جس کا اثر ان کے حافظہ پر پڑا اور وہ خراب ہو گیا۔ تو یہ مختلط ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس نے اگر اختلاط سے قبل روایت کی اور اسے امتیاز بھی حاصل ہے تو اس کی روایت مقبول ہوگی۔ اگر اسے امتیاز نہیں ہے تو توقف کیا جائے گا۔ اسی طرح جس پر کوئی امر (حدیث) مشتبہ ہو گیا ہو۔ اس کی معرفت اس کے حاصل کرنے والے سے ہوگی۔ کہ اختلاط سے قبل کی ہے یا بعد کی۔

تشریح :- اس مقام سے مولف طعن راوی کا دسواں سبب بیان کر رہے ہیں۔ وہ سوء حفظ ہے۔ اس کی دو قسم ہے: قسم اول لازمی۔ دوم طاری۔ (۱) لازمی وہ سوء حفظ جو آغاز زندگی سے راوی کو لاحق ہو۔ (۲) طاری۔ وہ سوء حفظ جو بعد میں لاحق ہو گیا ہو۔ قسم اول کی

روایت مردود ہے۔ قسم دوم کا حکم یہ ہے کہ جو ممتاز ہو کہ یہ سوء حافظہ سے قبل کی ہیں وہ مقبول ہے۔ جن کا امتیاز نہ ہو وہ موقوف رہے گا۔

حل لغات: المراد بہ۔ یعنی مطلق حافظہ کی خرابی مراد نہیں بلکہ وہ ہے جس کی غلطیاں زاید ہوں صواب کے مقابلہ میں۔ دائماً۔ یعنی کسی عارضہ کی وجہ سے نہ ہو۔ فہو الشاذ۔ یعنی ایسے راوی کی روایت شاذ ہوگی۔ جو مردود میں داخل ہے۔ طاریاً۔ یعنی وہ بعد میں پیدا ہوا ہو۔

لکبرہ۔ طول عمر کی وجہ سے۔ کہ ضعف و پیری میں حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ فہذا۔ یعنی یہ امور مذکورہ سبب ہو حافظہ کی خرابی کا۔ مختلط۔ بکسر اللام۔

اشتبه الامر۔ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ سوء حفظ سے قبل کی ہے یا بعد کی باعتبار الآخذین۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے حاصل کیا اس سے معلوم ہو جائے گا کہ کب حاصل کیا۔ کہاں سے حاصل کیا۔ خیال رہے کہ ائمہ فن نے ان حضرات کی تحقیق کی ہے جن کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ ان میں عطاء بھی ہیں۔

وَمَنْ تَوَبَّعَ السَّيِّئَ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ كَانَ يَكُونُ فَوْقَهُ أَوْ مِثْلَهُ لَا دُونََهُ وَ كَذَا الْمُخْتَلَطُ الَّذِي لَا يَتَمَيَّزُ وَالْمُسْتَوْرُ وَالْإِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَ كَذَا الْمَذْلَسُ إِذَا لَمْ يُعْرَفِ الْمَحْذُوفُ مِنْهُ صَارَ حَدِيثُهُمْ حَسَنًا لَا لِذَاتِهِ بَلْ رَضْفُهُ بِذَلِكَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابِعِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِإِتِّمَالٍ كَوْنِ رِوَايَتِهِ صَوَابًا أَوْ غَيْرَ صَوَابٍ عَلَى حَدِّ سَوَاءٍ فَإِذَا جَاءَتْ مِنَ الْمُعْتَبَرِينَ رِوَايَةٌ مُوَافِقَةٌ لِأَحَدِهِمْ رُجِّحَ أَحَدُ الْجَانِبَيْنِ مِنَ الْإِحْتِمَالَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ.

ترجمہ :- اور جب سوء حفظ (کے راوی) کا کوئی معتبر متابع مل جائے جو اس سے فائق یا مثل ہو کمتر نہ ہو اسی طرح مختلط کا جس کا امتیاز نہ ہو سکا ہو اسی طرح مستور کا اور مرسل کا اسی طرح مذلس کا جب کہ محذوف کی معرفت نہ ہو تو اسکی حدیث حسن ہو جاتی ہے لذاتہ نہیں بلکہ وصف کے اعتبار سے متابع (بالکسر) متابع (بالفتح) کے مجموعہ کا اعتبار کرتے

ہوئے۔ چونکہ ان میں سے ہر ایک میں یہ احتمال ہے کہ اس کی روایت درست ہو یا نہ ہو درست ہو ایک حد تک سب برابر ہے۔

اور جب معتبرین سے ان میں سے کسی ایک کے موافق روایت آجائے تو وہ ذکر کردہ احتمال میں سے ایک جانب کو ترجیح دی جائے گی۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف سوء حفظ اسی طرح مختلط مستور، مرسل، مدلس کے معتبر متابع مل جانے کا حکم ذکر کر رہے ہیں۔ کہ اس کا کوئی معتبر متابع ہو جو اس جیسا یا اس سے بہتر ہو تو حدیث حسن ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے حسن لغیرہ کی چار شکلیں ہوں گی۔ (۱) راوی سوء حفظ کا معتبر متابع۔ (۲) راوی مستور کا معتبر متابع۔ (۳) مرسل کا معتبر متابع۔ (۴) مدلس جس کے شیخ محذوف کا علم نہ ہو معتبر متابع مل جائے۔

حل لغات: توبع۔ متابع مل جائے۔ مفاعلت سے ماضی مجہول۔ اذا لم يعرف مدلس نے جو تہ لیساً شیخ حذف کیا ہو۔ اس کا علم نہ ہو۔ لا لذاتہ۔ یعنی بذاتہ تو حسن نہ ہوگی اگر وصف کے اعتبار سے ہو جائیگی کہ متابع مل گیا۔ علی حد سواء۔ احتمال مبتدا اور یہ اس کی خبر پھر یہ جملہ اُن کی خبر واقع ہے۔ المذکورین۔ یعنی صواب ہے یا غیر صواب۔

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ الْحَدِيثَ مَحْفُوظٌ فَأَرْتَقَى مِنْ دَرَجَةِ التَّوَقُّفِ إِلَى دَرَجَةِ الْقَبُولِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَمَعَ إِرْتِقَائِهِ إِلَى دَرَجَةِ الْقَبُولِ فَهُوَ مُنْحَطٌّ عَنْ رُتْبَةِ الْحَسَنِ لِذَاتِهِ وَرُبَّمَا تَوَقَّفَ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ وَقَدْ انْقَضَى مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَتْنِ مِنْ حَيْثُ الْقَبُولِ وَالرَّدُّ.

ترجمہ:۔ اس نے اس بات پر دلالت کی کہ حدیث محفوظ ہے۔ پس توقف کے درجہ سے قبول کے درجہ کی جانب چلا گیا۔ واللہ اعلم۔ باوجود اس بات کے کہ وہ قبول کے درجہ پر چڑھ گیا حسن سے اس کا درجہ کم ہی رہے گا۔ اور بعض نے اس پر حسن کے اطلاق سے توقف کیا ہے۔ اور یہاں وہ بحث ختم ہو گئی جس کا تعلق متن کے ساتھ قبول اور رد کے اعتبار سے تھا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف متابع کے فوائد کو ذکر کر رہے ہیں۔ کہ متابع سے قبل

توقف تھا اب مقبول ہو گیا لیکن حسن لذاتہ کی طرح مقبول نہ ہوگا۔
حل لغات: دل ذلک۔ ترجیح کی وجہ سے جانب صواب کے ہونے نے اس بات پر
 دلالت کی۔

منحط۔ انحط سے اترنا کم ہونا۔ کہا جاتا ہے حط ثمن۔ یعنی حسن لذاتہ سے کم ہوتا ہے۔
 توقف بعضهم۔ چونکہ جب حسن کا اطلاق ہوتا ہے تو ذہن حسن ذاتی کی جانب جاتا
 ہے اس اقتباس کی وجہ سے گریز کیا گیا۔

وقد انقضیٰ۔ اب تک جو مباحث تھے وہ مایہ تعلق بالمتن تھے اب مایہ تعلق بالاسناد کو
 شروع کیا جا رہا ہے۔ چونکہ متن مقصود ہے اور سند وسیلہ اور ذریعہ اس وجہ سے متن کی
 بحث کو مقدم کیا گیا۔

ثُمَّ الْإِسْنَادُ وَهُوَ الطَّرِيقُ الْمَوْصِلَةُ إِلَى الْمَتْنِ وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِي إِلَيْهِ مِنَ
 الْكَلَامِ وَهُوَ أَمَّا أَنْ يَنْتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ
 وَ يَقْتَضِي تَلَفُّظَهُ أَمَّا تَصْرِيحًا أَوْ حُكْمًا أَنَّ الْمَقُولَ بِذَلِكَ الْإِسْنَادِ مِنْ قَوْلِهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ أَوْ مِنْ فِعْلِهِ أَوْ مِنْ تَقْرِيرِهِ مِثَالُ
 الْمَرْفُوعِ مِنَ الْقَوْلِ تَصْرِيحًا أَنْ يَقُولَ الصَّحَابِيُّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ يَقُولُ كَذَا أَوْ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ بِكَذَا أَوْ يَقُولُ هُوَ أَوْ غَيْرُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ كَذَا أَوْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى
 آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ كَذَا أَوْ نَحْوُ ذَلِكَ وَ مِثَالُ الْمَرْفُوعِ مِنَ الْفِعْلِ
 تَصْرِيحًا أَنْ يَقُولَ الصَّحَابِيُّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ
 صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ فَعَلَ كَذَا أَوْ يَقُولُ هُوَ أَوْ غَيْرُهُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ يَفْعَلُ كَذَا وَ مِثَالُ الْمَرْفُوعِ مِنَ التَّقْرِيرِ تَصْرِيحًا أَنْ
 يَقُولَ الصَّحَابِيُّ فَعَلْتُ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ
 سَلَّمَ كَذَا أَوْ يَقُولُ هُوَ أَوْ غَيْرُهُ فَعَلَ فَلَانٌ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى
 آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ كَذَا وَ لَا يَذْكُرُ انْكَارَهُ لِذَلِكَ.

ترجمہ:- پھر اسناد وہ طریق ہے جو متن تک پہنچائے۔ اور متن وہ ہے جہاں سند ختم ہو جائے یعنی کلام (مرسل) یا تو اس کا سلسلہ منتهی ہو گا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک اور لفظ اس کا تقاضا کر رہا ہو۔ یا وہ صراحت ہو یا حکماً ہو۔ اور اس سند سے منقول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر۔ مرفوع قولی صریحی کی مثال۔ صحابی کہے میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ یا حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کذا کہے۔

اور مرفوع فعلی صریحی کی مثال۔ صحابی کہے رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کذا یا صحابی یا غیر صحابی کہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ یفعل کذا۔ اور مرفوع تقریری صریحی کی مثال صحابی کہے فعلت بحضرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا صحابی یا غیر صحابی کہے فلان بحضرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعل کذا اور اس پر آپ کا انکار ذکر نہ کرے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف سند کی اور اسکے متعلقات کی بحث ذکر کر رہے ہیں۔ اولاً سند پھر متن کی تعریف پھر سند کی کیفیت سے پیدا ہونے والے اقسام حدیث کی قسمیں مرفوع صریحی اور مرفوع حکمی اور اس میں سے ہر ایک کی اقسام ثلاثہ قولی، فعلی، تقریری، بیان کر رہے ہیں۔ سند کے منتهی ہونے یعنی مرفوع ہونے کی صورت میں اولاد و قسمیں ہونگی صریحی، حکمی۔ اولاً صریحی کی تین قسمیں ہیں: قولی، فعلی، تقریری۔ صریحی۔ جو صراحت کے ساتھ آپ کی طرف منسوب ہو۔ حکمی جو لفظ کے اعتبار سے تو آپ کی طرف منسوب نہ ہو مگر حکم و حقیقت کے اعتبار سے آپ ہی کی طرف ہو باقی ہر ایک کی مثال متن میں گذر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

حل لغات: الاسناد: جمع سند کی۔ لغت میں ٹیک لگانا اعتماد کرنا۔ اصطلاح میں وہ جو متن تک پہنچائے۔ متن۔ جہاں سند جا کر ختم ہو جائے۔

یقتضی تلفظہ: یعنی تلفظ حدیث۔ مر اس سے متن ہے۔ یہ کلمہ منتهی کا عطف تفسیری ہے۔ لفظ کی ضمیر اسناد کی طرف عائد ہے۔ صرف یقتضی ذکر کرتے تو بہتر ہوتا کہ ضمیر اسناد کی طرف لوٹ جاتی۔

تصریحاً او حکماً۔ یا حال ہے یا تمیز ہے۔ غیرہ۔ مثلاً تابعی یا تبع تابعی۔
لا یدکر انکارہ۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا سکوت ہو چونکہ شارع کا سکوت دلیل
شروعیت ہے۔

وَمِثَالُ الْمَرْفُوعِ مِنَ الْقَوْلِ حُكْمًا لَا تَصْرِيحًا مَا يَقُولُ الصَّحَابِيُّ الَّذِي لَمْ
يَأْخُذْ عَنِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ مَا لَا مَجَالَ لِلْاجْتِهَادِ فِيهِ وَلَا لَهُ تَعَلُّقٌ بَبَيَانِ لُغَةٍ أَوْ
شَرْحِ غَرِيبٍ كَالْإِخْبَارِ عَنِ الْأُمُورِ الْمَاضِيَةِ مِنْ بَدْءِ الْخَلْقِ وَ أَخْبَارِ الْأَنْبِيَاءِ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْآيَةِ كَالْمَلَأِجِمِ وَالْفِتَنِ وَأَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَ كَذَا الْإِخْبَارُ
عَمَّا يَحْصُلُ بِفِعْلِهِ ثَوَابٌ مَخْصُوصٌ أَوْ عِقَابٌ مَخْصُوصٌ وَإِنَّمَا كَانَ لَهُ حُكْمُ
الْمَرْفُوعِ لِأَنَّ أَخْبَارَهُ بِذَلِكَ يَقْتَضِي مُخْبِرًا لَهُ وَمَا لَا مَجَالَ لِلْاجْتِهَادِ فِيهِ
يَقْتَضِي مَوْقِفًا لِلْقَائِلِ بِهِ وَلَا مَوْقِفَ لِلصَّحَابَةِ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى
آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ أَوْ بَعْضُ مَنْ يُخْبِرُ عَنِ الْكُتُبِ الْقَدِيمَةِ.

ترجمہ :- اور مرفوع قولی حکمی نہ کہ صریحی وہ ہے کہ جسے صحابی پیش کرے جب کہ وہ
اسرائیلیات سے نہ لینے والا ہو ان امور کے بارے میں جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔ نہ
اس کا تعلق بیان لغت سے ہو نہ شرح غریب سے ہو۔ جیسے گزشتہ امور کی خبریں۔ مثلاً
تخلیق عالم کی ابتداء۔ حضرات انبیاء کے واقعات۔ پیشین گوئیاں مثلاً ملاحم اور فتن و احوال
قیامت۔ اسی طرح وہ خبریں جس کے کرنے سے مخصوص ثواب یا خاص سزائیں ملتی
ہوں۔ ایسے امور کا حکم مرفوع کے مثل اس وجہ سے ہو گا کہ یہ خبریں تقاضا کرتی ہیں کہ
کسی ایسے مخبر کی جس کی خبر میں قیاس کی گنجائش نہ ہو۔ یہ تقاضہ کرتی ہے کہ کسی قائل پر
موقوف ہو۔ اور حضرات صحابہ کا کوئی معلم سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ہو
نہیں سکتا۔ یا ان میں سے کوئی ہو سکتا ہے جو کتب قدیمہ سے خبریں بیان کرتا ہو۔

تشریح :- اس مقام سے مولف مرفوع حکمی اور اس کے حکمی مرفوع ہونے کی وجہ اور
تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ تعریف۔ جس کی اسناد ایسے صحابی تک پہنچے جو اسرائیلیات کا
ناقل نہ ہوں نہ امور قیاسیہ اجتہادیہ کو دخل ہو۔ لغت کے حل۔ غریب کی شرح پر مشتمل نہ
ہو اسے مرفوع حکمی کہا جائے گا۔

حکمی کی وجہ۔ چونکہ جن امور مذکورہ کی یہ خبر دے رہا ہے اس کا تعلق قیاس اجتہاد سے جب نہیں ہے تو یقیناً کسی سے حاصل کرنے کے یہ بیان کر رہا ہے اور حضرات صحابہ کا معلم آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا لہذا انھوں نے آپ ہی سے لیا ہو گا۔

حل: لم یاخذ۔ اس سے احتراز ہے حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ سے جو اسرائیلیات نقل کرتے ہیں۔ ولالہ۔ کہ کامر جمع حدیث بھی اور راوی بھی ہو سکتا ہے۔
کالاخبار۔ افعال سے مصدر۔ خبر بیان کرنا۔

بدأ الخلق۔ مثلاً اولاً کس کی پیدائش ہوئی۔ اور اس کی تفصیل کیا ہے۔

الملاحم۔ ملحم کی جمع۔ قتل حرب، نزاع کے واقعات۔

ثواب مخصوص۔ مطلق ثواب بیان کرنا کہ خدا کہ رضا۔ جنت کا حصول وغیرہ تو یہ عام ہے۔ البتہ تحدید اور خصوصیت کے ساتھ کو قیاس واجتہاد میں دخل نہیں ہے۔

موفقاً۔ اسم فاعل۔ معلم کے معنی میں۔ واقف کرانے والا۔ بتانے والا۔

فَلِهَذَا وَقَعَ الْإِخْتِرَازُ عَنِ الْقِسْمِ الثَّانِي وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَلَهُ حُكْمٌ مَا لَوْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ مَرْفُوعٌ سَوَاءً كَانَ مِمَّنْ سَمِعَهُ مِنْهُ أَوْ عَنْهُ بِوَاسِطَةٍ وَ مِثَالُ الْمَرْفُوعِ مِنَ الْفِعْلِ حُكْمًا أَنْ يَفْعَلَ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِلْإِجْتِهَادِ فِيهِ فَيَنْزِلُ عَلَى ابْنِ ذَلِكَ عِنْدَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي صَلَوةٍ عَلَيْهِ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ فِي الْكُسُوفِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ أَكْثَرَ مِنْ رَكُوعَيْنِ.

ترجمہ:- اسی وجہ سے قسم ثانی سے احتراز واقع ہے۔ اور جب ایسا ہو گا تو حکمی ہو گا۔ اگر وہ کہتا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ مرفوع ہے۔ خواہ وہ ان سے خود سنا ہو یا ان سے بواسطہ سنا ہو۔ اور مرفوع فعلی حکمی کی مثال کہ صحابی وہ کام کرے جس میں اجتہاد و قیاس کو دخل نہ ہو۔ تو اسے اتار دیا جائے گا کہ گویا وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کسوف کے متعلق کہا کہ ہر رکعت میں دو رکوع سے زائد تھا۔

تشریح:- اس عبارت سے مولف حکمی کی مثالوں میں مرفوع فعلی کو ذکر کر رہے ہیں۔

مولف کی عبارت ولہذا وقع الاحتراز کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسرائیلیات سے نہیں لے رہا ہے تو یہ قسم اول خاص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے گا۔

حل عبارت: اذ کان کذا الک۔ جب یہ شرط ہے کہ اسرائیلیات سے نہ لے رہا ہو۔ کان۔ یعنی صحابی نے بلا واسطہ یا بالواسطہ نقل کیا ہو۔ خیال رہے کہ کلمہ من عدم واسطہ اور عن واسطہ کو ثابت کرتا ہے۔ سمعت من فلان فلاں سے بلا واسطہ سنا اور عنہ بمعنی بواسطہ سنا۔ فینزل۔ باب تفعیل سے۔ یعنی محمول کیا جائے گا۔

عندہ۔ الی عند الصحابی۔ کہ انکے پاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا۔ فی صلوة علی۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت علی سے منقول گویا آپ سے ثابت ہے۔ وَ مِثَالُ الْمَرْفُوعِ مِنَ التَّقْرِيرِ حُكْمًا أَنْ يُخْبَرَ الصَّحَابِيُّ أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ كَذَا فَإِنَّهُ يَكُونُ لَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوعِ مِنْ جِهَةِ أَنَّ الظَّاهِرَ إِطْلَاعُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ عَلَى ذَلِكَ لِتَوْفُرِ دَوَائِعِهِمْ عَلَى سُؤَالِهِ عَنْ أُمُورِ دِينِهِمْ وَ لِأَنَّ ذَلِكَ الزَّمَانَ زَمَانُ نُزُولِ الْوَحْيِ فَلَا يَقَعُ مِنَ الصَّحَابَةِ فِعْلُ شَيْءٍ وَ يَسْتَمِرُّونَ عَلَيْهِ إِلَّا وَهُوَ غَيْرُ مَمْنُوعِ الْفِعْلِ وَ قَدْ اسْتَدَلَّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَ أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى جَوَازِ الْعَزْلِ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ وَ الْقُرْآنُ يَنْزِلُ وَ لَوْ كَانَ مِمَّا يُنْهَى عَنْهُ لَنُهِىَ عَنْهُ الْقُرْآنُ .

ترجمہ :- اور مرفوع تقریر حکمی کی مثال کہ صحابی خبر دیں کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسا کرتے تھے۔ اس کا حکم مرفوع کا اس وجہ سے ہوگا کہ یہ ظاہر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوگی۔ چونکہ وہ زیادہ تر امور دینیہ کا سوال آپ پر پیش کرتے تھے۔ اور یہ زمانہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ پس صحابہ سے کوئی فعل ایسا واقع نہیں ہو سکتا اور وہ اس پر دوام و استمرار سے باقی ہوں مگر یہ کہ ممنوع فعل نہیں ہو سکتا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے جواز عزل منقول ہے کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے اور قرآن کے نزول کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اگر وہ ممنوع ہوتا تو قرآن اس سے منع کرتا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مرفوع تقریری حکمی کو بیان کر رہے ہیں۔ اور اس کے مرفوع ہونے کی وجہ کو بیان کر رہے ہیں۔ حکمی کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و اطلاع میں ہوگی۔ کہ دینی امور میں آپ بکثرت معلومات فرماتے رہتے تھے۔ لہذا جس پر انھوں نے عمل کیا وہ آپ سے گویا منقول یا اجازت سے ہے۔ اور شارع کی اجازت خواہ سکوتی ہو مرفوع کا درجہ رکھتی ہے کہ ممنوع ہو تا تو نہیں وارد ہو جاتا۔

حل: علی ذلک۔ یعنی جو صحابہ نے عہد نبوت میں کیا۔

تو فردو اعیہم۔ داعی اور باعث کے کثرت کی وجہ سے۔

الا۔ استثناء مفرغ ہے۔ وہو۔ صحابی کا فعل اور اس پر استمرار۔

نہی عنہ۔ یعنی ممانعت پر قرآن کا نزول ہو جاتا۔ یا آپ کو شریعت کی تعلیم کر دی جاتی۔
وَلْيَتَحَقَّقْ بِقَوْلِي حُكْمًا مَا وَرَدَ بِصِيغَةِ الْكِنَايَةِ فِي مَوْضِعِ الصَّيْغِ الصَّرِيحَةِ
بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ سَلَّمَ كَقَوْلِ التَّابِعِيِّ عَنْ
الصَّحَابِيِّ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ أَوْ يَرْوِيهِ أَوْ يَنْمِيهِ أَوْ رِوَايَةً أَوْ يَبْلُغُ بِهِ أَوْ رَوَاهُ وَ قَدْ
يَقْتَصِرُونَ عَلَى الْقَوْلِ مَعَ حَذْفِ الْقَائِلِ وَ يُرِيدُونَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
عَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ سَلَّمَ كَقَوْلِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ تَقَاتِلُونَ
قَوْمًا الْحَدِيثَ وَ فِي كَلَامِ الْخَطِيبِ أَنَّهُ اِصْطِلَاحٌ خَاصٌّ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ.

ترجمہ:- اور شامل ہو جائے گا ہمارے قول حکما کے ساتھ وہ بھی جو کنایہ کے صیغے کے ساتھ مروی ہو۔ صیغہ صریحی کے مقام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ جیسے کہ تابعی کا قول صحابی سے حدیث کو مرفوع کرتے ہوئے۔ یا روایت کرتے ہوئے۔ یا نسبت کرتے ہوئے۔ یا روایت کہتے ہوئے یا تبلغ یا رواہ کے الفاظ سے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قائل کو حذف کر کے محض قولی پر اکتفا کرتے ہیں۔ جیسے ابن سیرین کا قول عن ابی ہریرۃ قال قال تقاتلون قوما۔ الحدیث اور خطیب کے کلام میں یہ ہے کہ یہ اہل بصرہ کے لئے خاص ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کنایہ کا استعمال بھی صریحی کے مقام پر ہو تو یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔ مثلاً یرفعہ۔ یبلغہ۔ وغیرہ کے الفاظ عموماً

اس قسم کا کنایہ ابن سیرین کے کلام میں پایا جاتا ہے۔

حل۔ ینمیہ۔ بمعنی نسبت کرنا۔

یقتصرون۔ یعنی محدثین حضرات۔ بہ۔ یعنی القائل ہے۔

قال قال۔ اول قال کا فاعل ابو ہریرہ ثانی کا حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔

الحدیث۔ پوری حدیث یہ ہے۔ تقاتلون قوماً صغار الاعین تسوقونہم حتی یلحقونہم بجزیرۃ العرب۔

انہ۔ یعنی قائل کو حذف کرتے ہوئے۔ چنانچہ ابن سیرین کا مشہور قول ہے کل ما حدث عن ابی ہریرہ فہو مرفوع۔ جو بھی روایت میں ابو ہریرہ سے کروں وہ سب مرفوع ہے۔

وَمِنَ الصَّيْغِ الْمُحْتَمَلَةِ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا قَالَ كَثَرُ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ مَرْفُوعٌ، وَنَقَلَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِيهِ الْإِتِّفَاقَ وَإِذَا قَالَهَا غَيْرُ الصَّحَابِيِّ فَكَذَلِكَ مَا لَمْ يُضِفْهَا إِلَى صَاحِبِهَا كَسُنَّةِ الْعُمَرَيْنِ وَفِي نَقْلِ الْإِتِّفَاقِ نَظَرُ فَعَنِ الشَّافِعِيِّ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ قَوْلَانِ وَذَهَبَ إِلَى أَنَّهُ غَيْرُ مَرْفُوعٍ أَبُو بَكْرٍ الصِّيرَفِيُّ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَابُوبَكْرٍ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنْفِيَّةِ وَابْنُ حَزْمٍ مِنْ أَهْلِ الظَّاهِرِ وَاحْتَجُّوا بِأَنَّ السُّنَّةَ تَرَدَّدُ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ غَيْرِهِ۔

ترجمہ:- اور صیغہ محتملہ میں صحابی کا قول من السنۃ کذا بھی ہے سوا کثر علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہ (حدیث) مرفوع ہے۔ ابن عبد البر نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے اور انھوں نے کہا کہ جب غیر صحابی کہے تو وہ بھی اسی طرح مرفوع ہے۔ تا وقتیکہ اس کی طرف نسبت نہ کرے۔ جیسے عمرین کی سنت۔ اور اس اتفاق کے نقل میں اشکال ہے۔ اور امام شافعی سے اصل مسئلہ میں دو قول منقول ہے۔ شوافع میں ابو بکر صیرفی احناف میں ابو بکر رازی۔ ظاہر یہ میں ابن حزم اس کے مرفوع ہونے کی جانب گئے ہیں۔ اور انھوں نے استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غیر کے درمیان دائر ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مزید مرفوع یا موقوف کے وہ اقسام جو صیغہ محتملہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں جو علماء اصول کے اختلاف ہیں بیان کر رہے ہیں۔ جس کا

حاصل یہ ہے کہ صحابی کا قول من السنۃ کذا کو بیشتر مرفوع اور بعض موقوف قرار دیتے ہیں۔
حل۔ من السنۃ کذا۔ جیسے حضرت علی کا قول من السنۃ وضع الکف۔
 علی الکف۔ اسی طرح سنۃ النبی وغیرہ کے الفاظ۔
 فالاکثر۔ مراد اس سے جمہور محدثین۔ مرفوع۔ یعنی حکماً۔
 ابن عبدالبر۔ اسی طرح حاکم اور بیہقی نے بھی مرفوع ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے۔
 قال۔ کافاعل ابن عبدالبر ہے۔ کہ انھوں نے تابعی کے قول من السنۃ کذا کو مرفوع مانا ہے۔
 مالم یضفہا۔ یعنی تا وقتیکہ جس کی سنت ہو اس کی تصریح نہ کر دے جیسے سنت عمرین۔
 تو اس صورت میں مرفوع نہ ہوگا۔

عمرین۔ مراد ابو بکر و عمر۔ تخفیفاً عمر کا ثنیہ کر دیا جیسے قرین۔
 نظر۔ اتفاق کہنے میں نظر ہے چونکہ اس میں اختلاف منقول ہے۔
 قولان۔ امام شافعی کے دو قول ہیں قدیم میں مرفوع۔ جدید میں غیر مرفوع۔
 واحتجوا۔ ان حضرات ثلاثہ نے غیر مرفوع ہونے پر یہ استدلال پیش کیا ہے کہ سنت کا
 مفہوم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے درمیان دائر ہے کیا آپ نے نہیں
 فرمایا علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدين۔
 غیرہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کے علاوہ اجلہ صحابہ۔

وَأَجَبُوا بِأَنَّ إِحْتِمَالَ إِرَادَةِ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ
 سَلَّمَ بَعِيدٌ وَقَدْ رَوَى الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ فِي حَدِيثِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ فِي قِصَّتِهِ مَعَ الْحِجَّاجِ حِينَ قَالَ لَهُ إِنْ كُنْتُ تُرِيدُ
 السُّنَّةَ فَهَجْرُ بِالصَّلَاةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ وَ هَلْ يَعْنُونَ بِذَلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ فَتَقَلَّ سَالِمٌ
 وَ هُوَ أَحَدُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَ أَحَدُ الْحُقَاطِ مِنَ التَّابِعِينَ عَنْ
 الصُّحَابَةِ أَنَّهُمْ إِذَا أَطْلَقُوا السُّنَّةَ لَا يُرِيدُونَ بِذَلِكَ إِلَّا سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ۔

ترجمہ :- اور جواب دیا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کا ارادہ بعد سے کہ

بخاری نے اپنی صحیح میں ابن شہاب نے سالم سے ان کے والد کا قصہ نقل کیا ہے کہ حجاج سے انھوں نے کہا کہ اگر تم سنت چاہتے ہو تو نماز اول وقت میں پڑھو۔ ابن شہاب نے کہا میں نے حضرت سالم سے پوچھا کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت اختیار کیا ہے۔ انھوں نے کہا حضرات صحابہ سنت سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت مراد لیتے ہیں۔ تو سالم نے یہ نقل کیا جو مدینہ کے فقہاء سبعہ میں اور حفاظ تابعین میں سے ایک ہیں کہ جب صحابہ سنت کا ارادہ کرتے ہیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت مراد لیتے ہیں۔ تشریح: جن لوگوں نے من السنۃ کذا وغیرہ کو مرفوع ماننے سے انکار کیا ہے اس پر رد اور انکے شبہات کا جواب ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت سالم سے جو اجلہ فقہاء میں ہیں مرفوع مراد لینا مذکور ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام سے یہی مراد ہے حل: اجیبوا۔ باب افعال سے ماضی مجہول۔ بہتر ہے کہ اجیب ہونا چاہئے۔

قصۃ ابن عمر یا حضرت سالم کی طرف راجع ہے۔

ہجر تفسیل سے امر کا صیغہ۔ جلدی کرنا مراد اول وقت پڑھنا

افعلہ۔ ضمیر منصوب کا مرجع تہجیر۔ هل یعنون۔ استفہام اقراری ہے۔

فقہاء سبعہ۔ یہ سات جلیل القدر فقہاء حضرت ہیں جن کے نام یہ ہیں: ابن مسیب، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، خارجہ بن زید، سلیمان بن یسار، عبد اللہ بن عتیبہ، ابو سلمہ اور ابن مبارک کے نزدیک ابو سلمہ کے بجائے سالم ہیں۔

وَأَمَّا قَوْلُ بَعْضِهِمْ إِنْ كَانَ مَرْفُوعًا فَلَمْ لَا يَقُولُونَ فِيهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَجَوَابُهُ أَنَّهُمْ تَرَكُوا الْجَزْمَ بِذَلِكَ تَوَرُّعًا وَاحْتِيَاظًا وَمِنْ هَذَا قَوْلُ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الْبُكَرُ عَلَى الثَّيْبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا أَخْرَجَاهُ فِي الصُّبْحِ حِينَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ إِنَّ نِسَاءَ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَيْ لَوْ قُلْتُ لَمْ أَكْذِبْ لِأَنَّ قَوْلَهُ مِنَ السُّنَّةِ هَذَا مَعْنَاهُ لَكِنْ إِبْرَازُهُ بِالصِّيغَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا الصَّحَابِيُّ أَوْلَى.

ترجمہ:- اور بہر حال بعض کا یہ قول اگر مرفوع ہے تو کیوں نہیں وہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے ورع اور احتیاط کی وجہ سے

یقینی نسبت کو چھوڑا ہے اس اصول پر حضرت ابو قلابہ کی روایت عن انس ہے۔ کہ سنت سے یہ ہے کہ باکرہ سے شیب کی موجودگی میں نکاح کرے۔ تو سات دن قیام کرے۔ بخاری مسلم نے اپنی صحیح میں اسے ذکر کیا ہے۔ تو ابو قلابہ نے کہا اگر میں چاہوں تو یہ کہہ دوں کہ حضرت انس نے اسے مرفوعاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اگر میں کہہ دوں تو جھوٹا نہ ہوں۔ چونکہ من السنۃ کا یہی مفہوم ہے۔ لیکن اس صیغے کیساتھ ذکر کرنا جسے صحابی نے ذکر کیا ہے اولیٰ ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں کہ جب مرفوع ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیوں نہیں نسبت کر دیتے تو جواب دیتے ہیں کہ ورع اور احتیاط کی وجہ سے سیدھے آپ کی طرف نسبت نہیں کرتے۔ استدلال میں حضرت ابو قلابہ کی روایت ذکر کی ہے کہ انھوں نے حضرت انس کی روایت میں من السنۃ کہا اور یہ کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت انس نے مرفوع کیا ہے تو جھوٹا نہ ہوں گا معلوم ہوا کہ سنت کا مفہوم مرفوع ہی ہے۔

حل: بعضہم۔ مراد اس سے بعض خلف متاخرین ہیں۔

الجزم۔ یقینی نسبت۔ احتیاطاً۔ چنانچہ اسی احتیاط کے پیش نظر نحوہ۔ مثلاً۔ کہا جاتا ہے لم اکذب۔ اے است کا ذبا۔ ہذا یعنی مرفوع ہونا۔

وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ أَمْرًا بَكْرًا أَوْ نَهْيًا عَنْ كَذَا قَالَ خِلَافٌ فِيهِ كَالْخِلَافِ فِي الَّذِي قَبْلَهُ لِأَنَّ مُطْلَقَ ذَلِكَ يَنْصَرِفُ بِظَاهِرِهِ إِلَى مَنْ لَهُ الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ وَهُوَ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَخَالَفَ فِي ذَلِكَ طَائِفَةٌ وَتَمَسَّكُوا بِإِحْتِمَالٍ أَن يَكُونَ الْمُرَادُ غَيْرُهُ كَأَمْرِ الْقُرْآنِ وَالْإِجْمَاعِ أَوْ بَعْضِ الْخُلَفَاءِ أَوِ الْإِسْتِنبَادِ وَاجْتَبَوْا بِأَنَّ الْأَصْلَ هُوَ الْأَوَّلُ وَمَا لِدَاهُ مُحْتَمَلُهُ لَكِنَّهُ بِالنَّسْبَةِ إِلَيْهِ مَرْجُوحٌ وَآيْضًا فَمَنْ كَانَ فِي طَاعَةِ رَئِيسٍ إِذَا نَالَ أَمْرًا لَا يَفْهَمُ عَنْهُ أَنَّ أَمْرَهُ الْأَرِيسِيَّةَ.

ترجمہ:۔ اور اسی قبیل سے صحابی کا قول امرنا بکذا اور نہینا عن کذا ہے پس اختلاف اس میں وہی ہے جو اختلاف اس سے قبل تھا۔ چونکہ مطلق لوثا ہے بظاہر اس کی جانب جس

کو امر اور نہی کا اختیار ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک جماعت نے اس کی مخالفت کی ہے اور استدلال پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ سال ہے کہ اس کے علاوہ مراد ہو۔ (یعنی رسول کے علاوہ) جیسے قرآن یا اجماع یا بعض خلفاء یا استنباط کا حکم مراد ہو اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اصل تو اول ہی ہے اور اس کے علاوہ نیز احتمال ہے۔ لیکن اسکے غیر کی طرف نسبت مرجوح ہے۔ نیز یہ امر بھی (دلیل ہے کہ) بعض کسی رئیس کی اطاعت میں ہو اور جب وہ کہے مجھے حکم دیا گیا تو نہیں سمجھا جائے گا مگر یہ کہ اسی رئیس نے حکم دیا (اسی طرح یہاں ہے)

تشریح:۔ اس مقام سے صاحب کتاب امرنا بکذا ونہنا عنہ کے مرفوع ہونے کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں جمہور اسے بھی مرفوع حکما مانتے ہیں۔ اور بعض حضرات غیر کے احتمال کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

حل: امرنا ماضی مجہول۔ جیسا کہ ام عطیہ کا قول امرنا ان نخرج فی العیدین العواتق و ذوات الخدوی

کا الخلاف۔ جس طرح من السنۃ کذا میں اختلاف مرفوع ہونے اور نہ ہونے میں ہے۔ طائفہ مراد اس سے اسماعیلی ہے۔ الاول۔ شارع علیہ السلام۔

فمن۔ ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ جو کسی بڑے کے ماتحت ہو جب وہ امرنا کہے تو اسی کی طرف نسبت ہوگی اسی طرح یہاں حضرات صحابہ کہیں امرنا تو شارع علیہ السلام ہی مراد ہونگے
وَأَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَظُنَّ مَا لَيْسَ بِأَمْرٍ أَمْرًا فَلَا اخْتِصَاصَ لَهُ بِهَذِهِ الْمَسْئَلَةِ بَلْ هُوَ مَذْكُورٌ فِيمَا لَوْ صَرَّحَ فَقَالَ أَمَرْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَ هُوَ اِحْتِمَالٌ ضَعِيفٌ لِأَنَّ الصَّحَابِيَّ عَدَلَ عَارِفٌ بِاللِّسَانِ فَلَا يُطْلَقُ ذَلِكَ إِلَّا بَعْدَ التَّحْقِيقِ وَ مِنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ كُنَّا نَفْعَلُ كَذَا فَلَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ أَيْضًا كَمَا تَقَدَّمَ وَ مِنْ ذَلِكَ أَنْ يَحْكُمَ الصَّحَابِيُّ عَلَى فِعْلِ مِنَ الْأَفْعَالِ بِأَنَّهُ طَاعَةٌ لِلَّهِ وَ لِرَسُولِهِ وَ مَعْصِيَتُهُ كَقَوْلِ عُمَارٍ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشْكُ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ فَلَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ أَيْضًا لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ ذَلِكَ مِمَّا تَلَقَّاهُ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ

وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:- اور بہر حال ان لوگوں کا یہ کہنا کہ احتمال ہے کہ صحابی نے گمان کر لیا ہو امر کے بارے میں کہ جس کا امر امر نہ ہو تو وہ اس مسئلہ کیساتھ خاص نہیں۔ بلکہ وہ اس میں بھی ذکر کیا جائے گا جہاں تصریح ہو کہ کہے امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ۔ اور یہ احتمال نکالنا ضعیف ہے۔ چونکہ حضرات صحابہ عادل صاحب زبان ہیں پس نہیں اطلاق کریں گے مگر تحقیق کے بعد۔ اور اسی میں وہ بھی داخل ہے کہ صحابی کسی فعل پر اور رسول کی اطاعت کا حکم یا معصیت کا حکم لگائے۔ جیسے حضرت عمار کا قول جس نے یوم شک کاروزہ رکھا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ اس کا حکم بھی مرفوع ہی کا ہے۔ چونکہ ظاہر یہ ہے کہ اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہوگا۔

تشریح:- اس مقام سے ایک شبہ پھر اس کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کے غیر کے حکم کو حکم سمجھ رہا ہو۔ تو اس شبہ کا مولف نے جواب دیا کہ یہ صرف اسی کیساتھ خاص نہیں۔ مزید یہ کہ وہ صاحب زبان و عادل ہیں۔ تحقیق کے بعد ہی نسبت کر سکتے ہیں۔ نیز صراحتہ نسبت میں احتیاط بھی کرتے ہیں۔ اس کے بعد کنا نفع کو بھی مرفوع میں ہونا ذکر کر رہے ہیں۔ اسی طرح طاعت خدا اور رسول سے بھی مرفوع کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

حل: من یتنوں۔ یعنی جو عدم رفع پر استدلال کرے۔ یظن۔ الراوی۔

ما لیس بامر۔ لہذا اس کا امرنا کہنا اور شارع مراد لینا درست نہ ہوگا۔

فلا اختصاص۔ یہاں سے جواب ہے۔ و هو۔ یعنی احتمال ظن۔

عدل۔ چونکہ صحابی عادل ہیں ظن کی بنیاد پر صحابی سے یہ احمال ضعیف ہے۔

تلقاہ۔ یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہو۔

أَوْ يَنْتَهِي غَايَةَ الْإِسْنَادِ إِلَى الصَّحَابِيِّ كَذَلِكَ أَيْ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ فِي كَوْنِ اللَّفْظِ يَفْتَضِي
الْإِسْرَاحَ بِأَنَّ السَّنْقُولَ هُوَ مِنْ قَوْلِ الصَّحَابِيِّ أَوْ مِنْ فِعْلِهِ أَوْ مِنْ تَقْرِيرِهِ وَلَا يَجِي فِيهِ
جَمِيعُ مَا تَقَدَّمَ بَلْ مَعْظَمُهُ وَالتَّشْبِيهُ لَا يَشْتَرَطُ فِيهِ الْمَسَاوَاةُ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ.

ترجمہ:- اسی طرح سند کا آخر صحابی تک منتہی ہو جائے۔ اسی طرح جس طرح ماقبل کی صورتیں ہیں لفظ کے صریح تقاضہ کرنے میں کہ جو صحابی کے قول یا فعل یا تقریر سے جو

منقول ہو (صریح ہو گا حکمی نہ ہو گا) اس میں ماقبل کی تمام صورتیں نہیں آتی ہیں (یعنی حکماً) بلکہ اہم امور میں اور تشبیہ کے لئے شرط نہیں ہے کہ تمام امور میں مساوات ہو۔
 تشریح:- اس مقام سے مولف جو سند صحابی تک منتہی ہو جائے اسکا حکم بیان کر رہے ہیں جسے موقوف کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ مرفوع کی جو قسم حقیقی اور حکمی ہے وہ سب موقوف میں نہیں جاری ہوتے۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔ قولی، جس میں کسی صحابی کا ارشاد منقول ہو۔ فعلی۔ جس میں کسی صحابی کا فعل نقل ہو۔ تقریری۔ جس میں کسی صحابی کی تائید سکوتی منقول ہو۔ جیسے تابعی کا یہ کہنا کہ فلاں صحابی کے سامنے ایسا کام کیا۔ اور انہوں نے انکار نہیں کیا۔
 حل: غایۃ الاسناد۔ یعنی اس کا آخر صحابی تک پہنچ جائے۔

قوله الصحابی۔ اس قسم موقوف کی تین قسمیں ہیں قول صحابی فعل صحابی تقریر صحابی معظمہ۔ جو اس میں اہم ہے۔ یعنی صریحی۔ معظمہ بمعنی اکثرہ۔

وَلَمَّا كَانَ هَذَا الْمُخْتَصَرُ شَامِلًا لِجَمِيعِ أَنْوَاعِ عُلُومِ الْحَدِيثِ اسْتَطَرَدَّتْهُ إِلَى تَعْرِيفِ الصَّحَابِيِّ مَنْ هُوَ فَقُلْتُ وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهِ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْأَصَحِّ وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَا هُوَ أَعَمُّ مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَاشَاةِ وَوُصُولِ أَحَدِهِمَا إِلَى الْآخَرِ وَإِنْ لَمْ يُكَالِمْهُ وَيَدْخُلْ فِيهِ رُؤْيَا أَحَدِهِمَا الْآخَرَ سَوَاءٌ كَانَ ذَلِكَ بِنَفْسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ وَالتَّعْبِيرُ بِاللِّقَاءِ أَوَّلَى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمُ الصَّحَابِيُّ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ يَخْرُجُ حِينَئِذٍ ابْنُ أُمَّ مَكْتُومٍ وَنَحْوَهُ مِنَ الْعَمَيَانِ وَهُمْ صَحَابَةٌ بِلَا تَرَدُّدٍ.

ترجمہ:- چونکہ یہ مختصر رسالہ علوم حدیث کی تمام قسموں کو شامل ہے تو میں نے صحابی کی تعریف بھی ذکر کیا کہ وہ کون ہے۔ یہ وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام ہی پر وفات ہوئی ہو گو بیچ میں ارتداد گرچہ پیش آگیا ہو۔ اور ملاقات کا مفہوم عام ہے خواہ مجلس سے ہو یا ساتھ چلنے سے یا ایک دوسرے کو پالینے سے اگرچہ گفتگو کی نوبت نہ آسکی ہو۔ اور اس میں ایک دوسرے کا دیکھنا بھی شامل ہو جائے گا خواہ خود یا واسطے سے۔ اور ملاقات کی تعبیر اولیٰ ہے بمقابلہ ان کے جن بعض نے صحابی کی

تعریف میں یہ کہا کہ جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔ چونکہ اس صورت میں بلاشبہ حضرت ابن ام مکتوم جیسے نابینا صحابی نکل جائیں گے۔
تشریح:۔ اس مقام سے مولف صحابہ کی تعریف پھر اس تعریف کی جامعیت اور فوقیت بیان کر رہے ہیں۔

صحابی۔ وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور ایمان کی حالت پر وفات پائی ہو۔ گرچہ بیچ میں ارتداد کا واقعہ پیش آگیا ہو۔
حل: من۔ جس طرح انسان کو شامل ہے اسی طرح جن کو بھی۔ کہ آپ کی بعثت ان کی طرف بھی ہوئی ہے اور ان کا ایمان لانا نص قرآنی سے ثابت ہے۔

مات علی الاسلام۔ یہ قید اجماعی ہے۔ حالت کفر پر مرنے والا صحابی نہیں ہو سکتا۔
ولو تخللت۔ لو وصلیہ ہے۔ ردۃ بمعنی ارتداد و کفر۔ یعنی مرتد ہونے کے بعد پھر ایمان قبول کرنا۔ خیال رہے کہ ارتداد کی وجہ سے جب کہ بعدہ اسلام لا کر اس پر وفات ہوئی ہو صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ شوافع کے نزدیک ارتداد سے عمل باطل اس وقت ہوگا جب کفر پر موت واقع ہوگی۔ اور حضرات احناف کے یہاں ارتداد سے عمل باطل ہو جائے گا گو کہ بعد میں ایمان پر موت واقع ہوئی ہو۔ لہذا صحبت رد سے باطل ہو جائے گی تا وقتیکہ دوبارہ روایت و لقانہ ہو صحابیت کا ثبوت نہ ہو گا یہی مالکیہ کا مسلک ہے۔
علی الاصح۔ اس کا تعلق مات علی الاسلام کی قید کے ساتھ ہے۔
رویۃ احدہما۔ خواہ ایک ہی لمحہ یا لحظہ کے لئے ہو چونکہ آپ کی صحبت وہ کیمیا اور کبریت ہے جو ایک سکند کے لئے ہو تب بھی موثر ہے۔

بغیرہ۔ بغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ خواہ آپ کو بالقصد دیکھا ہو یا دیکھنے کا ارادہ نہیں تھا مگر نظر پڑ گئی اور بعضوں نے اس کا مفہوم نکالا ہے کہ دوسرے کے ذریعہ سے دیکھا جیسے صفر کی حالت میں کوئی اٹھا کر لایا اور دیکھ لیا۔

والتعبیر۔ مولف تعریف میں لقاء کے عموم کے فائدہ کے ذکر کر رہے ہیں کہ اس کے مقابل رویت سے نابینا نکل جائیں گے۔ خیال رہے کہ جو لوگ رویت کو ذکر کرتے ہیں وہ رویت سے بالقوہ اور بالفعل دونوں مراد لیتے ہیں اس سے تعریف عام ہو کر نابینا کو بھی

شامل ہو جائے گی۔

وَاللّٰقِیْ فِیْ هٰذَا التَّعْرِیْفِ كَالْجِنْسِ وَ قَوْلِیْ مُؤْمِنًا كَالْفَضْلِ یَخْرُجُ مِنْ حَصْلِ لَهُ
الْلِقَاءُ الْمَذْكُورُ لَكِنْ فِیْ حَالِ كَوْنِهِ كَافِرًا وَ قَوْلِیْ بِهِ فَضْلٌ ثَانٍ یَخْرُجُ مِنْ لَقِیْهِ
مُؤْمِنًا لَكِنْ بِغَیْرِهِ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ لَكِنْ هَلْ یَخْرُجُ مِنْ لَقِیْهِ مُؤْمِنًا بِاَنَّهُ سَیِّعٌ وَ لَمْ یُذَرِكْ
الْبَعْثَةُ وَ فِیْهِ نَظَرٌ وَ قَوْلِیْ وَ مَاتَ عَلٰی الْاِسْلَامِ فَضْلٌ ثَالِثٌ یَخْرُجُ مِنْ اَرْتَدَّ بَعْدَ اَنْ
لَقِیْهِ مُؤْمِنًا وَ مَاتَ عَلٰی الرَّدَّةِ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ وَ ابْنِ خَطْلٍ وَ قَوْلِیْ وَ لَوْ
تَخَلَّلَتْ رَدَّةٌ اٰیَ بَیْنِ لَقِیْهِ لَهُ مُؤْمِنًا بِهِ وَ بَیْنَ مَوْتِهِ عَلٰی الْاِسْلَامِ فَاِنَّ اِسْمَ الصُّحْبَةِ
بَاقٍ لَهُ سَوَاءٌ رَجَعَ اِلٰی الْاِسْلَامِ فِیْ حَیَوَتِهِ اَمْ بَعْدَهُ وَ سَوَاءٌ لَقِیْهِ ثَانِیًا اَمْ لَا.

ترجمہ :- اور لقا اس تعریف میں جنس کے مانند ہے۔ اور ہمارا قول مومن فصل کی طرح
ہے۔ اس سے وہ حضرات نکل جائیں گے جن کو لقاء مذکور حاصل ہو مگر کفر کی حالت میں
اور ہمارا قول بہ فصل ثانی ہے اس سے نکل جائیں گے وہ جنہوں نے ایمان کی حالت
میں ملاقات کی ہو مگر دوسرے انبیاء سے۔ لیکن یہ سوال رہے گا کہ کیا من لقیہ مومن بہ سے
وہ نکل جائیں گے جس نے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقت کی ہو کہ آپ مبعوث ہوں
گے اور بعثت کا زمانہ نہ پایا ہو۔ سو اس میں نظر ہے اور ہمارا قول مات علی الاسلام فصل سوم
ہے۔ اس سے وہ نکل جائیں گے جو مرتد ہو گئے ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد۔ اور
ردت پر موت واقع ہوئی۔ جیسے عبد اللہ بن جحش اور ابن خطل وغیرہ اور ہمارا قول ”ولو
تخللت به ردة“ یعنی ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد اور اسلام میں موت کے درمیان
اس لئے کہ صحبت کا نام تو باقی ہے برابر ہے خواہ اسلام کی طرف رجوع ان کی حیات یا ان
کے بعد ہو اور برابر ہے خواہ دوبارہ ملاقات ہوئی ہو یا نہیں۔

تشریح :- مولف نے جو صحابہ کی تعریف کی ہے اس میں جو جنس اور فصل کے مقام پر ہے
اس کی نشاندہی اور اس کے فوائد و قیود ذکر کر رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لقا جنس کی
جگہ میں ہے۔ اور مومن فصل اول ہے اس سے حالت کفر کی ملاقات خارج ہو گئی۔ اور بہ
فصل دوم ہے۔ اس سے وہ نکل جائیں گے جنہوں نے آپ کے علاوہ کسی نبی سے ملاقات
کی ہو جیسے ”حوارین“ اور مات علی الاسلام فصل سوم ہے اس سے کفر پر مرنے والے خارج

ہو جائیں گے۔ البتہ وہ رہ گئے جنہوں نے حالت ایمان میں زیارت کی پھر مرتد ہو گئے پھر ایمان قبول کرنے کے بعد ایمان کی حالت میں وفات پائی ہو۔ مولف اور شوافع کے نزدیک صحبت کا وصف باقی رہے گا خواہ آپ کے زمانہ میں ایمان لائیں یا بعد میں اسی طرح دوبارہ زیارت کرے یا نہ کرے۔ البتہ اسکے میں تردد رہے گا جنہوں نے بعثت سے قبل آپ کو یہ جان کر کہ آپ نبی بنائے جائیں گے زیارت کی وہ صحابی ہوں گے یا نہیں جیسے بحیرہ راہب۔
حل: کونہ کافراً۔ اس سے مشرکین مکہ نکل جائیں گے۔

لغیرہ من الانبیاء۔ اس سے اہل کتاب بھی نکل جائیں گے کہ ہمارے نبی کے غیر پر ایمان لائے ہیں۔

لم یدرک البعثۃ۔ نبوت کا زمانہ نہیں پایا۔ جیسے بحیرہ راہب۔ جنہوں نے حال نبوت کی قید لگائی ان کے نزدیک خارج جنہوں نے تعمیم کی انکے نزدیک داخل ہوں گے۔
 ابن خطل۔ اسی طرح ربیعہ ابن امیہ جس نے روایت بھی کی مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔
 باقی۔ یعنی صحبت کا وصف باقی ہے۔ شوافع کے یہاں۔ احناف کے یہاں نہیں۔

وَقَوْلِي فِي الْأَصَحِّ إِشَارَةً إِلَى الْخِلَافِ فِي الْمَسْئَلَةِ وَيَذُلُّ عَلَى رُجْحَانِ الْأَوَّلِ قِصَّةُ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ فَإِنَّهُ كَانَ مِمَّنْ ارْتَدَّ وَاتَى بِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَسِيرًا فَعَادَ إِلَى الْإِسْلَامِ فَقَبِلَ مِنْهُ ذَلِكَ وَزَوْجَهُ أُخْتَهُ وَلَمْ يَتَخَلَّفْ أَحَدٌ عَنْ ذِكْرِهِ فِي الصَّحَابَةِ وَلَا عَنْ تَخْرِيجِ أَحَادِيثِهِ فِي الْمَسَانِيدِ وَغَيْرِهَا.

ترجمہ:- اور ہمارے قول فی الاصح سے اشارہ ہے مسئلہ میں اختلاف کی طرف۔ اور اشعث ابن قیس کا واقعہ اول کی ترجیح پر دال ہے۔ کہ وہ مرتد ہو گئے تھے اور قید کی حالت میں صدیق اکبر کے پاس آئے اور اسلام لے آئے تو انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی بہن سے اسکی شادی کرادی۔ اور کسی نے بھی ذکر صحابہ سے الگ نہیں کیا۔ اور نہ انکی احادیث کو مسانید وغیرہ سے خارج کیا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف الاصح کی قید کا اشارہ بیان کر رہے ہیں۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ ارتداد کے بعد صحابیت کے درجہ پر رہیں گے سو مولف اس کے رائج ہونے کی دلیل پیش کر رہے ہیں کہ اشعث مرتد ہو گئے تھے عہد صدیقی میں ایمان لائے صدیق اکبر

نے ایمان ہی نہیں قبول کیا بلکہ اپنی بہن سے شادی بھی کرادی۔ اسی طرح ارباب رجال کا صحابہ کی جماعت میں شمار کرنا اور انکی حدیث کو مسانید میں ذکر کرنا دلیل ہے صحابیت کی۔
حل: فی المسئلة۔ مراد اس سے مسئلہ ارتداد ہے۔ ذلک۔ الاسلام۔

و لم يتخلف۔ اشعث کو ارباب رجال نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انکی احادیث کو اس وجہ سے لیا ہے کہ روایت کا تحمل کفر میں اور ادلاء اسلام میں معتبر ہے۔

خیال رہے کہ یہاں ایک اور مسئلہ قابل ذکر ہے کہ اگر آپ کو دفن سے قبل وفات کی حالت میں دیکھا ہو تو صحابہ کی فہرست میں شامل رہیں گے یا خارج۔ ابن جماعہ انکار کرتے ہیں اور علائی اسے داخل صحابہ مانتے ہیں۔ علامہ بلقینی اور ابن عبد البر کا رجحان بھی یہی ہے۔

تَبَيَّهَانِ أَحَدُهُمَا لِأَخْفَاءٍ فِي رُجَحَانِ رُتْبَةٍ مَنْ لَزَمَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ وَ قَاتَلَ مَعَهُ أَوْ قُتِلَ تَحْتَ رَأْيَتِهِ عَلَى مَنْ لَمْ يُلَازِمَهُ أَوْ لَمْ يَحْضُرْ مَعَهُ مَشْهُدًا وَ عَلَى مَنْ كَلَّمَهُ يَسِيرًا أَوْ مَاشَاءَ قَلِيلًا أَوْ رَأَاهُ عَلَى بُعْدٍ أَوْ فِي حَالِ الطُّقُولَةِ وَ إِنْ كَانَ شَرَفَ الصُّحْبَةِ حَاصِلًا لِلْجَمِيعِ وَ مَنْ لَيْسَ لَهُ مِنْهُمْ سَمَاعٌ مِنْهُ فَحَدِيثُهُ مُرْسَلٌ مِنْ حَيْثُ الرِّوَايَةُ وَ هُمْ مَعَ ذَلِكَ مَعْدُودُونَ فِي الصُّحَابَةِ لِمَا تَأَلَّوْهُ مِنْ شَرَفِ الرِّوَايَةِ ثَانِيهِمَا يُعْرَفُ كَوْنُهُ صَحَابِيًّا بِالتَّوَاتُرِ وَ الْإِسْتِفَاضَةِ أَوْ لِشُهْرَةٍ أَوْ بِإِخْبَارِ بَعْضِ الصُّحَابَةِ أَوْ بِبَعْضِ ثِقَاتِ التَّابِعِينَ أَوْ بِإِخْبَارِهِ عَنْ نَفْسِهِ بِأَنَّهُ صَحَابِيٌّ إِذَا كَانَتْ دَعْوَاهُ ذَلِكَ تَدْخُلُ تَحْتَ الْإِمْكَانِ وَ قَدْ اسْتَشْكَلَ هَذَا الْأَخِيرَ جَمَاعَةٌ مِنْ حَيْثُ أَنَّ دَعْوَاهُ ذَلِكَ نَظِيرُ دَعْوَى مَنْ قَالَ أَنَا عَدْلٌ وَ يَحْتَاجُ إِلَى تَأَمُّلٍ.

ترجمہ:- دو تنبیہ: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جنھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور آپ کے ساتھ قتال کیا یا آپ کے جھنڈے کے نیچے شہید ہوئے ان کے مرتبہ کے افضل ہونے میں کوئی شبہ نہیں بمقابلہ جنھوں نے آپ کی صحبت نہیں اختیار کی اور کسی معرکہ میں حاضر نہیں ہوئے یا اس پر جنھوں نے تھوڑی گفتگو کی یا تھوڑا سا تھ چلے یا دور سے دیکھایا بچپن میں دیکھا اگرچہ شرف صحت ان سب کو حاصل ہے۔ اور ان میں سے جن کو سماع حاصل نہیں روایت میں اس کی حدیث مرسل ہے وہ اس کے باوجود صحابہ میں شمار رکھتے ہیں چونکہ شرف دیدار سے شرف ہیں۔ دوسری تنبیہ یہ ہے کہ

صحابی ہونے کا علم یا تو تواتر کے ذریعہ سے یا استفاضہ یا شہرت کے ذریعہ سے یا بعض سبب کے بتانے سے یا بعض ثقہ تابعین کے خبر دینے سے۔ یا خود ان کے کہنے سے وہ صحابی ہیں جب کہ ان کا دعویٰ امکان کے تحت داخل ہو تاہم علم ہو سکتا ہے۔ ایک جماعت نے اس آخری صورت پر (خود کے دعویٰ صحابیت پر) اشکال کیا ہے کہ یہ تو ایسے دعویٰ کے مثل ہے جیسے کوئی کہے انا عدل اور اس میں غور و تامل کی ضرورت ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف صحابہ کی تعریف میں دو تنبیہ یا دو فائدے ذکر کر رہے ہیں۔ اول یہ کہ گو من حیث الصحابہ سب صحابہ ہیں مگر ان میں مراتب کے اعتبار سے فرق ہے۔ جنہوں نے طویل صحبت اٹھائی معرکہ میں حاضر رہے یا شہید ہوئے یہ ان کے مقابلہ میں افضل ہوں گے جنہوں نے صرف ملاقات کی۔ بعض علماء اصول نے صحابہ کے مختلف مراتب بیان کئے ہیں۔ حاکم نیشاپوری نے ۱۲ طبقات ابن سعد نے پانچ طبقے ذکر کئے ہیں جنکی تفصیل عاجز کے رسالہ ارشاد اصول الحدیث جو اس فن پر جامع رسالہ ہے دیکھے جاسکتے ہیں۔

دوسری تنبیہ یہ بیان کی ہے کہ صحابی کی معرفت کیسے ہوگی۔ یا تو تواتر سے ہوگی۔ یا شہرت سے یا خود ان کے خبر دینے سے ہوگی۔ یا ثقہ تابعین کے بیان سے یا خود ان کے اقرار سے ہوگی۔

حل: الاول۔ اس تنبیہ میں مراتب صحابہ کا بیان ہے۔ جس میں ان کی فضیلت و فوقیت کا معیار بیان کیا گیا ہے۔

لازمہ۔ بمعنی طول صحبت۔ تحت رانہ۔ جھنڈے کے نیچے یعنی جہاد کی شرکت۔ مشہداً۔ معرکہ جنگ۔ غزوات۔ ماشاء۔ مماشات سے۔ بمعنی ساتھ چلنا۔ طفولیۃ۔ یعنی سن تیز و معرفت کی حد سے قبل۔ مرسل۔ مرسل ہو کر مقبول ہوگی۔ شرف الروئیۃ۔ بمعنی ملاقات۔ خیال رہے ایک ساعت کی صحبت اور زیارت بھی ثبوت صحابہ کے لئے موثر ہے جمہور اسی کے قائل ہیں۔ خواہ روایت یا قیام ہو یا نہ ہو۔ بخلاف ابن مسیب کے وہ اس کے قائل ہیں کہ ایک سال دو سال قیام رہا ہو۔ یا ایک دو غزوہ میں شرکت ہو۔

ثانیہما۔ صحابی کی معرفت کا طریق کیا ہوگا اس کا بیان۔ بالتواتر۔ جیسے صدیق اکبر اور عشرہ

مبشرہ۔ الاستفاضہ والشہرة۔ دونوں کا مفہوم ایک ہے معمولی فرق یہ ہے کہ۔
مستفیض میں ناقلمین کی تعداد ابتداء و انتہاء برابر رہتی ہے۔ اور مشہور عام ہے۔

باخبار بنفسہ۔ یہ اس وقت معتبر ہے جب کہ ممکن اور معروف العدالت ہو۔ ظفر الامانی
میں اس کے متعلق تین قول ہیں۔ (۱) دعوی ثابت نہ ہو گا۔ ابن قطان اور ابن سمعان کی
یہی رائے ہے۔ (۲) صحبت سیرہ تو ثابت ہو سکتی ہے، طویلہ نہیں۔ (۳) عادل ہو اور ظاہر
کے خلاف نہ ہو۔ اسی کو کتاب میں تحت الامکان سے ذکر کیا ہے۔

تحت الامکان۔ مطلب یہ ہے کہ اسکا دعوی امکان عادی اور شرعی کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً سو
سال گزرنے کے بعد کسی نے صحابیت کا دعوی کیا تو مردود ہے۔ جیسے رتن ہندی نے کہ
اس نے چھٹی ہجری میں صحابیت کا دعوی کیا۔ اس طرح شیخ عبد اللہ علمبردار جن کی عمر ۶۸
سوسال بتائی جاتی ہے جو قلندر یہ سلسلہ میں ہیں۔ کذا فی الانتصاح۔

هذا الاخير۔ مطلب یہ ہے کہ انا صحابی کا دعوی ایسا ہی ہے جیسے انا عادل۔ جس طرح ہر
شخص کہے تو معتبر نہیں اسی طرح یہ دعوی بھی۔ اس شبہ کا یہ جواب دیا جائے گا کہ مجہول
الحال میں تو یہ تردد اور شبہ باقی رہ سکتا ہے مگر معروف العدالت و ظاہر العدالت ہو تو فلا اشکال:
یہی مطلب ہے ”یحتاج الی تامل کا“۔

انتباہ۔ صحابہ کی تعریف کے سلسلے میں مزید چند امور۔ (۱) روایت و لقانی حالتہ البلوغ شرط
نہیں۔ (۲) روایت و اللقاء بعد نبوت معتبر ہے۔ قبل النبوة معتبر نہیں۔ (۳) صحابی کی
تعریف، جن صحابی کو بھی شامل ہے (ظفر الامانی)

أَوْ يَنْتَهِي غَايَةَ الْإِسْنَادِ إِلَى التَّابِعِي وَهُوَ مَنْ لَقِيَ الصَّحَابِي كَذَلِكَ وَ هَذَا مُتَعَلِّقٌ
بِاللَّقَى وَ مَا ذَكَرَ مَعَهُ إِلَّا قَيْدُ الْإِيمَانِ بِهِ وَ ذَلِكَ خَاصٌّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَعَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ وَ هَذَا هُوَ الْمُخْتَارُ خِلَافاً لِمَنْ اشْتَرَطَ فِي التَّابِعِي
طُولَ الْمُلَازِمَةِ أَوْ صِحَّةَ السَّمَاعِ أَوْ التَّمْيِيزَ وَ بَقِيَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِينَ طَبَقَةٌ
أُخْتَلِفَ فِي الْحَاقِقِهِمْ بِأَيِّ الْقِسْمَيْنِ وَ هُمُ الْمُخَضَّرَمُونَ الَّذِينَ أَدْرَكُوا الْجَاهِلِيَّةَ وَ
الْإِسْلَامَ وَ لَمْ يَرَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ فَعَدَّهُمْ ابْنُ
عَبْدِ الْبَرِّ فِي الصَّحَابَةِ وَ ادَّعَى عِيَاضٌ وَ غَيْرُهُ أَنَّ ابْنَ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُولُ إِنَّهُمْ صَحَابَةٌ.

ترجمہ:- یا سند منتهی ہو تابعی تک اور یہ وہ ہیں جنہوں نے صحابی سے ملاقات کی ہو اسی طرح اور یہ متعلق ہے لقاء کے ساتھ اور اس کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ سوائے ایمان کی قید کے یہ خاص ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ۔ اور یہی مختار ہے۔ یہ قول مخالف ہے اس کے جو تابعی میں طول ملازمت یا صحت سماع یا تمیز کی شرط لگاتے ہیں۔ رہ گیا صحابہ و تابعین کا وہ درمیانی طبقہ جو مخضرمین ہیں وہ کس قسم میں داخل ہیں۔ اختلاف ہے۔ اور یہ وہ ہے جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا ہے۔ لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے۔ ابن عبد البر نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ ابن عبد البر کا قول کہ وہ صحابہ ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف تابعی کی تعریف اور مخضرمین کے صحابہ ہونے نہ ہونے میں جو اختلاف ہیں بیان کر رہے ہیں۔ تابعی جنہوں نے حضرت صحابہ کی زیارت کی ہو انہیں شرطوں کے ساتھ جو صحابہ کے بیان میں ہے۔ حافظ کی عبارت الاقید الايمان سے بظاہر یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ایمان کی حالت میں لقا شرط نہیں۔ مخضرمین یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا اور آپ کی وفات کے بعد ایمان لائے انکو ابن عبد البر نے طبقات صحابہ میں شمار کرایا ہے۔ جیسے جبیر بن نفیر۔ زید ابن وہب، سوید بن غفلہ۔

حل: كذلك۔ یعنی مثل صحابی کے۔ مطلب یہ ہے صحابی سے ملاقات ہو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتے ہوئے خواہ بیچ میں ردت کا واقعہ کیوں نہ پیش آجائے۔

الاقید الايمان به۔ بظاہر اس قید کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تابعی کفر کی حالت میں صحابی کو دیکھے پھر ایمان لے آئے تو اور اسلام پر وفات ہو تو تابعی ہوں گے۔

وذلك خاص بالنبي۔ اس عبارت کی قید کا مفہوم واضح نہیں۔ کہ لقاء ایمان کے ساتھ صحابی کے لئے قید ہے تو یہ ظاہر ہے۔ مگر تابعی کے لئے بھی ایمان کے ساتھ لقاء کی شرط کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایمان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو آپ کے علاوہ پر نہ ہو۔ جیسے اہل کتاب تو پھر اس شرط میں صحابہ بھی شریک ہیں۔ واللہ اعلم۔ محشی نے بھی اول مفہوم بیان کرنے کے بعد لکھ دیا ہے۔ عبارت خلل سے خالی نہیں۔ بظاہر یہاں کوئی جملہ رہ گیا ہے۔

هو المختار۔ یعنی روایت کافی ہے۔ خلافاً۔ اسکے خلاف بعضوں نے طول صحبت اور سماع روایت کی بھی شرط لگائی ہے۔ خطیب نے طول صحبت کی شرط۔ ابن حبان نے سماع کی شرط ملحوظ رکھی ہے۔

او التمییز۔ یعنی ایسی عمر ہو کہ وہ روایت کو محفوظ رکھ سکے۔

ولم یر النبی۔ مطلب دیکھا تو ہو مگر اسلام کی حالت میں نہیں۔ امام مسلم نے اس کی تعداد بیس ۲۰، نووی نے اس سے زائد، عراقی نے اسکی تعداد چالیس بتائی ہے۔

ابن عبد البر نے ان کو طبقہ صحابہ میں ذکر کیا ہے اس سے صحابہ میں داخل کرنا ضروری نہیں۔ مقصد اس عہد کے تمام حضرات کا استیعاب ہے۔ خیال رہے کہ مخضر میں تابعین میں سے ہوں تو ان کا صحابی نہ ہونا یقینی ہے۔

وَفِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ أَفْصَحَ فِي خُطْبَةٍ كِتَابِهِ بِأَنَّهُ إِنَّمَا أُوْرَدَهُمْ لِيَكُونَ كِتَابُهُ جَامِعاً مُسْتَوْعِباً لِأَهْلِ الْقُرْنِ الْأَوَّلِ وَالصَّحِيحِ أَنَّهُمْ مَعْدُودُونَ فِي كِبَارِ التَّابِعِينَ سِوَاءَ عَرَفَ أَنَّ الْوَاحِدَ مِنْهُمْ كَانَ مُسْلِمًا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ كَالنَّجَاشِيِّ أَوْ لَا لَكِنْ إِنْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ كُشِفَ لَهُ عَنْ جَمِيعِ مَنْ فِي الْأَرْضِ فَرَأَاهُمْ فَيَنْبَغِي أَنْ يُعَدَّ مَنْ كَانَ مُؤْمِنًا بِهِ فِي حَيَاتِهِ إِذْ ذَاكَ وَإِنْ لَمْ يُلَاقِهِ فِي الصَّحَابَةِ لِحُصُولِ الرُّوْيَةِ مِنْ جَانِبِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ سَلَّمَ.

ترجمہ :- اور محل نظر ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے (مخضر میں کو) ذکر کیا ہے کہ تاکہ ان کی کتاب قرن اول کے تمام لوگوں کو شامل ہو جائے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کبار تابعین میں شامل ہیں برابر ہے کہ ان میں سے کوئی عہد نبوت میں اسلام قبول کیا ہو جیسے نجاشی یا نہیں۔ لیکن اگر ثابت ہو جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں تمام ان لوگوں کا جوزمین پر ہیں انکشاف کر دیا گیا تھا پس آپ نے ان کو دیکھ لیا ہوگا۔ پس مناسب ہے کہ ان کو بھی صحابہ میں شمار کر لیا جائے جو آپ کے عہد میں مومن تھے۔ اس وقت یعنی اسرا کے وقت۔ اگرچہ انھوں نے ملاقات نہیں کی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے روایت کے پانے کی وجہ سے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف محضر میں کے متعلق تحقیق و تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ مزید لیلۃ اسرا میں ایک روایت کے متعلق جن کو آپ نے دیکھا اور وہ آپ کے عہد میں مومن تھے ان کو بھی احتمالاً صحابہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

حل: افصح۔ مطلب یہ ہے کہ ابن عبدالبر نے استیعاباً ایسا کیا ہے تاکہ سب آجائیں اس سے صحابہ ہونا ثابت نہ ہوگا۔

والصحيح۔ مولف اور بیشتر علماء کے نزدیک۔ منہم۔ یعنی مسلمان میں سے جیسے نجاشی اور حضرت اویس۔

اولاً یا معلوم نہ ہو کہ اس عہد میں مسلمان تھے۔ یعنی شہرت نہیں ہوئی گو وہ نفس الامر میں ہو فراہم۔ یعنی شب معراج میں دیکھا۔ اذ ذاك۔ یعنی لیلۃ الاسرا میں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے کہ آپ نے شب معراج میں روئے زمین کے تمام انسانوں کو دیکھا تو ہر وہ شخص جو اس وقت یعنی رات میں مومن تھا۔ صحابہ میں داخل ہو جائے گا۔ اگر اس دنیا میں اس نے آپ سے ملاقات نہیں کی چونکہ آپ کا یہ معراج جسمانی تھا اور روایت عام ہے خواہ دونوں جانب سے یا ایک جانب سے۔ ارباب تحقیق کے رائے ہے کہ روایت ثابت بھی ہوگی تو عالم الغیب میں اس سے دنیاوی حکم نافذ نہ ہوگا۔

فَالْقِسْمُ الْأَوَّلُ مِمَّا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْأَقْسَامِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ مَا يَنْتَهِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ غَايَةُ الْإِسْنَادِ وَهُوَ الْمَرْفُوعُ سِوَاءَ كَوَانِ ذَلِكَ الْإِنْتِهَاءِ بِإِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ أَمْ لَا وَالثَّانِي الْمَوْقُوفُ وَهُوَ مَا يَنْتَهِي إِلَى الصَّحَابِيِّ، وَالثَّالِثُ الْمَقْطُوعُ وَهُوَ مَا يَنْتَهِي إِلَى التَّابِعِيِّ وَمَنْ دُونَ التَّابِعِيِّ مِنْ أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ فِيهِ أَيْ فِي التَّسْمِيَةِ مِثْلُهُ أَيْ مِثْلُ مَا يَنْتَهِي إِلَى التَّابِعِيِّ فِي تَسْمِيَّتِهِ جَمِيعَ ذَلِكَ مَقْطُوعاً وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ مَوْقُوفٌ عَلَى فُلَانٍ.

ترجمہ:- اور اقسام ثلاثہ میں سے قسم اول جس کا بیان ماقبل میں گذر چکا وہ ہے جس کی سند نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم تک پہنچے وہ مرفوع ہے۔ برابر ہے خواہ اس کا پہونچا سند متصل سے ہو یا نہ ہو دوسرا موقوف ہے جس کی سند صحابی تک پہنچے۔ اور تیسرا مقطوع ہے جس کی سند تابعی تک پہنچے یا تابعی سے نیچے جو اتباع تابعین میں ہوں یا اس کے نیچے

نام رکھنے میں اسی کے مثل ہے۔ یعنی تابعی کے پہونچنے تک کی طرح مقطوع ہی ہوگا۔ اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ فلاں پر موقوف ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف حدیث پاک کی مشہور قسمیں مرفوع، موقوف اور مقطوع کو بیان کر رہے ہیں اور مقطوع کے اطلاق کی وسعت کو بیان کر رہے ہیں کہ جو تابعی پر ختم ہو جائے یا اس کے کسی بھی راوی پر اس کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ سب پر مقطوع ہی کا اطلاق ہوگا۔ اور اسکی دوسری تعبیر موقوف علی فلاں بھی ہے۔

حل: القسم الاول۔ یہ اقسام ثلاثہ من حیث الاسناد ہیں۔ غایۃ۔ یہ لفظ عبارت میں زاید ہے۔

متصل۔ بیچ سند میں کہیں حذف نہ ہو۔ اولاً۔ سند منقطع ہو جائے۔ فی التسمیۃ۔ یعنی اشتراک تسمیہ۔

فی تسمیۃ ذلک۔ یہ جملہ وضاحتی ہے ورنہ تو مقصود مسئلہ میں ظاہر ہو گیا۔ ان شئت۔ یہ دوسری تعبیر ہے۔ موقوف علی فلاں

فَحَصَلَتِ التَّفَرُّقَةُ فِي الْأَصْطِلَاحِ بَيْنَ الْمَقْطُوعِ وَالْمُنْقَطِعِ فَالْمُنْقَطِعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْإِسْنَادِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالْمَقْطُوعُ مِنْ مَبَاحِثِ الْمَتْنِ كَمَا تَرَى وَقَدْ أَطْلَقَ بَعْضُهُمْ هَذَا فِي مَوْضِعٍ هَذَا وَبِالْعَكْسِ تَجَوُّزًا عَنِ الْأَصْطِلَاحِ وَيُقَالُ لِلْآخِرِينَ أَيْ الْمَوْقُوفِ وَالْمَقْطُوعِ الْأَثَرُ وَالْمُسْنَدُ فِي قَوْلِ أَهْلِ الْحَدِيثِ هَذَا حَدِيثٌ مُسْنَدٌ هُوَ مَرْفُوعٌ صَحَابِيٌّ بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْإِتِّصَالُ .

ترجمہ:۔ پس اصطلاحی فرق معلوم ہو جائے گا مقطوع اور منقطع کے درمیان پس منقطع اسناد کے مباحث میں ہے جیسا کہ گذرا اور مقطوع متن کے مباحث میں ہے۔ جیسا کہ دیکھ چکے اور بعضوں نے اس کے بجائے (مقطوع) اس کا (منقطع) بھی اطلاق کیا اور اسکے عکس کے ساتھ (منقطع کی جگہ مقطوع) اصطلاح میں مجاز اختیار کرتے ہوئے۔ اور آخر کی ان دونوں کو یعنی موقوف اور مقطوع کو اثر کہا جاتا ہے۔ اور اہل حدیث کی اصطلاح میں ہذا حدیث مسند کہا جاتا ہے وہ صحابی کا مرفوع ہے جس کی سند ظاہر متصل ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف اولاً منقطع اور مقطوع کے اصطلاحی فرق کو بیان کر رہے ہیں۔

مقطوع۔ وہ قول و فعل جو کسی تابعی کی طرف منسوب ہو۔ منقطع۔ وہ حدیث جس میں تابعی یا اس کے نیچے کا ایک راوی یا دور راوی ساقط ہو، منقطع کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جسے صحابی سے تابعی کے نیچے لوگ روایت کریں۔

بعضوں نے مقطوع اور منقطع کے درمیان تباہی کی نسبت مانی ہے اور بعضوں نے عموم خصوص من وجہ کی مانی ہے۔ کہ مقطوع وہ ہے جو تابعی تک منتهی ہو خواہ تابعی سے پہلے کوئی ساقط ہو یا نہ ہو۔ اور منقطع وہ ہے جو تابعی تک منتهی ہو یا نہ ہو مگر بیچ سے راوی ساقط ہو جائے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ایک متن سے متعلق ہے ایک سند سے۔

دوسری بات مسند کی تعریف ہے۔ وہ حدیث جو مرفوع متصل ہو۔
حل: من مباحث الاسناد۔ یہ قول محل نظر ہے کہ ماقبل میں تو مباحث متن سے ہونا معلوم ہوتا ہے۔

من مباحث المتن۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے سند منقطع حدیث مقطوع۔
فی موضع هذا۔ منقطع کی جگہ مقطوع۔

یقال۔ قليلاً یعنی یہ اطلاق کم ہے۔ چونکہ اکثر متقدمین کے کلام میں اثر کا استعمال کلام سلف اور کلام رسول میں ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا اثر عام ہے یہی زیادہ ظاہر ہے۔
والمسند لغت میں جس پر اعتماد اور ٹیک ہو۔ اصطلاح میں حدیث مرفوع۔

فَقَوْلِي مَرْفُوعٌ كَالْجَنَسِ وَقَوْلِي صَحَابِي كَالْفَضْلِ يُخْرِجُ مَا رَفَعَهُ التَّابِعِيُّ فَإِنَّهُ مُرْسَلٌ أَوْ مِنْ دُونِهِ فَإِنَّهُ مُعْضَلٌ أَوْ مُعَلَّقٌ وَقَوْلِي ظَاهِرُهُ الْإِتِّصَالُ يُخْرِجُ مَا ظَاهِرُهُ الْإِنْقِطَاعُ وَيَدْخُلُ مَا فِيهِ الْإِحْتِمَالُ وَ مَا يُوجَدُ فِيهِ حَقِيقَةُ الْإِتِّصَالِ مِنْ بَابِ الْوَلَى وَ يُفْهَمُ مِنَ التَّقْيِيدِ بِالظُّهُورِ أَنَّ الْإِنْقِطَاعَ الْخَفِيَّ كَغَنَعَةِ الْمُدْلَسِ وَالْمُعَاصِرِ الَّذِي لَمْ يَثْبُتْ لَقِيَهُ لَا يُخْرِجُ الْحَدِيثَ عَنْ كَوْنِهِ مُسْنَدًا لِإِطْبَاقِ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ خَرَجُوا الْمُتَسَانِدَ عَلَى ذَلِكَ وَ هَذَا التَّعْرِيفُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِ الْحَاكِمِ أَلَسْبَدُ مَا رَوَاهُ الْمُحَدِّثُ عَنْ شَيْخٍ يَظْهَرُ سَمَاعُهُ مِنْهُ وَ كَذَا شَيْخُهُ عَنْ شَيْخِهِ مُصِلاً إِلَى صَحَابِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ.
ترجمہ:- اور میرا قول مرفوع مانند جنس کے ہے۔ اور میرا قول صحابی فصل کے مانند ہے۔

اس سے تابعی کا مرفوع نکل جائے گا کہ وہ مرسل ہے۔ یا جو اس سے نیچے کا ہے۔ کہ وہ مفصل ہے۔ یا معلق ہے اور میرے قول ظاہرہ الاتصال سے جو ظاہر انقطاع ہو نکل جائے گا۔ اور داخل ہو جائے گا وہ جس میں احتمال ہو۔ اور جس میں حقیقتاً اتصال ہو بدرجہ اولیٰ اور ظہور کی تقید سے سمجھ لیا جائے گا انقطاع خفی کو جیسے مدلس کا عنعنہ یا معاصر کا جس کی ملاقات ثابت نہ ہو حدیث کو مسند ہونے سے نہیں نکالے گا ان ائمہ کے اتفاق کی وجہ سے جنہوں نے مسانید کی تخریج کی ہے۔ اور یہ تعریف حاکم کی تعریف کے موافق ہے کہ مسند وہ ہے جس کو محدث روایت کرے شیخ سے جس کا سماع ظاہر ہو اس سے۔ اس طرح وہ شیخ شیخ سے متصل کرے صحابی تک جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اولاً مسند کی تعریف کی جنس اور فصل کو بیان کر رہے ہیں۔ پھر مسند کے سلسلہ میں جو تفصیل ہے اسے ذکر کر رہے ہیں۔

حل: کالجنس۔ عام ہونے کی وجہ سے محدود غیر محدود ہر ایک کو شامل ہے۔ کالصحابی۔ یہ فصل ہے اس سے تابعی کا مرفوع نکل گیا۔

مفصل یا معلق۔ علی سبیل مانعة الخلو ہے کہ دونوں کا جمع ہونا تو ممکن ہے۔ اگر سند سے دو یا دو سے زائد مسلسل ساقط ہوں تو مفصل اور مبادی سند سے ہو تو معلق۔ یخرج ما ظاہرہ الانقطاع۔ جیسے مرسل جلی۔ اسی طرح اس کو بھی خارج کر دے گا جو احتمال اتصال وانقطاع میں برابر ہو۔

لا یخرج۔ یعنی مرسل خفی مسند رہے گا۔

لم یثبت لقیہ۔ وہ مرسل خفی۔ خرجوا۔ بمعنی اخرجوا۔ ای المسانید۔

علی ذلک۔ یعنی جو میں نے ذکر کیا۔

وَأَمَّا الْخَطِيبُ فَقَالَ الْمُسْنَدُ الْمُتَّصِلُ فَعَلَى هَذَا الْمَوْقُوفِ إِذَا جَاءَ بِسَنَدٍ مُتَّصِلٍ يُسَمَّى عِنْدَهُ مُسْنَدًا لَكِنْ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ قَدْ يَأْتِي بِقِلَّةٍ وَابْعَدَ ابْنُ عِبْدِ الْبَرِّ حَيْثُ قَالَ الْمُسْنَدُ الْمَرْفُوعُ وَ لَمْ يَتَعَرَّضْ لِلِاسْنَادِ فَإِنَّهُ يَصْدُقُ عَلَى الْمُرْسَلِ وَالْمُعْضَلِ وَالْمُنْقَطِعِ إِذَا كَانَ الْمَتْنُ مَرْفُوعًا وَلَا قَائِلَ بِهِ .

ترجمہ:- بہر حال خطیب نے تو یہ تعریف کی ہے۔ مسند وہ ہے جو متصل ہو۔ اس بنیاد پر

جب موقوف بھی سند متصل سے آئے گا تو ان کے نزدیک مسند کہا جائے گا۔ لیکن کہا ہے کہ یہ کم آتا ہے۔ اور ابن عبد البر نے عجیب تعریف کی ہے۔ کہ کہا مسند وہ ہے جو مرفوع ہو۔ اور اسناد سے کوئی تعرض نہیں کیا پس یہ تعریف مرسل معطل منقطع پر بھی صادق آئے گی جب کہ متن مرفوع ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

تشریح۔ مولف نے مسند کی تعریف کے متعلق اولاً یہ کہا تھا کہ میری تعریف امام حاکم کی تعریف کے موافق ہے۔ اب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خطیب نے جو تعریف کی ہے۔ اس میں وہ جامعیت نہیں ہے اور ابن عبد البر نے تو اس سے بھی بعید تعریف کی ہے کہ مرفوع تو کیا موقوف مقطوع، مفصل، منقطع، مرسل سب کو شامل ہو جاتی ہے۔

حل لغات: خطیب۔ مراد ابو بکر صاحب تاریخ بغداد۔ ان کی ذکر کردہ تعریف موقوف مقطوع کو بھی شامل ہے۔

یاتی بقلۃ۔ اس معنی مذکور میں یہ کم آتا ہے۔ یعنی موقوف پر مسند کا اطلاق کم ہوتا ہے۔ ولم یعرض۔ یعنی سند کے متصل اور منقطع ہونے کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ ولا قائل۔ یہ تعریف مفصل، معلق، مرسل کو بھی مسند بنا رہی ہے اس کا کوئی قائل نہیں۔ خطیب سے بھی اس کی تعریف جامع نہیں ہے۔ خطیب کی تو موقوف کو شامل تھی اور اس کی منقطع وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

فَإِنْ قُلْ عَدَدُهُ أَيْ عَدَدُ رِجَالِ السَّنَدِ فَأَمَّا أَنْ يَنْتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ الْعَدَدِ الْقَلِيلِ بِالنَّسْبَةِ إِلَى سَنَدٍ آخِرٍ يَرُدُّ بِهِ ذَلِكَ الْحَدِيثُ بَعِيْنَهُ بِعَدَدٍ كَثِيرٍ أَوْ يَنْتَهِيَ إِلَى إِمَامٍ مِنْ أَيْمَةِ الْحَدِيثِ ذِي صِفَةٍ عَلَيْهِ كَالْحِفْظِ وَالْفِقْهِ وَالضَّبْطِ وَالتَّصْنِيفِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الصِّفَاتِ الْمُقْتَضِيَةِ لِلتَّرْجِيحِ كَشُعْبَةِ وَ مَالِكٍ وَ الثَّوْرِيِّ وَ الشَّافِعِيِّ وَ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ وَ نَحْوِهِمْ فَالْأَوَّلُ وَ هُوَ مَا يَنْتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ الْعُلُوُّ الْمَطْلُوقُ فَإِنْ اتَّفَقَ أَنْ يَكُونَ سَنَدُهُ صَحِيحاً كَانَ الْغَايَةُ الْقُضُوءُ وَالْأُفُورَةُ الْعُلُوُّ فِيهِ مَوْجُودَةٌ مَا لَمْ يَكُنْ مَوْضُوعاً فَهُوَ كَالْعَدَمِ.

ترجمہ:- پس اگر اس کی تعداد کم ہو یعنی سند کے رجال کی تعداد پس یا تو نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم تک اس عدد قلیل سے ساتھ منتہی ہوگا نسبت دوسری سند کے کہ بعینہ یہی حدیث عدد لیس کے ساتھ آرہی ہو۔ یا یہ کہ وہ سند منتہی ہوئی ہوائمہ حدیث کے کسی ایک امام تک جو بلند صفات کے حامل ہوں۔ مثلاً حفظ، تفقہ، ضبط، تصنیف وغیرہ ایسے اوصاف پر جو ترجیح کا تقاضہ کرتے ہوں جیسے شعبہ، مالک، ثوری، شافعی، بخاری، مسلم اور ان کے مثل پس اول جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہو وہ علو مطلق ہے۔ پھر سند صحیح کے ہونے میں یہ حدیث متفق ہو جائے تو یہ انتہا درجہ کی بلند ہوگی ورنہ تو علو کی صورت اس میں موجود ہی ہے جب تک کہ وہ موضوع نہ ہو کہ وہ تو مانند عدم کے ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف سند کی قلت و کثرت کے اعتبار سے یا سند کے عالی اور نازل ہونے کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم کر رہے ہیں۔ اگر دو سندوں کے مقابلے ایک سند کے راوی کم ہوں تو کم سند والی کو علو مطلق کہتے ہیں۔ اس کا مقابل نازل ہے جس میں دوسرے کے مقابلہ راوی زائد ہو۔

قل عددہ۔ یعنی سند کے رجال۔ یتیمی۔ یعنی سند قلیل۔
یرویہ۔ یہ صفت ہے سند کی بمعنی یتیمی بسند آخر۔
ینتہی۔ فاعل ذلک السند ہے۔

نحوہم۔ مثالیث ابن عیینہ وغیرہ۔

انفق۔ ای الحدیث المذكور۔ الغایۃ القصوی۔ انتہائی بلند مرتبہ۔

چونکہ صحبت اور مرتبہ علیا کا جامع ہوتا ہے۔ کالعدم۔ موضوع بالکل معدوم کے حکم میں ہے۔ یعنی قلت عدد اگر موضوع میں آئے تو کیا اسے بھی علو کہا جائے گا ہرگز نہیں موضوع حدیث کہاں ہے کہ اس کا اعتبار ہو۔ خیال رہے کہ اسناد حدیث اس امت کے خصائص میں سے ہے۔ اس امت کو خدائے پاک احادیث مرویہ میں سند اور اس کے متعلقات علوم کا الہام کیا۔ اور اس میں علو سند مطلوب و محمود ہے۔ چونکہ اس سے شہادت احتمال کم از کم اور صدق و یقین کا رخ غالب ہوتا ہے۔

امام احمد کا قول ہے طلب الاسناد العالی سنتہ عن سلف۔ علو اسناد کا حصول اسلاف کی سنت ہے۔ حاکم نیشاپوری نے کہا۔ طلب الاسناد العالی صحیحہ۔

بلند پایہ محدثین نے اسناد عالی کے حصول میں محنت شاقہ برداشت کی ہے۔ اور اس کا شدید اہتمام کیا ہے۔

وَالثَّانِي الْعِلْمُ النَّسَبِي وَهُوَ مَا يَقُلُّ الْعَدَدُ فِيهِ إِلَى ذَلِكَ الْإِمَامِ وَلَوْ كَانَ الْعَدَدُ مِنْ ذَلِكَ الْإِمَامِ إِلَى مُنْتَهَاهُ كَثِيرًا وَقَدْ عَظُمَتْ رَغْبَةُ الْمُتَأَخِّرِينَ فِيهِ حَتَّى غَلَبَ ذَلِكَ عَلَى كَثِيرٍ مِنْهُمْ بِحَيْثُ أَهْمَلُوا الْإِشْتِغَالَ بِمَا هُوَ أَهَمُّ مِنْهُ وَإِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ الْعِلْمُ مَرْغُوبًا فِيهِ لِكُونِهِ أَقْرَبَ إِلَى الصَّحَّةِ وَقِلَّةِ الْخَطَاءِ لِأَنَّهُ مِمَّا مِنْ رَأْيِ مَنْ رَجَالَ الْإِسْنَادِ إِلَّا وَالْخَطَأُ جَائِزٌ عَلَيْهِ فَكُلَّمَا كَثُرَتِ الْوَسَائِطُ وَطَالَ السَّنَدُ كَثُرَتْ مَظَانُّ التَّجْوِيزِ وَكُلَّمَا قَلَّتْ قَلَّتْ .

ترجمہ:- اور دوسرا علو نسبی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں تعداد کم ہو کسی امام فن حدیث تک اگرچہ اس امام فن سے اس کی تعداد (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم) تک زائد ہی کیوں نہ ہو۔ اور متاخرین کی رغبت اس میں (علو اسناد کے حصول میں) بہت زائد ہو گئی یہاں تک کہ بہت سے تو دوسری اہم مشغولیتوں کو چھوڑ کر اس میں لگ گئے۔ اس وجہ سے کہ اسناد علو مرغوب ہے۔ چونکہ یہ اقرب الی الصحۃ ہے۔ اور خطاء قلیل (کا احتمال ہے) اس لئے کہ اسناد کے رجال میں سے کوئی ایسا راوی نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں غلطی کا احتمال ہے۔ پس جس قدر وسائط کم ہونگے اور سند میں طول ہوگا تو احتمال خطا کا غالب ہوگا اور جتنے وسائط کم ہونگے اسی قدر احتمال کم ہوگا۔

تشریح:- اس مقام سے مولف علو نسبی کی تعریف کر رہے ہیں۔ ا کے بعد علو اسناد کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں۔

قولہ۔ نسبی۔ چونکہ یہ علو یعنی نسبت کے اعتبار سے ہے اس لئے اسے نسبی کہا جاتا ہے۔ الامام۔ مراد اس سے ائمہ فن حدیث محدث وقت ہے۔ مستہاہ۔ جہاں سند جا کر ختم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مرغوباً۔ خواہ مطلق علو ہو یا علو نسبی۔ فظان التجویز۔ یعنی تجویز خطا کا گمان ظاہر ہے کہ جب افراد زائد ہوں گے تو احتمال خطاء بھی اسی قدر زائد ہوگا۔

وَكُلَّمَا قَلَّتْ. اِی الْوَسَائِطُ. وسائط کی کمی سے احتمال کم ہوگا۔ جیسے بخاری کی ثلاثیات

موطا کی ثانیات۔

فَإِنْ كَانَ فِي النُّزُولِ مَزِيَّةٌ لَيْسَتْ فِي الْعُلُوِّ كَانَ يَكُونُ رَجَالُهُ أَوْثَقَ مِنْهُ أَوْ أَحْفَظَ أَوْ أَفْقَهُ أَوْ الْإِتِّصَالُ فِيهِ أَظْهَرُ فَلَا تَرَدُّدٌ فِي أَنَّ النُّزُولَ أَوْلَى وَ أَمَّا مَنْ رَجَعَ النُّزُولَ مُطْلَقًا وَاحْتِجَّ بِأَنَّ كَثْرَةَ الْبَحْثِ يَقْتَضِي الْمَشَقَّةَ فَيَعْظُمُ الْأَجْرُ فَذَلِكَ تَرْجِيحٌ بِأَمْرِ اجْتِنَابِيٍّ عَمَّا يَتَعَلَّقُ بِالتَّصْحِيحِ وَالتَّضْعِيفِ.

ترجمہ:- اگر نزول میں کوئی خوبی ایسی ہو جو علو میں نہ ہو کہ کبھی اس کے رجال اوثق، احفظ یا افقہ یا اکمل اتصال نمایاں ہوتا ہے۔ تو بلا شک نزول اولی ہوگا اور بہر حال جسے نزول کو مطلقاً ترجیح دی ہے اور استدلال پیش کیا کہ کثرت بحث تقاضہ کرے گی شغف کا تو اس سے ثواب زیادہ ہوگا تو یہ ایک ایسے امر اجنبی کو ترجیح دینا ہے جو تصحیح و تضعیف سے متعلق ہے۔
تشریح:- اس مقام سے بیان کر رہے ہیں کہ کبھی عالی پر نازل فائق ہو جاتا ہے اس کی سند میں راوی کی بعض امتیازی خوبیوں کی وجہ سے۔ پھر ان حضرات پر تردید ہے جو مطلقاً نازل کو مشقت کی وجہ سے فائق مانتے ہیں۔

حل: مزیة۔ کوئی وصف زائد۔ خصوصیت یا باعث ترجیح امور۔

فلا تردد۔ رجال کے اوثق وغیرہ ہونے کی وجہ سے بلاشبہ نازل عالی پر فائق ہو جائیگا۔
مطلقاً۔ یعنی رجال اوثق وغیرہ ہو یا نہ ہو۔ زیادتی مشقت کی وجہ سے فوقیت حاصل ہوگی۔
چنانچہ ابن خلاد نے بعض اہل نظر سے نزول کی یہ ترجیح نقل کی ہے کہ اس میں چھان بین تفتیش زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ ابن صلاح نے اس تاویل پر رد کیا ہے۔

فذلک۔ مطلقاً نازل کے فائق ہونے کی تردید ہے کہ کثرت مشقت مطلوب تھوڑے ہی ہے۔ رجال زائد ہوں گے خطا کا احتمال زائد ہوگا۔ قلت احتمال خطا مفید صحت ہے۔ اس لئے مشقت کی وجہ سے ”ترجیح دینا درست نہیں“

وَ فِيهِ أَيْ فِي الْعُلُوِّ النَّسَبِي الْمُوَافَقَةُ وَ هِيَ الْوُصُولُ إِلَى شَيْخٍ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ مِنْ غَيْرِ طَرِيقِهِ أَيْ الطَّرِيقَةِ الَّتِي تَصِلُ إِلَى ذَلِكَ الْمُصَنِّفِ الْمُعَيَّنِ مِثَالُهُ رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْ قُتَيْبَةَ عَنْ مَالِكٍ حَدِيثًا فَلَوْ رَوَيْنَاهُ مِنْ طَرِيقِهِ كَانَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قُتَيْبَةَ ثَمَانِيَّةٌ وَ لَوْ رَوَيْنَا ذَلِكَ الْحَدِيثَ بِعَيْنِهِ مِنْ طَرِيقِ أَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ عَنْ قُتَيْبَةَ

مَثَلًا لِّكَانَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قُتَيْبَةَ فِيهِ سَبْعَةٌ فَقَدْ حَصَلَتْ الْمُوَافَقَةُ مَعَ الْبُخَارِيِّ فِي شَيْخِهِ بِعَيْنِهِ مَعَ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ عَلَى الْإِسْنَادِ إِلَيْهِ.

ترجمہ:- اس میں یعنی علونسی میں موافقت ہے۔ وہ مولفین میں سے کسی شیخ کی طرف اس طریق کے علاوہ سے پہونچنا ہے جس سے وہ مولف معین تک پہونچا ہے اس کی مثال وہ ہے جس کو بخاری نے قتیہ عن مالک ایک حدیث نقل کی ہے۔ پس ہم اس روایت کو اس طریق سے نقل کریں تو ہمارے اور قتیہ کے درمیان آٹھ واسطے ہونگے پس ہم اس حدیث کو بعینہ ابوالعباس سراج کے طریق سے قتیہ تک نقل کریں تو ہمارا اور قتیہ کے درمیان سات واسطے ہو جائیں گے۔ پس ہمیں بخاری کے ساتھ موافقت حاصل ہو گئی۔ بعینہ اسی شیخ کے ساتھ علوانسناد کے طور پر۔

تشریح:- اس مقام سے علونسی کے اقسام۔ اسکی تعریف اور تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ اسکی چار قسمیں ہیں: موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ۔ مولف نے اولاً موافقت کو بیان کیا ہے۔ مذکورہ عبارت اسی کے متعلق ہے۔ موافقت کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ مولفین حدیث میں سے کسی شیخ کی طرف اس کی سند کے علاوہ کسی دوسری سند سے کم واسطے میں پہونچ جانا کہ مصنف درمیان میں نہ آئے۔

احد المصنفین۔ یعنی مولفین کتب حدیث میں سے۔

من غیر طریقہ۔ مولف کے سلسلہ سند کے علاوہ دوسرے طریق سے۔

من طریق ابن ابی عباس۔ یعنی اس سند سے جس میں ابوالعباس ہو۔

مطلب۔ بخاری نے اپنے استاذ قتیہ کے واسطے سے ایک حدیث نقل کی ہے اس میں آٹھ واسطے ہیں۔ اگر بخاری کے دوسرے استاذ ابوالعباس کے واسطے سے قتیہ سے نقل کیا جائے تو سات واسطے ہونگے اور بخاری کا واسطہ نہ ہوگا۔ یہ موافقت کی مثال ہے۔

وَفِيهِ أَيْ الْعُلُوُّ النَّسَبِيُّ الْبَدَلُ وَ هُوَ الْوُصُولُ إِلَى شَيْخِ شَيْخِهِ كَذَلِكَ كَانَ يَقَعُ لَنَا ذَلِكَ الْإِسْنَادُ بِعَيْنِهِ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى إِلَى الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ فَيَكُونُ الْقَعْنَبِيُّ بَدَلًا فِيهِ مِنْ قُتَيْبَةَ وَ أَكْثَرُ مَا يَعْتَبَرُونَ الْمُوَافَقَةَ وَالْبَدَلَ إِذَا قَارَنَا الْعُلُوَّ وَالْإِسْنَادَ الْمُوَافَقَةَ وَالْبَدَلَ وَاقِعٌ بِدُونِهِ.

ترجمہ :- اور اسی علو نسبی میں بدل ہے وہ شیخ کے شیخ کی طرف اس طرح پہنچا ہے کہ بعینہ و اسناد دوسرے طریق سے تعنبی عن مالک روایت ہو جائے۔ پس تعنبی اس میں قتیہ کا بدل ہو جائے۔ اور بسا اوقات موافقت اور بدل میں اعتبار کرتے ہیں جب کہ دونوں علو میں شریک ہوں۔ ورنہ تو موافقت اور بدل اس کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مؤلف بدل کی تعریف مع مثال بیان کر رہے ہیں۔ مؤلف نے تعریف اور مثال دونوں کو ایک میں ضم کر دیا ہے۔ بدل کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی مصنف کتاب یا اس کے شیخ کے سلسلہ کی سند کے علاوہ دوسری سند سے اس مؤلف کے شیخ الشیخ تک پہنچ جائے۔ اور اس سند کی تعداد بھی کم ہو۔

مثلاً امام بخاری اپنے شیخ قتیہ عن مالک ایک روایت درج کرتے ہیں۔ ادھر ہم کسی ایسی سند سے بلا توسط بخاری کے اور قتیہ کے جو امام بخاری کے شیخ ہیں امام مالک تک پہنچ جائیں۔ مثلاً تعنبی کے واسطے امام مالک تک جو بخاری کے شیخ الشیخ ہیں تو اسی کا نام اصطلاح اصول میں بدل ہے۔

الوصول الی شیخ شیخہ۔ یعنی مؤلف کتاب کے شیخ الشیخ کی طرف پہنچ جانا۔
کذلک۔ علو اسناد کے ساتھ۔

القعنبنی : قاف اور نون کے فتح کے ساتھ تو امام بخاری کے استاذ نہیں ہیں اور امام مالک کے شاگرد ہیں۔ بدلافیہ۔ مثلاً قتیہ کے بدلے۔

واکثر ما یعتبرون۔ اکثر تو موافقت یا بدل علو کے ساتھ ہوتا ہے۔ کبھی بغیر علو کے بھی ہو جاتا ہے۔ بدونہ۔ یعنی بغیر علو اسناد کے۔

وَفِيهِ أَيْ فِي الْعُلُوِّ النَّسَبِيُّ الْمُسَاوَاةُ وَهِيَ اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِي إِلَى آخِرِهِ أَيْ إِسْنَادِ الْعُلُوِّ النَّسَبِيِّ مَعَ إِسْنَادِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ كَأَن يَرَوِي النَّسَائِيُّ مَثَلًا حَدِيثًا يَقَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ فِيهِ أَحَدٌ عَشَرَ نَفْسًا فَيَقَعُ لَنَا ذَلِكَ الْحَدِيثُ بَعَيْنِهِ بِإِسْنَادٍ آخَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَقَعُ بَيْنَنَا فِيهِ وَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ عَشَرَ نَفْسًا فَنَسَاوَى النَّسَائِيُّ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدِ مَعَ قُطْعِ

النَّظَرِ عَنْ مُلَاحَظَةِ ذَلِكَ الْإِسْنَادِ الْخَاصِّ.

ترجمہ:- اور علو نسبی میں مساوات ہے۔ وہ راوی سے آخر تک سندوں کی تعداد میں برابر ہوتا ہے۔ یعنی علو نسبی کے مصنفین میں سے کسی ایک کی سند کے ساتھ جیسے نسائی روایت کرتے ہیں کسی حدیث کو کہ اس کے اور نسائی کے درمیان گیارہ واسطے ہیں پس بعینہ یہی حدیث ہمارے لئے دوسری سند سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے اور ہمارے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بھی ۱۱ واسطے ہوں۔ تو ہم مساوی ہو گئے نسائی کی عدد کے اعتبار سے قطع نظر کرتے ہوئے کسی سند خاص کے۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف علو نسبی کی قسم مساوات کی تعریف و مثال بیان کر رہے ہیں۔ مساوات: پوری سند کے رواۃ کا مصنفین میں سے کسی کے سند کے روایت کے برابر ہونا۔ جیسے کہ نسائی نے ایک حدیث گیارہ واسطوں سے نقل کی ہے۔ پھر اسی کو کوئی دوسری سند سے گیارہ واسطوں سے نقل کرے تو یہ نسائی کی مساوات ہوگی۔

الی آخرہ۔ ای آخر الاسناد۔

نفساً۔ ای راویاً۔ الخاص۔ یعنی اس مخصوص سند سے قطع نظر کرتے ہوئے۔

و فِيهِ اَيُّ الْعُلُوِّ النَّسَبِيِّ اَيْضًا الْمُصَافَحَةُ وَ هِيَ الْاِسْتِوَاءُ مَعَ تَلْمِيذِ ذَلِكَ الْمُصَنِّفِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوحِ اَوَّلًا وَ سُمِّيَتْ الْمُصَافَحَةُ لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ فِي الْغَالِبِ بِالْمُصَافَحَةِ بَيْنَ مَنْ تَلَاقَا وَ نَحْنُ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ كَأَنَّا لَقِينَا النَّسَائِيَّ فَكَأَنَّا صَافَحْنَاهُ وَ يُقَابِلُ الْعُلُوُّ بِأَقْسَامِهِ الْمَذْكُورَةِ النَّزُولَ فَيَكُونُ كُلُّ قِسْمٍ مِنْ أَقْسَامِ الْعُلُوِّ يُقَابِلُهُ قِسْمٌ مِنْ أَقْسَامِ النَّزُولِ خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْعُلُوَّ قَدْ يَقَعُ غَيْرَ تَابِعٍ لِلنَّزُولِ.

ترجمہ:- اور اسی میں یعنی علو نسبی میں نیز مصافحہ ہے اور وہ برابر ہونا ہے اس مصنف کے شاگرد کے ساتھ مشروح طور پر اولاً۔ اس کا نام مصافحہ رکھا گیا چونکہ اکثر یہ عادت جاری ہے کہ دو شخصوں کے درمیان جو ملاقات ہوتی اس میں یہ (مصافحہ) ہوتا ہے۔ اور جس صورت میں ہم ہیں تو گویا ہماری ملاقات نسائی سے ہوئی تو ایسا ہے جیسا ہم نے مصافحہ کیا۔ اور علو کا مقابل اپنے مذکورہ اقسام کے ساتھ نزول ہے۔ پس جتنے علو کے اقسام ہوں گے اس

کے مقابل نزول کے اقسام ہونگے۔ اس کے برخلاف بعضوں نے گمان کیا کہ علو کبھی نزول کے تابع نہیں ہوتا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف علو کی قسم مصافحہ کو بیان کر رہے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مصنف کا شاگرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط سند کی تعداد میں برابر ہو جائے۔ یعنی راوی کے اسناد مصنف کی شاگرد کے برابر ہو جائے۔ مختصر تعریف۔ پوری سند کے رواۃ کا مصنفین میں سے کسی کے شاگرد کی سند کے رواۃ کے برابر ہونا۔ چونکہ عموماً ملاقات میں مصافحہ کی عادت ہوتی ہے تو گویا کہ اس نے ملاقات کی اور مصافحہ کیا۔

علامہ سخاوی نے کہا کہ اس زمانہ میں ”مصافحہ“ کی قسم مفقود ہے۔ بعضوں کی رائے ہے کہ مصافحہ کی مذکورہ تعریف جو ابن حجر نے کی ہے علو نسبی میں داخل نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ استاذ شاگرد کی سند برابر ہو رہی ہے تو علو میں کیسے داخل ہوگا۔ اس کے بعد مولف نے بیان کیا ہے کہ علو کے اقسام کی طرح نزول کے بھی اقسام ہیں۔

جرت العادة فی الغالب۔ یعنی لوگوں کی عادت یہ ہے کہ ملاقات میں مصافحہ کرتے ہیں۔ کانا لقینا۔ سند کے برابر ہونے سے گویا کہ ملاقات کی۔ اور ہماری ملاقات ہو گئی۔ و یقابل۔ یعنی نزول مثل علو کے ہے۔ جس طرح علو مطلق ہے اسی طرح نزول مطلق۔ اسی طرح علو کے اقسام کی طرح نزول کے باقی اقسام ہونگے۔ ابن صلاح نے کہا جو علو کے اقسام ہونگے اسی کے مقابل نزول کے بھی اقسام ہونگے۔

خلافاً۔ اس ملاقات کا گمان کرنے والے حاکم نیشاپوری ہیں۔ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد زین الدین عراقی ہیں۔ اصل میں حاکم نے گمان کیا ہے کہ جو علو کو پہچان لے گا وہ نزول کو پہچان لے گا نہیں پر لطیف رد ہے۔

علی وجہ الشرح۔ شروح بمعنی مذکور ہے۔ مصافحہ کی تعریف میں عموماً اصحاب حدیث نے اس لفظ کو ذکر نہیں کیا ہے۔

فَإِنْ تَشَارَكَ الرَّاوی وَمَنْ رَوَى عَنْهُ فِي أَمْرِ مِنَ الْأُمُورِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالرَّوَايَةِ مِثْلُ السَّنِّ وَاللَّفْظِ وَهُوَ الْأَخْذُ عَنِ الْمَشَاتِخِ فَهُوَ التَّنَوُّعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ رِوَايَةُ الْأَقْرَانِ لِأَنَّهُ يَكُونُ رَاوِيًا عَنْ قَرِينِهِ وَإِنْ رَوَى كُلُّ مَنِهْمَا أَيْ الْقَرِينَتَيْنِ عَنِ الْآخَرِ فَهُوَ الْمُدْبِجُ وَهُوَ

أَخْصُ مِنَ الْأَوَّلِ فَكُلُّ مُدَبِّجٍ أَقْرَانٌ وَ لَيْسَ كُلُّ أَقْرَانٍ مُدَبِّجًا وَ قَدْ صَنَّفَ الدَّارُ قُطْنِي فِي ذَلِكَ وَ صَنَّفَ أَبُو الشَّيْخِ الْأَصْبَهَانِيُّ فِي الَّذِي قَبْلَهُ وَ إِذَا رَوَى الشَّيْخُ عَنْ تَلْمِيزِهِ صَدَقَ أَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا يَرَوِي عَنِ الْآخَرِ فَهَلْ يُسَمَّى مُدَبِّجًا فِيهِ بَحْثٌ وَالظَّاهِرُ لَا لِأَنَّهُ مِنْ رِوَايَةِ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ وَالْمُدَبِّجُ مَاخُوذٌ مِنْ دِيبَاجَتِي الْوَجْهِ فَيَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مُسْتَوِيًّا مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَلَا يَجِي فِيهِ هَذَا.

ترجمہ:- اگر راوی اور مروی عنہ روایت کے متعلقہ امور میں سے کسی امر میں شریک ہوں جیسے عمر اور ملاقات میں وہ شیخ سے روایت کا اخذ کرتا ہے تو اس قسم کی روایت کو الاقران کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اس وقت اپنے قرین سے روایت کرنے والا ہوا۔ اگر ہر ایک قرین دوسرے سے روایت کرے تو وہ مدبج ہے۔ اور یہ اول سے خاص ہے۔ کہ ہر مدبج اقران ہے اور ہر اقران مدبج نہیں ہے اس پر دار قطنی کی تصنیف ہے۔ اور ابوالشیخ الاصفہانی کی بھی اس سے پہلے تصنیف ہے۔ اور جب شیخ اپنے شاگرد سے روایت کرے تو یہ بات صادق آئی کہ ہر ایک نے دوسرے سے روایت کی تو کیا اس کا نام بھی مدبج رکھا جائے گا؟ اس میں بحث ہے، ظاہر تو یہی ہے کہ نہیں۔ بلکہ روایۃ الاکابر عن الاصاغر ہے۔ اور تدبج ماخوذ ہے دیباجتی الوجہ سے پس یہ تقاضہ کرتا ہے کہ ہر ایک دونوں جانب سے برابر ہو۔ تو یہ اس میں (الاقران میں) نہیں آئے گا۔

تشریح:- اس مقام سے مؤلف راوی۔ مروی اور روایت کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں بیان کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے اسکی چھ قسمیں ہیں۔ رولۃ الاقران، مدبج، رولۃ الاکابر عن الاصاغر، رولۃ الاصاغر عن الاکابر، سابق لاحق، مسلسلات۔ عبارت مذکورہ سے مولف رولۃ الاقران اور مدبج کو بیان کر رہے ہیں۔

روایۃ الاقران۔ شاگرد استاد کے ساتھ روایت کے متعلقہ امور سن عمر۔ اور ملاقات میں شریک ہو جائے۔

مدبج۔ ہر ایک قرین دوسرے سے روایت کرے۔ خیال رہے کہ اقران میں ایک جانب سے روایت کافی ہے اور مدبج میں دونوں جانب سے۔

تشارك۔ اقران کی تعریف ہے۔ راوی شیخ کے ساتھ شریک ہو جائے۔

فہو۔ یعنی تشارک مذکور کو۔ فی ذلک۔ یعنی مدح پر دار قطنی کی کتاب ہے۔

دیبا جتی الوجہ۔ چہرے کے دونوں رخسار۔ چونکہ دونوں آمنے سامنے ہو جاتے ہیں اسلئے مدح کہا جاتا ہے۔ اذاری۔ ایک اعتراض کا دفعیہ ہے کہ استاذ شاگرد سے روایت کرے تو مدح ہوگا کہ نہیں جواب دیا کہ نہیں چونکہ دونوں قرین و ہمسر نہیں بلکہ آگے پیچھے ہیں۔ ہذا۔ یعنی استاذ کی شاگرد سے۔ یہ روایۃ الاکابر عن الاصاغر میں ہے۔

وَ اِنْ رَوَى الرَّاَوِیْ عَنْ مَنْ هُوَ دُوْنَهُ فِی السَّنِّ اَوْ فِی اللَّقَیْ اَوْ فِی الْمِقْدَارِ فَهَذَا النَّوْعُ وَ هُوَ رِوَايَةُ الْاَكْبَرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ وَ مِنْهُ اَمَّا مِنْ جُمْلَةِ هَذَا النَّوْعِ وَ هُوَ اَخْصُ مِنْ مُطْلَقِهِ رِوَايَةُ الْاَبَاءِ عَنِ الْاَبْنَاءِ وَ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ وَ الشَّيْخِ عَنِ تَلْمِیْذِهِ وَ نَحْوُ ذَلِكَ وَ فِی عَكْسِهِ كَثْرَةٌ لِاَنَّهُ هُوَ الْجَادَةُ الْمَسْلُوْكَةُ الْعَالِيَةُ وَ فَاِذْنَتْهُ مَعْرِفَةُ ذَلِكَ التَّمْيِيزِ بَيْنَ مَرَاتِبِهِمْ وَ تَنْزِیْلِ النَّاسِ مَنَازِلَهُمْ وَ قَدْ صَنَّفَ الْخَطِیْبُ فِی رِوَايَةِ الْاَبَاءِ عَنِ الْاَبْنَاءِ تَصْنِیْفًا وَ اَفْرَدَ جُزْءًا لَطِیْفًا فِی رِوَايَةِ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ.

ترجمہ :- اگر راوی اپنے سے کم عمر۔ کم ملاقات و مرتبہ والے سے روایت کرے تو وہ روایت اکابر عن الاصاغر ہے۔ اور اسی سے یعنی فی الجملہ اسی نوع سے کہ اس سے اخص مطلق ہے روایۃ الآباء عن الابناء ہے۔ اور صحابہ کا تابعین سے ہے اور استاذ کا شاگرد سے ہے۔ اور اس کا عکس بکثرت رائج ہے۔ چونکہ یہی بہترین رائج طریقہ ہے۔ اور اس کا فائدہ مراتب کے درمیان تمیز کرنا ہے۔ اور لوگوں کو اس کے مرتبہ پر اتارنا ہے۔ اور خطیب نے روایۃ الآباء عن الابناء پر مستقل تالیف کی ہے۔ اور منفرد طور پر صحابہ عن التابعین کی روایت درج کی ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی تعریف کر رہے ہیں۔ یہ وہ روایت ہے جس میں بڑا کسی چھوٹے سے روایت کرے خواہ وہ سن میں بڑا ہو یا علم و ضبط اور ملاقات شیوخ میں۔ اس نوع کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) راوی مروی عنہ سے عمر میں بڑا اور زمانہ میں پہلے ہو (۲) مرتبہ علم و ضبط میں بڑا ہو۔ (۳) عمر و ضبط دونوں میں بڑا ہو۔ اسی طرح صحابہ کی تابعین سے اور باپ کی بیٹے سے روایت بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

حل: وہی عکسہ۔ مراد اس سے روایۃ الاصاغر عن الاکابر۔ الجادۃ۔ دال کی تشدید کے

ساتھ سیدھا راستہ۔ صحاح جوہری میں ہے معظم الطريق اور بڑا وسیع راستہ۔ المسلوكة۔ جاری۔
 ذلک۔ اشارہ رولیتہ الاکابر ہے۔ لوگوں کے مراتب کی شناخت اور ان کے مدارج کی
 رعایت کرنا ہے۔

وَمِنْهُ مَنْ رَوَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَ جَمَعَ الْحَافِظُ صَلَاحُ الدِّينِ الْعَلَائِيُّ مِنْ
 الْمُتَأَخِّرِينَ مُجَلَّدًا كَبِيرًا فِي مَعْرِفَةِ مَنْ رَوَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَقَسَمَهُ أَقْسَامًا فَمِنْهُ مَا يَعُودُ الضَّمِيرُ فِي
 قَوْلِهِ عَنْ جَدِّهِ عَلَى الرَّاوِي وَ مِنْهُ مَا يَعُودُ الضَّمِيرُ فِيهِ عَلَى أَبِيهِ وَ بَيْنَ ذَلِكَ وَ
 حَقَّقَهُ وَ خَرَجَ فِي كُلِّ تَرْجَمَةٍ حَدِيثًا مِنْ مَرْوِيهِ وَ قَدْ لَخَّصْتُ كِتَابَهُ الْمَذْكُورَ وَ
 زِدْتُ عَلَيْهِ تَرَاجِمَ كَثِيرَةً جَدًّا وَ أَكْثَرَ مَا وَقَعَ فِيهِ مَا تَسَلَّسَلَتْ فِيهِ الرَّوَايَةُ عَنْ
 الْآبَاءِ بِأَرْبَعَةِ عَشَرَ أَبًا.

ترجمہ:- اور اسی قسم میں وہ ہے جس میں اس نے اپنے والد سے اور اس نے دادا سے
 روایت کی۔ اور متاخرین علماء میں حافظ صلاح الدین علانی نے ایک ضخیم جلد رولیتہ عن ابیہ
 عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہے۔ اور اس کی قسموں کو بیان کیا ہے۔ اور اسی
 میں یہ (بحث بھی ہے) کہ جدہ کی ضمیر راوی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور اسی میں یہ بھی
 ہے کہ ابیہ کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے۔ اسے ذکر بھی کیا ہے اور اس کی تحقیق بھی کی
 ہے۔ اور ہر ایک ترجمہ پر اپنی مرویات کی ایک حدیث پیش کی ہے۔ میں نے اس کتاب
 مذکور کی تلخیص کی ہے اور اس میں بہت سے تراجم کا اضافہ کیا ہے۔ اور سب سے زائد مقدار
 جس میں مسلسل آباء سے روایت کا سلسلہ چلا ہے وہ چودہ تک باپ دادا کا سلسلہ ہے۔ یعنی
 چودہ پشت تک۔

تشریح:- اس مقام سے مولف روایت عن ابیہ عن جدہ کی تفصیل کر رہے ہیں۔ یہ رولیتہ
 الاصاغر عن الاکابر میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ اس قسم کی مثالوں میں جو عن جدہ اس کی
 ضمیر کبھی راوی کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ۔ اس میں جدہ کی
 ضمیر بہز کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی بہز کے دادا بہز کے والد حکیم اور حکیم کے والد
 معاویہ جو صحابی ہیں۔ اور بعض مثال میں ضمیر راوی کے باپ کی طرف لوٹتی ہے جیسے عمر

بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ یہاں جد سے مراد شعیب کے دادا ہیں۔ یہ ایک قول ہے۔ خیال رہے کہ عمر بن شعیب کی روایت کے سلسلے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ کہ جدہ کا مرجع کون ہے جس کی وجہ سے حدیث کے مرسل اور متصل ہونے میں اختلاف واقع ہو گیا۔

عمر بن شعیب کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن العاص۔ عمرو بن عاص مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔ عمر ان کا نام ابو محمد عمر ہے۔ ان کے والد شعیب ہیں۔ جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ شعیب ہی کے دادا حضرت عبد اللہ بن العاص بھی صحابی ہیں۔ یعنی عمر کے والد شعیب کے داول۔ دار قطنی کی روایت کے مطابق عمر بن شعیب تابعی بھی نہیں ہے۔ تو اپنے دادا عبد اللہ جو صحابی ہیں کس طرح روایت کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے عمر کی روایت دادا عبد اللہ سے ہے یا نہیں محدثین میں اختلاف واقع ہے۔ ابن حبان اور دار قطنی نے دوا سے سماع کا انکار کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ روایت مرسل ہوگی۔ انھوں نے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ عمر کو ثقہ ہیں مگر انکی روایت مرسل ہے۔

ابن علان مکی نے اسے غلط قرار دیا ہے۔ اور سماع کو ثابت مانتے ہوئے کہا کہ ان کے والد محمد کی وفات ہو جانے کی وجہ سے دادا نے ان کی پرورش کی ہے۔ الفتوحات الربانیہ، ج: ۳، ص: ۱۸۳۔ ملا علی قاری نے بھی شرح میں سماع کو تسلیم کیا ہے اور کہا کہ محمد کی وفات ہو جانے سے دادا نے پرورش کی کذا فی المیزان الذہبی۔ شرح قاری، ص: ۲۰۲

ابن صلاح نے بھی جد سے مراد عبد اللہ بن عمر لیا ہے۔ جس کے بیشتر محققین قائل ہیں۔ اور اسکی روایت حسن کے درجہ میں ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ امام احمد اور ایک جماعت نے اس سے استدلال کیا ہے۔ مگر امام نے خود جامع میں اس کی روایت نہیں لی ہے۔

وَ اِنْ اِشْتَرَكَ اِثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ وَ تَقَدَّمَ مَوْتُ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ فَهُوَ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ وَ أَكْثَرُ مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ مِنْ ذَلِكَ مَا بَيْنَ الرَّاَوِيَيْنِ فِيهِ فِي الْوَقَاةِ مِائَةٌ وَ خَمْسُونَ سَنَةً وَ ذَلِكَ أَنَّ الْحَافِظَ السَّلْفِيَّ سَمِعَ مِنْهُ أَبُو عَلِيٍّ الْبَرْدَانِيُّ أَحَدَ مَشَائِخِهِ حَدِيثًا وَ رَوَاهُ عَنْهُ وَ مَاتَ عَلَى رَأْسِ خَمْسِمِائَةٍ ثُمَّ كَانَ آخِرَ أَصْحَابِ السَّلْفِيَّ بِالسَّمَاعِ سِبْطُهُ أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَكِّيٍّ وَ كَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةً

خَمْسِينَ وَ سِتْمِائَةٍ وَ مِنْ قَدِيمِ ذَلِكَ أَنَّ الْبَخَارِيَّ حَدَّثَ عَنْ تَلْمِيزِهِ أَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَاجَ أَشْيَاءَ فِي التَّارِيخِ وَ غَيْرِهِ وَ مَاتَ سَنَةَ سِتٍّ وَ خَمْسِينَ وَ مَائَتَيْنِ وَ آخِرُ مَنْ حَدَّثَ عَنِ السَّرَاجِ بِالسَّمَاعِ أَبُو الْحَسَنِ الْخَفَّافُ وَ مَاتَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَ تِسْعِينَ وَ ثَلَاثِمِائَةٍ وَ غَالِبُ مَا يَقَعُ مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْمَسْمُوعَ مِنْهُ قَدِ تَأَخَّرَ بَعْدَ مَوْتِ أَحَدِ الرَّاوِيَيْنِ عَنْهُ زَمَانًا حَتَّى يَسْمَعَ مِنْهُ بَعْضُ الْأَحْدَاثِ وَ يَعِيشُ بَعْدَ السَّمَاعِ مِنْهُ ذَهْرًا طَوِيلًا فَيَحْصُلُ مِنْ مَجْمُوعِ ذَلِكَ نَحْوُ هَذِهِ الْمُدَّةِ وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ.

ترجمہ:- اگر دوراوی کسی ایک شیخ سے روایت میں شریک ہو جائیں اور ان میں سے ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہو جائے تو یہ سابق لاحق ہے۔ دوراویوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ جس مدت سے ہم واقف ہوئے ہیں وفات کے بارے میں وہ ڈیڑھ سو سال ہے۔ اور یہ اس طرح کہ حافظ سلفی نے ابو علی البردانی سے حدیث روایت کی ہے جو ان کے مشائخ میں سے ہیں۔ اور ان کی وفات پانچویں صدی کے آغاز میں ہوئی ہے پھر سلفی کے آخری شاگرد روایت کرنے والے ان کے پوتے ابو القاسم عبدالرحمن ابن مکی ہیں جن کی وفات چھ سو پچاس میں ہوئی ہے۔ اور اس سے قدیم وہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شاگرد ابو العباس سراج سے تاریخ وغیرہ میں کچھ روایت کی اور ان کی وفات ۲۵۶ھ میں ہے اور سراج سے آخری سماع کرنے والے ابوالحسین خفاف ہیں جن کی وفات ۳۹۳ھ میں ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ سنی ہوئی روایت ایک زمانہ تک متاخر ہو جاتی ہے دو راویوں میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد۔ یہاں تک کہ اس سے بعض نئی عمر والے روایت کرتے ہیں اور سماع کے بعد ایک طویل زمانہ تک زندہ رہتے ہیں پس ان دونوں کے جمع کرنے سے یہ مدت ہو جاتی ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف سابق و لاحق کی تعریف اور اسکی مثال پیش کر رہے ہیں۔

دوراوی ایک شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں پھر ان میں سے ایک کا پہلے وصال ہو جائے اور دوسرے کا بعد میں تاول کو سابق دوسرے کو لاحق کہا جاتا ہے۔ سابق و لاحق کے درمیان زیادہ سے زیادہ مدت جو حافظ کو معلوم ہوئی ہے وہ ڈیڑھ سو سال ہے۔

مثال۔ محمد بن اسحاق سراج امام بخاری اور خفاف دونوں کے شیخ ہیں۔ امام بخاری کی

وفات ۲۵۶ھ اور خفاف کی وفات ۳۹۳ھ میں ہوئی دونوں کے درمیان ۱۳۷ سال کا فاصلہ ہے۔

حل: عن شیخ۔ کسی ایک سے روایت میں۔

اکثر ما۔ یعنی زیادہ سے زیادہ دونوں کے وفات کی مدت۔

السلفی۔ سلفہ جو اس کے جد میں سے ہیں اس کی طرف نسبت ہے۔

سمع منه۔ اس کے شاگرد۔ مات۔ البردانی۔ سلفی کے مشائخ ہیں۔ عنہ۔ ای السلفی۔ خفاف۔ موزہ بنانے والا۔ الاحداث۔ حدث کی جمع۔ نئی عمر والے۔

هذه المدة۔ یعنی قریب ڈیڑھ سو سال۔ یعنی ایک کا انتقال۔ ایک کا زندہ رہنا یہ سبب بن جاتا ہے اس قسم کی مدت کے فصل اور فرق کا۔

وَإِنْ رَوَى الرَّاَوِي عَنْ اثْنَيْنِ مُتَّفَقِي الْأِسْمِ أَوْ مَعَ إِسْمِ الْأَبِ أَوْ مَعَ إِسْمِ الْجَدِّ أَوْ مَعَ النَّسْبَةِ وَلَمْ يَتَمَيَّزَا بِمَا يَخْصُ كُلًّا مِنْهُمَا فَإِنْ كَانَا ثِقَتَيْنِ لَمْ يَضُرَّ وَمِنْ ذَلِكَ مَا وَقَعَ فِي الْبُخَارِيِّ فِي رَوَايَتِهِ عَنْ أَحْمَدَ غَيْرِ مَنْسُوبٍ عَنْ ابْنِ وَهَبٍ فَإِنَّهُ إِمَّا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ أَوْ أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى أَوْ عَنْ مُحَمَّدٍ غَيْرِ مَنْسُوبٍ عَنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَإِنَّهُ إِمَّا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَوْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الدَّهْلِيُّ وَقَدْ اسْتَوْعَبْتُ ذَلِكَ فِي مُقَدِّمَةِ شَرْحِ الْبُخَارِيِّ وَمَنْ أَرَادَ لِذَلِكَ ضَابِطًا كُلِّيًّا يَمْتَّازُ بِهِ أَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرِ فَبِاخْتِصَاصِهِ أَيْ الرَّاَوِي بِأَحَدِهِمَا يَتَبَيَّنُ الْمُهْمَلُ وَمَتَى لَمْ يَتَبَيَّنْ ذَلِكَ أَوْ كَانَ مُخْتَصِّصًا بِهِمَا مَعًا فَإِشْكَالُهُ شَدِيدٌ فَيَرْجِعُ فِيهِ إِلَى الْقَرَّائِنِ وَالظُّنِّ الْغَالِبِ.

ترجمہ:- اگر کوئی راوی دو اساتذہ سے روایت کرے جو متحد الاسم ہوں یا ان کے والد کا نام ایک ہو۔ یا دادا کا نام ایک ہو یا نسبت ایک ہو اور نہ ممتاز کر سکے کہ ان میں سے یہ کس کے ساتھ خاص ہے (یعنی کس کی روایت ہے) اگر وہ دونوں کے دونوں ثقہ ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس کی مثال بخاری کی وہ روایت ہے جو عن احمد عن ابن وہب ہے اور یہ (احمد) کسی کی طرف منسوب نہیں۔ پس اس سے یا تو احمد بن صالح یا احمد بن عیسیٰ مراد ہو سکتے ہیں۔ یا وہ جو عن محمد ہے وہ بھی اہل عراق کی طرف منسوب نہیں یا تو محمد سے مراد محمد بن سلام یا محمد بن یحییٰ ذہلی مراد ہے اس پر میں نے مفصل کلام بخاری کے مقدمہ میں کیا ہے۔ جو اس

سلسلہ میں کسی ضابطہ کلی کا جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے اختصاص پر نظر رکھے۔ ان میں سے کسی ایک سے مہمل واضح ہو جائے گا اور جب نہ واضح ہو یا یہ کہ راوی کا دونوں کے ساتھ خصوصی تعلق ہو تو اس میں شدید اشکال ہے ایسی حالت میں قرائن اور ظن غالب کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف مہمل اور اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ مہمل ایسا راوی جس کی نسبت کا بالکل ذکر نہ ہو۔ یعنی اس کے امتیازی نسبت کا جس سے وہ متعین ہو جائے اور اس نام سے اس طبقہ میں کئی راوی ہو۔ اس کی کئی صورت ہے۔ دونوں کا نام ایک ہو۔ والد کا نام ایک ہو۔ دادا کا نام ایک ہو۔ نسبت ایک ہو۔ اگر دونوں ثقہ ہیں تو امتیاز کی ضرورت نہیں۔ ورنہ ضرورت ہوگی۔ اور اسباب امتیاز چار ہیں: (۱) نسب کے ذریعہ۔ (۲) نسبت پیشہ یا قبیلہ کے ذریعہ۔ (۳) کنیت کے ذریعہ۔ (۴) لقب کے ذریعہ۔ اگر یہ اسباب نہ ہوں تو پھر جس شیخ سے اس کا زیادہ تعلق ہو گا اس کی روایت سمجھی جائے گی۔

حل: متفق الاسم۔ نام میں متحد ہو۔

و لم یميز۔ کسی وصف یا نسبت سے ممتاز نہ ہو۔

غیر منسوب۔ اسباب امتیاز مذکور نہ ہو مثلاً صرف عن احمد ہو۔ نہ نسبت باوصف کا ذکر ہو کہ متعین ہو سکے۔

مقدمہ شرح بخاری۔ یعنی ہدی الساری۔ باختصاصہ۔ کسی خصوصیت یا وصف یا نسبت وغیرہ کی وجہ سے۔

فیرجع۔ قرائن اور ظن غالب جو فیصلہ کرے اسی کو قبول کیا جائے گا۔

وَ اِنْ رَوٰی عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثًا وَ جَعَدَ الشَّيْخُ مَرْوِيَّهٖ فَاِنْ كَانَ جَزْمًا كَانَ يَقُوْلُ كَذَبَ عَلٰی اَوْ مَارَوٰیثُ لَهٗ هٰذَا وَ نَحْوَ ذٰلِكَ فَاِنْ وَقَعَ مِنْهُ ذٰلِكَ رُدُّ ذٰلِكَ الْخَبَرِ لِكَذِبٍ وَ اَحَدٍ مِنْهُمَا بِغَيْبِهِ وَ لَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَادِحًا فِیْ وَ اَحَدٍ مِنْهُمَا لِلتَّعَارُضِ اَوْ كَانَ جَعَدَهُ اِحْتِمَالًا كَانَ يَقُوْلُ مَا اَذْكُرُ هٰذَا اَوْ لَا اَعْرِفُهُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فِی الْاَصَحِّ لِاَنَّ ذٰلِكَ يَحْتَمِلُ عَلٰی نِسْيَانِ الشَّيْخِ وَ قِيلَ لَا يَقْبَلُ لِاَنَّ الْفَرْعَ تَبَعَ لِلاَصْلِ فِی اثْبَاتِ الْحَدِيْثِ بِحَسْبِ اِذَا اُثْبِتَ الْاَصْلُ الْحَدِيْثُ تَثْبُتُ رَوَايَةُ

الْفَرْعَ وَ كَذَلِكَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فَرْعاً عَلَيْهِ وَ تَبَعاً لَهُ فِي التَّحْقِيقِ.

ترجمہ:- اگر کسی شاگرد نے استاذ سے حدیث روایت کی اور اس روایت کا انکار کرے تو اگر یہ یقینی طور پر ہے مثلاً یوں کہے مجھ پر جھوٹ ہے یا میں نے روایت نہیں کی یا اس کے مثل واقع ہو تو اس خبر کو رد کر دیا جائے گا ان دونوں میں سے کسی ایک کے جھوٹے ہونے کی وجہ سے نہ کہ متعین طور پر اور یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں جرح کا باعث نہ ہو گا تعارض کی وجہ یا اس نے انکار احتمالاً کیا ہو مثلاً اس نے کہا کہ مجھے یاد نہیں۔ میں واقف نہیں ہوں تو اصح قول کی بنیاد پر یہ حدیث قبول کی جائے گی چونکہ احتمال ہے کہ شیخ بھول گیا ہو اور کہا گیا کہ نہیں قبول کیا جائے گا چونکہ فرع اصل کے تابع ہوتی ہے اثبات حدیث میں اس طرح کہ جب اصل کی حدیث ثابت ہوگی تو فرع کی روایت ثابت ہوگی پس مناسب یہ ہے کہ فرع بھی اسی طرح ہو اور تابع ہو تحقیق میں اُنکے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف راوی کی روایت کا شیخ جزمایا احتمالاً انکار کرے تو کیا حکم ہے بیان کر رہے ہیں۔ اگر یقین و جزم کے ساتھ انکار کرتا ہے تو خبر مردود اور شیخ احتمال اور شبہ کے ساتھ رد کر رہا ہے تو خبر مقبول ہوگی۔

حل: جزمًا۔ یقین کے ساتھ رد کر رہا ہو۔ حتی طور پر انکار کر رہا ہو۔

نحو۔ مثلاً لیس من حدیثی۔ ولا یکون ذلک۔ اس انکار کی وجہ سے شاگرد استاذ مجروح نہ ہوں گے۔

فی الاصح۔ یہی جمہور کا مذہب ہے کہ احتمال کی بنیاد پر مردود نہ ہوگا۔ چونکہ مثبت جازم مقدم ہوتا ہے نافی متردد پر۔

وقیل۔ یعنی جب اصل شیخ ہی انکار کر رہا ہے تو شاگرد سے کیسے ثابت ہوگا۔ جب اصل سے نہیں تو فرع سے کیسے ہوگا۔ اس سے مراد بعض اصحاب احناف ہیں۔

وَ هَذَا مُتَعَقَّبٌ بِأَنَّ عَدَالََةَ الْفَرْعِ يَقْتَضِي صِدْقَهُ وَ عَدَمُ عِلْمِ الْأَصْلِ لَا يَنَافِيهِ فَالْمُثَبِّتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي وَ أَمَّا قِيَاسُ ذَلِكَ بِالشَّهَادَةِ فَلَفَاسِدٌ لِأَنَّ شَهَادَةَ الْفَرْعِ لَا تُسْمَعُ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى شَهَادَةِ الْأَصْلِ بِخِلَافِ الرَّوَايَةِ فَافْتَرَقَا وَ فِيهِ أَيْ وَ فِي هَذَا النَّوعِ صَنَّفَ الدَّارُ قُطْنِي كِتَابَ مَنْ حَدَّثَ وَ نَسِيَ وَ فِيهِ مَا يَدُلُّ

عَلَى تَقْوِيَةِ الْمَذْهَبِ الصَّحِيحِ لِكُنْ كَثِيرٍ مِنْهُمْ حَدَّثُوا بِأَحَادِيثٍ فَلَمَّا عَرِضَتْ عَلَيْهِمْ لَمْ يَتَذَكَّرُوا لِكُنْهُمْ لِاعْتِمَادِهِمْ عَلَى الرِّوَاةِ عَنْهُمْ صَارُوا يَرَوُونَهَا عَنْ الَّذِينَ رَوَوْهَا عَنْهُمْ عَنْ أَنْفُسِهِمْ كَحَدِيثِ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا فِي قِصَّةِ الشَّاهِدِ وَالْيَمِينِ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ حَدَّثَنِي بِهِ رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ فَلَقِيتُ سُهَيْلًا فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ فَقُلْتُ إِنَّ رَبِيعَةَ حَدَّثَنِي عَنْكَ بِكَذَا فَكَأَنَّ سُهَيْلَ بَعْدَ ذَلِكَ يَقُولُ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ عَنِّي أَنِّي حَدَّثْتُهُ عَنْ أَبِي بِهِ وَنَظَائِرُهُ كَثِيرَةٌ.

ترجمہ:- اور یہ قابل اعتراض ہے کہ فرع کی عدالت اس کے صدق کو ثابت کرے اور اصل کے علم کا نہ ہونا یہ منافی نہیں ہے پس مثبت ثانی پر مقدم ہوگا اور شہادت پر قیاس کرنا اس کا قیاس فاسد ہے۔ اس لئے کہ فرع کی شہادت اصل کی شہادت کی قدرت کے ساتھ مسموع نہیں ہوتی۔ بخلاف روایت کے پس دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔ اسی نوع پر دارقطنی نے ”من حدث و نسى“ کتاب لکھی ہے اور اس میں وہ بھی ہے جو مذہب صحیح کی تقویت پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ان میں سے بہت سے حضرات نے حدیث روایت کی پھر ان کے سامنے جب پیش کیا گیا تو ان کو یاد نہیں آیا لیکن اپنے رواۃ پر اعتماد کی وجہ سے وہ خود ان سے روایت کرنے لگے جنہوں نے ان سے روایت کیا جیسے سہیل بن صالح کی حدیث مرفوع جو عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ہے شاہد و یمین کے متعلق عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھ سے ربیعہ بن عبدالرحمن نے سہیل کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی عبدالعزیز نے کہا میں نے سہیل سے ملاقات کی اور میں نے اس حدیث کے بارے میں پوچھا اسے یاد نہیں آیا میں نے کہا ربیعہ نے آپ کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی پس سہیل اس کے بعد کہتے تھے ربیعہ نے مجھ سے روایت کی اور میں نے اس سے یہ حدیث والد کے واسطے سے بیان کی اور اس کی بہت مثالیں ہیں۔

تذکرہ:- عبارت مذکورہ میں مولف نے چند باتیں بیان کی ہیں۔ (۱) ہذا محقق سے ان پر رد کر رہے ہیں جو اصل سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے فرع کا انکار کر رہے ہیں۔ اما قیاس ہے اعتراض ہے کہ روایت کو شہادت پر قیاس کرنا مع الفاسد ہے۔ کہ دونوں کے اصول

جد اگانہ ہیں۔

اس کے بعد اس موضوع پر دارقطنی کے بعض اقتباسات کا ذکر ہے کہ اس میں حدیث روایت کرنے کے بعد بھولنے کا واقعہ ہے
حل: هذا متعقب۔ یہ باعث اعتراض ہے۔ اصل کی بنیاد پر فرع کا انکار درست نہیں چونکہ مثبت مقدم ہوتا ہے ثانی پر۔

فالمثبت۔ بعضوں نے بیان کیا کہ اسکے بجائے یہ جملہ بہتر ہے۔ جزم ترد پر مقدم ہے۔
 واما قیاس۔ یعنی روایت کو شہادت کا درجہ دے کر حکم جاری کرنا درست نہیں۔
 لان۔ کہ اصل شہادت کی موجودگی میں فرع کی شہادت معتبر نہیں بخلاف روایت کے کہ استاذ کی موجودگی میں شاگرد کی روایت معتبر ہے۔

فافتراقاً۔ یعنی شہادت اور روایت میں

فیہ۔ دارقطنی کی تالیف کردہ کتاب من حدیث وئی میں۔ اسکے کچھ اقتباسات ذکر کیے ہیں۔
 صار وایرو وئہا۔ شاگرد کی یاد دہانی پر استاذ روایت کرنے لگے۔
 قصة الشاهد۔ یعنی قضی یمین و شاید والی حدیث جو شوافع کا مستدل ہے۔
 فکان سہیل۔ ربیعہ کی یاد دہانی پر سہیل اپنے والد سے بھولی روایت سمجھ کر روایت کرنے لگے۔

وَإِنْ اتَّفَقَ الرَّوَاةُ فِي إِسْنَادٍ مِنَ الْأَسَانِيدِ فِي صِيغِ الْأَدَاءِ كَسَمِعْتُ فَلَنَا قَالَ سَمِعْتُ فَلَنَا أَوْ حَدَّثَنَا فَلَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا فَلَانٌ وَغَيْرُ ذَلِكَ مِنَ الصِّيغِ أَوْ غَيْرِهَا مِنَ الْحَالَاتِ الْقَوْلِيَّةِ كَسَمِعْتُ فَلَانًا يَقُولُ أَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ حَدَّثَنِي فَلَانٌ إِلَى آخِرِهِ وَالْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهِ دَخَلْنَا عَلَى فَلَانٍ فَأَطْعَمَنَا تَمْرًا إِلَى آخِرِهِ أَوْ الْقَوْلِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ مَعًا كَقَوْلِهِ حَدَّثَنِي فَلَانٌ وَهُوَ آخِذٌ بِلَحْيَتِهِ قَالَ آمَنْتُ بِالْقَدْرِ إِلَى آخِرِهِ فَهُوَ الْمُسْلَسِلُ وَهُوَ مِنْ صِفَاتِ الْإِسْنَادِ وَقَدْ يَقَعُ التَّسْلُسُ فِي مُعْظَمِ الْإِسْنَادِ كَحَدِيثِ الْمُسْلَسِلِ بِالْأَوَّلِيَّةِ فَإِنَّ السِّلْسِلَةَ تَنْتَهِي فِيهِ إِلَى مُفَيَّانِ بْنِ عُيَيْنَةَ فَقَطْ وَ مَنْ رَوَاهُ مُسْلَسِلًا إِلَى مُنْتَهَاهُ فَقَدْ وَهَمَ.

ترجمہ :- اور اگر رواۃ سندوں میں سے کسی سند میں صیغہ ادا کے اعتبار سے متفق ہو جائیں

جیسے۔ سمعت فلان یا حدیث میں یا اس کے علاوہ میں جو ادا وغیرہ کے الفاظ ہیں خواہ حالات قولیہ میں ہو جیسے سمعت فلان یا شہد باللہ میں یا لقد حدیثی فلان وغیرہ میں یا حالات فعلیہ میں جیسے فلاں پر داخل ہوا تو کھجور کھلایا آخر تک (سند میں یہی ہو) یا قولیہ اور فعلیہ۔ جیسے فلاں نے حدیث بیان کی اور وہ داڑھی پکڑے ہوئے تھے اور کہا آمنت بالقدر آخر تک (یہی سلسلہ چلے) تو یہ حدیث مسلسل ہے۔ اور یہ اسناد کے صفات میں سے ہے۔ اور کبھی تسلسل اسناد کے اکثر حصہ میں واقع ہوتا ہے جیسے حدیث مسلسل بالاولیہ میں تو اس میں تسلسل سفیان ابن عیینہ تک چلتا ہے۔ اور جس نے آخر تک مسلسل روایت کی اس کو وہم ہوا۔ تشریح:- اس مقام سے مولف حدیث مسلسل کی تشریح کر رہے ہیں جس میں سند کے تمام راوی ایک ہی قول یا فعل یا احوال کے ساتھ روایت کریں۔ جیسے روایت کرتے ہوئے تمام راوی مصافحہ کریں یا کندھے پر ہاتھ رکھ کر روایت کریں۔ حل: صیغ الاداء جیسے حدیثا خبرنا وغیرہ۔

الحالات القولية۔ راوی کسی خاص قول کا اہتمام کرے اور ہر راوی اسے ادا کرے مثلاً حدیث میں انی احبک فقل فی دبر کل صلوة اللہم اعنی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک۔ پس ہر راوی احبک کہہ کر روایت کرتا ہے۔ فعلیہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر راوی وقت روایت اس فعل اور ادا کا اہتمام کرے جیسے اسودین والی حدیث روایت کے وقت ہر راوی کھجور اور پانی پینے کا فعل کرتا ہے۔ و قد یقع التسلسل۔ کبھی یہ تسلسل پوری سند میں نہیں بلکہ کچھ میں ہوتا ہے۔ الاولیہ۔ عمر بن العاص کے واسطے سے یہ حدیث ہے۔ الراحمون رحمہم الرحمن حدیث مسلسل کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً مسلسل بالمكان، مسلسل بالزمان، مسلسل بالصوفیاء، مسلسل بالنقباء وغیرہ

وَصِیغُ الْأَدَاءِ الْمُشَارُ إِلَيْهَا عَلَى ثَمَانِ مَرَاتِبَ الْأُولَى سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِي ثُمَّ أَخْبَرَنِي وَقَرَأْتُ عَلَيْهِ وَهِيَ الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ ثُمَّ قُرِئَ عَلَيْهِ وَ أَنَا أَسْمَعُ وَ هِيَ الثَّالِثَةُ ثُمَّ أَنْبَأَنِي وَ هِيَ الرَّابِعَةُ ثُمَّ نَاوَلَنِي وَ هِيَ الْخَامِسَةُ ثُمَّ شَافَهَنِي أَيْ بِالْإِجَازَةِ وَ هِيَ السَّادِسَةُ ثُمَّ كَتَبَ إِلَيَّ أَيْ بِالْإِجَازَةِ وَ هِيَ السَّابِعَةُ ثُمَّ عَنْ

نَحْوَهَا مِنْ الصَّيْغِ الْمُتَحَمِّلَةِ لِلسَّمَاعِ وَالْإِجَازَةِ وَ لِعَدَمِ السَّمَاعِ أَيْضًا وَ هَذَا
مِثْلُ قَالَ وَ ذَكَرَ وَ رَوَى فَالْفُظَانِ الْأَوَّلَانِ مِنْ صَيْغِ الْأَدَاءِ وَهُمَا سَمِعْتُ وَ
خَدَّثَنِي صَالِحَانِ لِمَنْ سَمِعَ وَ خَذَهُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَ تَخْصِيصُ التَّحْدِيثِ بِمَا
سَمِعَ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ هُوَ الشَّائِعُ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيثِ إِصْطِلَاحًا وَلَا فَرْقَ بَيْنَ
التَّحْدِيثِ وَالْإِخْبَارِ مِنْ حَيْثُ اللَّغَةُ.

ترجمہ :- اور روایت حدیث کے الفاظ جس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے وہ آٹھ ہیں۔ اول
سمعت و حدثنی۔ پھر خبرنی۔ اور قرأت علیہ اور یہ دوسرا درجہ ہے پھر قری علیہ وانا سمعہ یہ
تیسرا درجہ ہے۔ پھر انبانی۔ یہ چوتھا ہے پھر ناؤلنی یہ پانچواں ہے۔ پھر شافہنی یعنی اجازت یہ
چھٹا ہے پھر کتب الی یعنی اجازت یہ ساتواں ہے۔ پھر عن اور اسی کے مثل جو سماع کا احتمال
رکھتے ہیں اور عدم سماع کا بھی۔ اور یہ قال، ذکر، روی کی طرح ہے پس شروع کے دو لفظ جو
صیغہ ادا سے ہیں وہ سمعت اور حدثنی صلاحیت رکھتے ہیں کہ جو تنہا شیخ سے سنے اور تحدیث
(حد ثاء، حدثنی) اس کیلئے خاص ہے جو لفظاً شیخ سے سنا ہو۔ اور یہی اصطلاح اہل حدیث کے
درمیان رائج ہے۔ اور تحدیث اور اخبار کے درمیان لغت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔
تشریح :- اس مقام سے مولف حدیث کی روایت کے الفاظ اور صیغے کی تفصیل کر رہے
ہیں مولف نے اسے آٹھ مرتبوں میں تقسیم کیا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے کم بیان
کیا ہے۔ مولف نے ہر ایک کی پھر مفصل بحث کی ہے۔ جس سے واقف ہونا طالبین حدیث
کے لئے از حد ضروری ہے۔

حل: مثل قال و ذکر۔ خیال رہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ لی کے ساتھ نہ ہو اگر
قال لی کہا تو حدثنی کے مثل ہوگا۔

تخصیص التحديث. اس کا استعمال شیخ سے شیخ کی زبانی سننے پر ہوتا ہے۔ بخلاف
اخباری کے اور لغت کے اعتبار سے تحدیث اور اخبار میں کوئی فرق نہیں۔

وَ فِي إِدْعَاءِ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا تَكَلُّفٌ شَدِيدٌ لَكِنْ لَمَّا تَقَرَّرَ فِي الْإِصْطِلَاحِ صَارَ
ذَلِكَ حَقِيقَةً عُرْفِيَّةً فَقُدِّمَ عَلَى الْحَقِيقَةِ اللَّغَوِيَّةِ مَعَ أَنَّ هَذَا الْإِصْطِلَاحَ إِنَّمَا شَاعَ
عِنْدَ الْمَشَارِقَةِ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ وَ أَمَّا غَالِبُ الْمَغَارِبَةِ فَلَمْ يَسْتَعْمِلُوا هَذَا الْإِصْطِلَاحَ

بَلِ الْإِخْبَارُ وَالتَّحْدِيثُ عِنْدَهُمْ بِمَعْنَى وَاحِدٍ فَإِنْ جَمَعَ الرَّاَوِي أُنْثَى بِصِيغَةِ الْأُولَى جَمْعًا كَانَ يَقُولُ حَدَّثَنَا فَلَانٌ أَوْ سَمِعْنَا فَلَانًا يَقُولُ فَهُوَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ سَمِعَ مَعَ غَيْرِهِ وَقَدْ يَكُونُ الثَّنُ لِلْعَظْمَةِ لَكِنْ بِقَلَّةٍ.

ترجمہ :- دونوں کے درمیان فرق کا دعویٰ کرنا تکلف شدید ہے۔ لیکن جب یہ بات اصطلاح سے ثابت ہو چکی ہے تو یہ حقیقت عرفی بن گئی جو حقیقت لغویہ پر مقدم ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اہل مشرق کی یہی اصطلاح شائع ہے کہ اور جوان کے متبعین ہیں۔ اور جو اہل مغرب ہیں تو بیشتر وہ اس اصطلاح کو اختیار نہیں کرتے بلکہ اخبار اور تحدیث کا ان کے یہاں ایک ہی مفہوم ہے۔ پس اگر راوی پہلے صیغہ ادا کو جمع لائے یوں کہے حد ثنا فلان یا سمعنا فلان تو یہ دلیل ہے کہ اس کے ساتھ سننے میں دوسرا بھی شریک ہے۔ اور کبھی نون (جمع کا صیغہ) عظمت کے لئے ہوتا ہے مگر کم ہوتا ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف لفظ تحدیث اور اخبار کے درمیان قائلین پر رد کر رہے ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ تکلف سے خالی نہیں۔ ہاں البتہ اصطلاحاً فرق ہے۔ اور یہ فرق ایک خاص جماعت کے نزدیک ہونے کی وجہ سے عرفیہ خاص میں داخل ہو گا جو حقیقت لغویہ پر مقدم ہوتا ہے۔

حقیقت عرفیہ یا عرف خاص۔ جو مفہوم ایک جماعت کے نزدیک خاص ہو جائے۔ جیسے اسم۔ اور صلوة کا خاص مفہوم۔

انما شاع۔ یہ اصطلاحی فرق جو ذکر کیا گیا اہل مشرق کے نزدیک ہے۔ ورنہ اہل مغرب یکساں کے قائل ہیں۔

مشارقہ۔ اس سے مراد۔ اوزاعی، ابن جریج، امام شافعی، امام مسلم وغیرہ ہیں۔

مغربہ۔ مراد اس سے زہری، مالک، ابن عیینہ، امام بخاری، علماء حجاز و کوفہ ہیں۔

فان جمع۔ جمع کی تعبیر کی صورت میں شرکت کا ثبوت ہو گا۔

للعظمتہ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جمع کا صیغہ تعظیماً بولا جاتا ہے۔ جمعیت کے معنی ملحوظ نہیں ہوتے۔

وَأُولَٰهَا أَيْ صَيِّغُ الْمَرَاتِبِ أَصْرَحُهَا أَيْ أَصْرَحُ صَيِّغِ الْأَدَاءِ فِي سَمَاعٍ قَائِلِهَا

لَا يَحْتَمِلُ الْوَاسِطَةُ وَلِأَنَّ حَدَّثَنِي قَدْ يُطْلَقُ فِي الْإِجَازَةِ تَذْلِيلًا وَارْفَعَهَا
مِقْدَارًا مَا يَقَعُ فِي الْإِمْلَاءِ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّثْبِتِ وَالتَّحْفِظِ وَالثَّالِثُ وَهُوَ أَخْبَرَنِي
كَالرَّابِعِ وَهُوَ قَرَأْتُ عَلَيْهِ لِمَنْ قَرَأَ بِنَفْسِهِ عَلَى الشَّيْخِ فَإِنْ جَمَعَ كَانَ يَقُولُ
أَخْبَرَنَا وَقَرَأَنَا فَهُوَ كَالْخَامِسِ وَهُوَ قُرِئَ عَلَيْهِ وَ أَنَا أَسْمَعُ وَ عُرِفَ مِنْ هَذَا أَنَّ
التَّغْيِيرَ بِقِرَاءَتِ لِمَنْ قَرَأَ خَيْرٌ مِنَ التَّغْيِيرِ بِالْإِخْبَارِ لِأَنَّهُ أَفْصَحُ بِصُورَةِ الْحَالِ.

ترجمہ :- اور پہلا (سمعت) صیغوں کے مراتب میں سب سے زیادہ صریح ہے یعنی قائل
کے سماع کے بارے میں سب سے زیادہ صریح کہ واسطہ کا احتمال نہیں رکھتا۔ چونکہ حدیثی
کا اطلاق اس اجازت پر بھی ہوتا ہے جس میں تذلیس ہوتی ہے۔ پھر تمام صیغہ اداء میں اس
کا مرتبہ ارفع ہے جو املاء میں واقع ہوتا ہے۔ کہ اس میں تثبت و تحفظ ہے۔ اور تیسرا وہ
اخرنی ہے۔ وہ چوتھے کے مانند ہے جو قرأت علیہ ہے۔ یہ اس کے لئے ہے جو خود شیخ پر
پڑھے۔ پس اگر جمع کا صیغہ لائے خبرنا کہے تو وہ پانچویں کی طرح ہے اور وہ قری علیہ وانا سمع
علیہ ہے۔ اور اسی سے معلوم ہوا کہ جو شیخ کے سامنے پڑھے اس کے لئے قرأت کی تعبیر
الاخبار سے بہتر ہے چونکہ یہ حال کی صورت کے لئے زیادہ مصرح ہے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف صیغہ اداء میں ”سمعت“ کے اولیت اور بلندی مرتبہ کی
وضاحت کر رہے ہیں پھر اسکے بعد اس کے متعلق امور کی تشریح کر رہے ہیں۔

اولہا۔ سمعت کے فائق ہونے کو بیان کر رہے ہیں کہ اس میں واسطہ کا احتمال نہیں رہتا اور
یہ راوی کے سماع پر دلالت کرتا ہے بخلاف حدیثی کے۔ اور اس کے بعد کے الفاظ کے۔

تذلیساً۔ حدیثی بدلس بھی بولتا ہے۔ اس لئے حدیثی کا مرتبہ سمعت سے کم ہوگا۔

ارفعہا۔ یعنی سمعت کا لفظ شیخ سے سماع اور املاء کو ظاہر کرتا ہے۔

عن قرأ۔ جو شیخ کے سامنے پڑھے۔

فان جمع۔ یعنی خبرنا۔ قرأتا۔ تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایک نے پڑھا باقی نے سنا ایسے
جیسے قری علیہ وانا سمع۔

من هذا۔ اگر راوی شیخ کے سامنے قرأت کرے تو اس کیلئے قرأت علیہ کی تعبیر خبرنی سے
بہتر ہے چونکہ اس سے قرأت کا مفہوم صراحۃً مستفاد ہوتا ہے۔ جو خبرنی میں نہیں ہے۔

تَنْبِيْةً. الْقِرَاءَةُ عَلَى الشَّيْخِ أَحَدُ وَجُوْهِ التَّحْمُلِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَ اَبْعَدُ مِنْ اَبْنَى ذَلِكَ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ وَ قَدْ اَشْتَدَّ اِنْكَارُ الْاِمَامِ مَالِكٍ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمَدِيْنِيِّينَ عَلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ حَتَّى بَالِغَ بَعْضُهُمْ فَرَجَّحَهَا عَلَى السَّمَاعِ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَ ذَهَبَ جَمْعٌ مِنْهُمْ الْبُخَارِيَّ وَ حَكَاهُ فِي اَوَائِلِ صَحِيْحِهِ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاِئِمَّةِ اِلَى اَنَّ السَّمَاعَ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ وَالْقِرَاءَةُ عَلَيْهِ يَعْْنِي فِي الصُّحَّةِ وَالْقُوَّةِ سَوَاءً وَاللَّهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:- جمہور کے نزدیک تحمل روایت کی صورتوں میں سے ایک صورت قراۃ علی الشیخ ہے۔ اور اہل عراق کا قول مستبعد ہے کہ اس نے انکار کیا ہے۔ امام مالک اہل مدینہ نے اس پر سخت نکیر کی ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اسے (قراۃ علی الشیخ کو) ترجیح دی ہے سماع لفظ شیخ کے مقابلہ میں۔ اور ایک کثیر جماعت نے جس میں امام بخاری بھی ہیں اسی طرف گئی ہے۔ اور صحیح ابن حبان کے اوائل میں ائمہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ شیخ سے الفاظ کا سماع اور اس کے سامنے پڑھنا صحت اور قوت میں برابر ہے۔ واللہ اعلم۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اس اختلاف اور تفصیل کو بیان کر رہے ہیں کہ سماع افضل ہے یا قراۃ علی الشیخ ایک جماعت کے نزدیک قراۃ افضل ہے۔ اسی کے قائل امام اعظم ہیں۔ یہی مسلک علماء خراسان و علماء مشرق کا ہے۔ امام بخاری حسن سفیان کے نزدیک قراۃ علی الشیخ اور سماع دونوں برابر ہے۔ امام شافعی سماع کو افضل قرار دیتے ہیں۔

حل: وجوہ التحمل۔ اخذ روایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ۔

فرجحہا۔ یعنی قراۃ علی الشیخ۔ بالغ بعضہم۔ یعنی علماء مدینہ۔

جم ای کثیر۔ اوائلہ۔ کتاب العلم کے باب سادس میں ذکر کیا ہے۔

وَ الْاَنْبَاءُ مِنْ حَيْثُ الْمَلَقَةِ وَ اِصْطِلَاحُ الْمُتَقَدِّمِينَ بِمَعْنَى الْاَخْبَارِ اِلَّا فِي عُرْفِ الْمُتَاَخَّرِينَ فَهُوَ لِلْاِجَازَةِ كَعَنْ لِاَنَّهَا فِي عُرْفِ الْمُتَاَخَّرِينَ لِلْاِجَازَةِ وَ عَنَعْنَةُ الْمُعَاَصِرِ مَحْمُولَةٌ عَلَى السَّمَاعِ بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَاَصِرِ فَإِنَّهَا تَكُونُ مُرْسَلَةً أَوْ مُنْقَطِعَةً فَشَرْطُ حَمْلِهَا عَلَى السَّمَاعِ ثُبُوتُ الْمُعَاَصِرَةِ اِلَّا مِنَ الْمُدْلِسِ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ مَحْمُولَةٌ عَلَى السَّمَاعِ وَ قِيلَ يُشْتَرَطُ فِي حَمْلِ عَنَعْنَةِ الْمُعَاَصِرِ عَلَى السَّمَاعِ ثُبُوتُ لِقَائِهِمَا أَيْ الشَّيْخِ وَالرَّوَايَ عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً لِيَحْصَلَ الْاَمْنُ

فِي بَاقِي الْعِنْعَةِ عَنْ كَوْنِهِ مِنَ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ تَبَعًا لِعَلِيِّ بْنِ
الْمَدِينِيِّ وَالْبُخَارِيِّ وَ غَيْرِهِمَا مِنَ النَّقَّادِ.

ترجمہ:- انباء لغت اور اصطلاح متقدمین کے یہاں اخیر کے معنی میں ہے مگر متاخرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے ہے۔ جیسے عن۔ کہ یہ متاخرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے ہے۔ اور معاصر کا عنعنہ سماع پر محمول ہوتا ہے۔ بخلاف غیر معاصر کے۔ وہ مرسل یا منقطع کے حکم میں ہوتا ہے پس سماع پر محمول ہونے کیلئے معاصرت کا ثبوت شرط ہے۔ سوائے مدلس کے وہ سماع پر محمول نہیں اور یہ بھی قول ہے کہ معاصر کے عنعنہ کو سماع پر محمول کرنے کے لئے لقاء کا ثابت ہونا شرط ہے۔ یعنی شیخ اور اس کے روایت کرنے والے کا۔ خواہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ تاکہ باقی عنعنہ مرسل خفی ہونے سے محفوظ رہے۔ اور یہی مسلک مختار ہے علی بن مدینی اور امام بخاری وغیرہ نقاد کی اتباع کرتے ہوئے۔

تشریح:- اس عبارت مذکورہ سے مولف دو اہم امور کو ذکر کر رہے ہیں۔ (۱) انباء اور اخبار کا مفہوم متقدمین کے یہاں تو یکساں ہے مگر متاخرین کے یہاں انباء عن کی طرح ہے۔ جو اجازت کے لئے ہے۔

عنعنہ کی تفصیل۔ معاصر کا عنعنہ معتبر ہے خواہ لقاء ثابت ہو یا نہ ہو۔ اور امام بخاری کے نزدیک شرط لقاء کے ساتھ ہے۔ غیر معاصر کا عنعنہ مرسل ہوگا۔ لہذا عنعنہ دو شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول ہوگا۔ (۱) معاصرت (۲) راوی کا مدلس نہ ہونا۔ مگر علی بن مدینی اور امام بخاری کے یہاں معاصرت کافی نہیں لقاء شرط ہے۔ گو ایک ہی مرتبہ ہو۔ مولف بھی اسی ہی مسلک کو مختار مانتے ہیں۔

حل: متقدمین۔ یعنی متقدمین محدثین۔ الاخبار۔ یعنی خبرنی کے معنی میں۔
مرسلة یا منقطعة۔ مرسل اگر تابعی ہو منقطع اگر تابعی کے بعد کا ہو۔ مگر جمہور اسے متصل مانتے ہیں۔

لیست محمولة علی السماع۔ اتہام کی وجہ سے۔ ہاں مگر یہ کہ سماع کی تصریح کر دے۔

وَ أَطْلَقُوا الْمُسَافَهَةَ فِي إِجَازَةِ الْمَكْتُوبِ الْمُتَلَفِّظِ بِهَا تَجُوزُ وَ كَذَا الْمَكَاتِبَةُ

فِي الْإِجَازَةِ بِهَا وَ هُوَ مَوْجُودٌ فِي عِبَارَةٍ كَثِيرَةٍ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ بِخِلَافِ
الْمُتَقَدِّمِينَ فَإِنَّهُمْ إِنَّمَا يُطْلِقُونَهَا فِيمَا كَتَبَهُ الشَّيْخُ مِنَ الْحَدِيثِ إِلَى الطَّالِبِ
سَوَاءً أَذِنَ لَهُ فِي رِوَايَتِهِ أَمْ لَا لَا فِيمَا إِذَا كَتَبَ إِلَيْهِ بِالْإِجَازَةِ فَقَطُّ وَاشْتَرَطُوا فِي
صِحَّةِ الرِّوَايَةِ بِالْمُنَاوَلَةِ اقْتِرَانَهَا بِالْإِذْنِ بِالرِّوَايَةِ وَ هِيَ إِذَا حَصَلَ هَذَا الشَّرْطُ
أَرْفَعُ أَنْوَاعَ الْإِجَازَةِ لِمَا فِيهَا مِنَ التَّعْيِينِ وَالتَّشْخِصِ.

ترجمہ:- اور مشافہہ کا اطلاق مکتوب کی زبانی اجازت پر مجاز ہوتا ہے۔ اسی طرح تحریری
اجازت پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ متاخرین کی بکثرت عبارت میں ہے۔ بخلاف متقدمین کے
یہاں اس کا اطلاق وہ اس صورت میں کرتے ہیں جب کہ شیخ طالب کو روایت لکھ کر دے۔
خواہ اس کی اجازت دے یا نہ دے۔ اس صورت میں نہیں کرتے جب کہ لکھ کر دے اور
مناولہ میں روایت کے صحیح ہونے کی شرط یہ لگائی ہے کہ اجازت کا اقتران روایت کے
ساتھ ہو۔ اور جب کہ یہ شرط حاصل ہو جائے تو یہ اجازت کی نوعوں میں سب سے بلند
ہے۔ چونکہ اس میں تعین و تشخیص ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف قسم سادس المشافہہ کو بیان کر رہے ہیں۔

مشافہہ۔ اس کے معنی منہ در منہ گفتگو کے ہیں۔ اصطلاح میں شیخ زبان سے اجازت دے۔
مکاتبت۔ متاخرین کے یہاں۔ اپنی سند سے روایت کرنے کی تحریری اجازت دینا۔ اور
متقدمین کے یہاں حدیث شیخ لکھ کر شاگرد کو دے۔ خواہ زبانی اجازت دے یا نہ دے۔

مناولہ۔ اصل کتاب یا نقل شاگرد کو دے یا شیخ کی کتاب نقل کر کے اس کے سامنے
کرے۔ اور شیخ کہے کہ میں اپنی سند سے روایت کی اجازت دیتا ہوں۔ اور ایسا بھی ہو سکتا
ہے کہ شیخ خاموش رہے۔

حل: المتلفظ۔ مثلاً خبرت لک کہنا۔

تجاوزاً۔ بمعنی مجاز۔ چونکہ اصل میں تو وضع تھا حاضر کی اجازت کے لئے غایت میں استعمال
اذن کے علاقہ کی وجہ سے ہوا۔

کذا مشافہہ کی طرح مکاتبت بھی ہے۔ مثلاً خبرنا کتبتہ

و هو۔ بمعنی الکاتبتہ۔ یعنی الطالب۔

ام لا۔ یعنی اجازت اس کے ساتھ منضم ہو یا نہیں۔ اور انضمام کتابت کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنے خط سے حدیث لکھے۔ یا دوسرے کو حکم دے وہ اس کی اجازت سے لکھے۔ پھر کہے اجزت لك ما كتبت۔

حاصل هذا الشرط۔ یعنی اقتران۔ فیہا۔ یعنی مناولہ۔ میں اجازت اور تعین کی وجہ سے یہ اجازت کے بلند و بالا مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

و صورتُہا اَنْ يَدْفَعَ الشَّيْخُ اَصْلَهُ اَوْ مَا قَامَ مَقَامَهُ لِلطَّالِبِ اَوْ يُحْضِرَ الطَّالِبُ اَصْلَ الشَّيْخِ وَ يَقُولَ لَهُ فِي الصُّورَتَيْنِ هَذِهِ رِوَايَتِي عَنْ فُلَانٍ فَارُوهُ عَنِّي وَ شَرْطُهُ اَنْ يُمْكِنَهُ اَيْضًا مِنْهُ اِمَّا بِالتَّمْلِيكِ اَوْ بِالْعَارِيَةِ لِنَقْلِ مِنْهُ وَ يُقَابِلَ عَلَيْهِ وَ اِلَّا اِنْ نَآوَلَهُ وَ اسْتَرَدَّ فِي الْحَالِ فَلَا يَتَبَيَّنُ اَرْفَعِيَّتُهُ لَكِنْ لَهَا زِيَادَةٌ مَرِيَّةٌ عَلَى الْاِجَازَةِ الْمُعَيَّنَةِ وَ هِيَ اَنْ يُجِيزَهُ الشَّيْخُ بِرِوَايَةِ كِتَابٍ مُعَيَّنٍ وَ يُعَيِّنَ لَهُ كَيْفِيَّةَ رِوَايَةِ لَهُ وَ اِذَا خَلَّتِ الْمُنَاوَلَةُ عَنِ الْاِذْنِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهِمَا عِنْدَ الْجُمْهُورِ وَ جَنَحَ مَنْ اِعْتَبَرَهَا اِلَى اَنْ مُنَاوَلَتْهُ اِيَّاهُ يَقُومُ مَقَامَ اِرْسَالِهِ اِلَيْهِ بِالْكِتَابِ مِنْ بَلَدٍ اِلَى بَلَدٍ۔

ترجمہ:- اس کی صورت یہ ہے کہ استاذ اصل نسخہ یا اس کے جو قائم مقام ہو اسے شاگرد کو دے یا خود اصل شیخ کے پاس حاضر کر دے۔ دونوں صورتوں میں شیخ اس سے کہے یہ میری روایت ہے پس مجھ سے روایت کرو۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس سے نقل کرنا ممکن ہو خواہ مالک بنا کر یا عاریت کے ذریعہ اور اس سے مقابلہ بھی کرے۔ ورنہ تو اگر دیا اور فوراً واپس لے لیا تو اس کی ارفعیست ظاہر نہ ہوگی مگر اجازت متعینہ پر اس کو فضیلت حاصل ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ کسی کتاب معین کی اجازت دے اور طریق روایت کی رہنمائی و اعانت فرمادے۔ اور جب مناولہ اذن سے خالی ہو تو جمہور کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ (روایت درست نہیں) اور مانکل ہوئے ہیں جنہوں نے اس کا اعتبار کیا ہے کہ مناولہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف کتاب بھیجنے کے حکم میں ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اولاً مناولہ کی صورت کو پھر اس کی شرطوں کو پھر بلا اجازت اس کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کو بیان کر رہے ہیں۔
حل: اصلہ۔ اصل کتاب کا نسخہ یا جو اس کے قائم مقام ہو۔

فاروہ عنی۔ یعنی میری اجازت ہے اسے روایت کرو۔
و شرطہ۔ مناولہ کی شرط کا ذکر ہے۔ شاگرد کا اصل یا نقل پر ملے گا یا عاریۃ قبضہ کرنا پھر
اسے شیخ اجازت دے دے۔

ان یمکنہ۔ اسے اختیار میں دیدینا۔
یقابلہ۔ تصحیح کے لئے مقابلہ کرنا۔ مرتبہ۔ فضیلت
وہی۔ اجازت معینہ۔ کیفیت۔ روایت کا طریقہ۔
عن الاذن۔ کتاب دی مگر اجازت تالیف نہ دی۔
کتاب معین۔ کوئی مشہور تالیف۔

الجمہور۔ مراد اس سے فقہاء کرام، علماء اصول اور محدثین حضرات ہیں۔
و جنح۔ مائل ہونا۔ اعتبار ہا۔ یعنی مناولہ۔

وَ قَدْ ذَهَبَ إِلَى صِحَّةِ الرَّوَايَةِ بِالْكِتَابَةِ الْمُجَرَّدَةِ جَمَاعَةً مِنَ الْأَئِمَّةِ وَ لَوْ لَمْ
يَقْتَرِنْ ذَلِكَ بِالْإِذْنِ بِالرَّوَايَةِ كَانَتْهُمْ اِكْتَفَوْا فِي ذَلِكَ بِالْقَرِينَةِ وَ لَمْ يَظْهَرْ إِلَى
فَرْقٍ قَوِيٍّ بَيْنَ مُنَاوَلَةِ الشَّيْخِ الْكِتَابَ لِلطَّلَابِ وَ بَيْنَ إِرْسَالِهِ إِلَيْهِ بِالْكِتَابِ مِنْ
مَوْضِعٍ إِلَى آخَرَ إِذَا خَلَا كُلُّ مِنْهُمَا عَنِ الْإِذْنِ.

ترجمہ :- اور ایک جماعت ائمہ کی اس امر کی طرف گئی ہے کہ کتابت محض کی صورت میں
روایت صحیح ہے اگرچہ اسکے ساتھ اجازت شامل نہ ہو۔ گویا کہ انھوں نے قرینہ کو کافی سمجھا۔
اور میرے نزدیک کوئی فرق ظاہر نہیں شیخ کے شاگرد کو کتاب دینے یا اس کی طرف ایک شہر
سے دوسرے شہر میں کتاب بھیجنے کے درمیان جب کہ دونوں اجازت سے خالی ہوں۔

تشریح :- اس مقام سے مولف مناولہ میں جب کہ اجازت شامل نہ ہو بعض لوگ کے
زادیک معتبر ہونا بیان کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ بغیر اذن کے بھی بعض لوگ مناولہ کو
معتبر تسلیم کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ قرینہ کو کافی سمجھتے ہیں چونکہ بلا اذن ارسال کتاب سے کیا
فائدہ ہوگا۔ لہذا بہتر صورت خواہ کتاب دے یا دوسرے شہر میں بھیجے اذن کے مفہوم میں
شامل ہونے کی وجہ سے روایت درست ہو جائے گی۔ یہ حافظ کی رائے ہے۔

حل : جماعة من الائمة. بیشتر متقدمین و متاخرین علما مثلاً ایوب سختیانی۔ لیث۔

منصور۔ وغیرہ۔

بالقرینہ۔ وہ یہ ہے کہ ارسال کتاب سے کیا فائدہ ہوگا جب تک اجازت نہ ہو۔
لم یظہر لی۔ مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک ایک صورت میں روایت کو صحیح اور
دوسری صورت میں غیر صحیح قرار دینے کی دلیل واضح نہیں ہوئی۔ لہذا دونوں صحت
روایت میں برابر ہے۔

وَ كَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ فِي الْوَجَادَةِ وَ هِيَ أَنْ يَجِدَ بِخَطِّ يَعْرِفَ كَاتِبَهُ فَيَقُولَ
وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ وَ لَا يَسُوغُ فِيهِ إِطْلَاقُ أَخْبَرَنِي بِمُجَرَّدِ ذَلِكَ إِلَّا أَنْ كَانَ لَهُ
مِنْهُ إِذْنٌ بِالرَّوَايَةِ عَنْهُ وَ أَطْلَقَ قَوْمٌ ذَلِكَ فَغَلَطُوا وَ كَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ وَ هِيَ
أَنْ يُوصِيَ عِنْدَ مَوْتِهِ أَوْ سَفَرِهِ لِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِأَصْلِهِ أَوْ بِأَصُولِهِ فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنْ
الْأَثَمَةِ الْمُتَقَدِّمِينَ يُجُوزُ لَهُ أَنْ يَرَوِيَ تِلْكَ الْأُصُولَ عَنْهُ بِمُجَرَّدِ هَذِهِ الْوَصِيَّةِ
وَأَبَى ذَلِكَ الْجُمْهُورُ إِلَّا أَنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ إِجَازَةٌ.

ترجمہ:- اسی طرح سے انھوں نے وجادہ میں اجازت کی شرط لگائی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی
کا خط جس کو وہ پہچانتا ہو کہ اس کا کاتب یہ ہے کہ میں نے فلاں کا خط پایا ہے۔ اس کے
لئے محض اس کے پانے سے خبرنی کا اطلاق درست نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ روایت کی اجازت
ہو اور ایک قوم نے مطلق رکھا سو اس نے غلط کیا۔ اسی طرح وصیۃ بالکتاب ہے۔ وہ یہ ہے
کہ موت یا سفر کے وقت کسی متعین شخص کو ایک کی یا چند کتاب کی وصیت کرے۔ تو
متقدمین کی ایک جماعت نے کہا جائز ہے کہ وہ ان کتابوں سے روایت کرے۔ محض
وصیت کی وجہ سے۔ اور جمہور نے انکار کیا ہے مگر یہ کہ اس کو اجازت ہو۔

تشریح:- اس مقام سے مولف وجادہ کی تعریف کر رہے ہیں اور اسکی تفصیل کے بعد وصیۃ
بالکتاب بیان کر رہے ہیں۔ الوجادہ۔ کسی شخص کا کسی محدث کی تحریر کردہ کسی روایت یا کتاب
کا پانا جسکے خط کو وہ پہچانتا ہو۔ اس کا حکم منقطع ہے۔ اور ایسی روایت اجازت سے معتبر ہے۔

وصیۃ۔ کوئی محدث اپنی موت یا سفر کے موقع پر اپنی جمع کردہ کسی کتاب کے حق
میں کسی کے لئے وصیت کر جائے۔ جمہور کے نزدیک اجازت ہو تو درست ہے۔

حل: الوجادہ۔ پانا وجد مجد سے ہے۔

یعرف کاتبہ۔ خواہ ظن غالب یا بینہ سے۔

اطلاق۔ ایک قوم نے بلا اجازت جائز قرار دیا ہے۔

غلط۔ باب تفعل سے ارباب حدیث نے اسے غلط قرار دیا۔

کذا۔ جس طرح وجاہہ میں اجازت شرط ہے اسی طرح وصیت بالکتاب میں۔

ائمة المتقدمین۔ متقدمین نے جائز قرار دیا ہے خطیب نے اس پر رد کیا ہے۔

وَ كَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ بِالرَّوَايَةِ فِي الْإِعْلَامِ وَ هُوَ أَنْ يُعْلِمَ الشَّيْخُ أَحَدَ الطَّلَبَةِ بِأَنِّي أَرَوِي الْكِتَابَ الْفُلَانِي عَنْ فُلَانٍ فَإِنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ إِجَازَةٌ أُعْتَبِرُوا إِلَّا فَلَا عِبْرَةَ بِذَلِكَ كَالْإِجَازَةِ الْعَامَّةِ فِي الْمُجَازِلَةِ لَا فِي الْمُجَازِبَةِ كَانَ يَقُولُ أَجَزْتُ لِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ لِمَنْ أَدْرَكَ حَيَاتِي أَوْ لِأَهْلِ الْإِقْلِيمِ الْفُلَانِي أَوْ لِأَهْلِ الْبَلَدَةِ الْفُلَانِيَّةِ وَ هُوَ أَقْرَبُ إِلَى الصَّحَّةِ لِقُرْبِ الْإِنْحِصَارِ وَ كَذَا الْإِجَازَةُ لِلْمَجْهُولِ كَانَ يَقُولُ مُبْهَمًا أَوْ مُهْمَلًا وَ كَذَا الْإِجَازَةُ لِلْمَعْدُومِ كَانَ يَقُولُ أَجَزْتُ لِمَنْ سَيُولَدُ لِفُلَانٍ وَ قَدْ قِيلَ إِنَّ عَطْفَهُ عَلَى مَوْجُودٍ صَحَّ كَانَ يَقُولُ أَجَزْتُ لَكَ لِمَنْ سَيُولَدُ لَكَ وَالْأَقْرَبُ عَدَمُ الصَّحَّةِ أَيْضًا وَ كَذَلِكَ الْإِجَازَةُ لِمَوْجُودٍ أَوْ لِمَعْدُومٍ عُلِّقَتْ بِمَشْيَةِ الْغَيْرِ كَانَ يَقُولُ أَجَزْتُ لَكَ إِنْ شَاءَ فُلَانٌ أَوْ أَجَزْتُ لِمَنْ شَاءَ فُلَانٌ لَا أَنْ يَقُولَ أَجَزْتُ لَكَ إِنْ شِئْتَ وَ هَذَا عَلَى الْأَصَحِّ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ.

ترجمہ :- اسی طرح اعلام میں روایت کے لئے اجازت شرط ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شیخ کسی شاگرد کو بتادے کہ فلاں کتاب فلاں سے روایت کرتا ہوں اگر اجازت ہے تو معتبر ورنہ نہیں۔ جیسے اجازت عامہ شاگرد کیلئے نہ کہ حدیث کیلئے۔ جیسے کوئی کہے کہ میں نے اجازت دی تمام مسلمین کیلئے یا جو میری زندگی میں موجود ہو۔ یا فلاں ملک والوں کے لئے یا فلاں شہر والے کے لئے اور یہ آخر والا قرب انحصار کی وجہ سے صحت کے زیادہ قریب ہے۔ اسی طرح اجازت مجہول کا حکم ہے۔ مثلاً مبہم یا مہمل کہے اسی طرح معدوم کی اجازت مثلاً یوں کہے جو فلاں کو پیدا ہو گا اس کو اجازت دی اور یہ کہا گیا کہ اگر عطف موجود پر ہے تو صحیح مثلاً یوں کہے تم کو اجازت دی اس کے لئے جو پیدا ہو اور اقرب عدم صحت ہے۔ اسی لئے

اجازت موجود یا معدوم کے لئے ہو جب کہ اس کو مشیت پر معلق کر دیا گیا ہو۔ مثالیوں کہے میں نے اجازت دی اگر فلاں چاہے، یا اجازت دی اسے جو چاہے اس طرح نہ کہے میں نے تم کو اجازت دی اگر تم چاہو۔ اور یہ تمام شکلوں میں صحیح ترین صورت ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اعلام، اجازت علمہ، اجازت مجہولہ، اجازت معدوم، اجازت بتعلق المشیۃ کو بیان کر رہے ہیں۔ اعلام۔ شیخ کا یہ ظاہر کرنا کہ میں فلاں کتاب یا فلاں حدیث کو فلاں سے روایت کرتا ہوں۔ اجازت عامہ۔ شیخ عام اجازت ظاہر کرے۔ خواہ ملکی اعتبار سے۔ خواہ اپنی زندگی کے اعتبار سے۔ اجازت مجہول۔ مطلق یا نہ معلوم کو اجازت دے۔ اجازت معدوم۔ غیر موجود جس کے آئندہ پیدا ہونے کا امکان ہو اسے اجازت دے۔ ان تمام شکل مذکورہ میں اعلام کے بارے میں تو اجازت سے روایت جائز ہے۔ باقی اخیر کی کوئی شکل جائز نہیں۔

حل: اعلام۔ افعال کا مصدر۔ اعلان کرنا ظاہر کرنا۔

لہ۔ منہ۔ لہ یعنی شاگرد کو منہ یعنی شیخ سے۔

فلا عبرۃ۔ اگر اجازت نہ ہو تو کوئی اعتبار نہیں۔ ابن جریج، ابن مبلغ بغیر اجازت کے جائز کہتے ہیں۔

کالا جازۃ العامۃ۔ جس طرح اجازت عامہ غیر معتبر ہے اسی طرح یہ۔

المجاز لہ۔ مراد شاگرد۔ المجاز بہ۔ حدیث و روایت۔

و ہو۔ مراد کسی شہر والے کی اجازت۔ مثلاً باشندہ بصرہ کو اجازت دے کہ انحصار کی وجہ سے جہالت نہیں۔

مبہماً۔ مثلاً نام نہ لیا۔ مہملأ۔ نام تو لیا مگر امتیاز نہ ہو سکا۔ مثلاً عبد اللہ۔

وقد قیل۔ اس کے قائل ابو بکر سختیابی ہیں۔ ان کے نزدیک اتصال کے ساتھ جائز ہے۔

الاقرب۔ حافظ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے۔

علقت۔ غیر کی مشیت پر معلق کیا۔ ہاں اگر مخاطب کی مشیت پر معلق کیا تو درست ہے مثلاً تم چاہو تو تم کو اجازت دیدوں۔

هذا علی الاصح۔ یعنی مذکورہ کے اعتبار کا نہ ہو بلکہ اصح قول کی بنا پر ہے۔

وَقَدْ جَوَّزَ الرَّوَايَةَ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ سِوَى الْمَجْهُولِ مَا لَمْ يَتَبَيَّنِ الْمُرَادُ مِنْهُ
الْخَطِيبُ وَحِكَاةٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ مَشَائِخِهِ وَاسْتَعْمَلَ الْإِجَازَةَ لِلْمَعْدُومِ مِنَ
الْقَدَمَاءِ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي دَاوُدَ وَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ مُنْدَةَ وَ اسْتَعْمَلَ الْمُعْلَقَةَ مِنْهُمْ
أَيْضًا أَبُو بَكْرٍ ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ وَ رَوَى بِالْإِجَازَةِ الْعَامَّةِ جَمْعٌ كَثِيرٌ جَمَعَهُمْ بَعْضُ
الْحَفَاطِ فِي كِتَابٍ وَ رَتَّبَهُمْ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ لِكَثَرَتِهِمْ وَ كُلُّ ذَلِكَ كَمَا
قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ تَوْسِعٌ غَيْرُ مُرْصِيٍّ لِأَنَّ الْإِجَازَةَ الْخَاصَّةَ الْمُعَيَّنَةَ مُخْتَلَفٌ فِي
صِحَّتِهَا اخْتِلَافًا قَوِيًّا عِنْدَ الْقَدَمَاءِ وَ إِنْ كَانَ الْعَمَلُ اسْتَقَرَّ عَلَى إِعْتِبَارِهَا عِنْدَ
الْمُتَأَخِّرِينَ فَهِيَ ذَوْنُ السَّمَاعِ بِالْإِتِّفَاقِ فَكَيْفَ إِذَا حَصَلَ فِيهَا الْإِسْتِزْسَالُ
الْمَذْكُورُ فَإِنَّهَا تَزْدَادُ ضَعْفًا لِكُنْهَافِ الْجُمْلَةِ خَيْرٌ مِنْ إِيْرَادِ الْحَدِيثِ مُعْضَلًا
وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَ إِلَى هُنَا انْتَهَى الْكَلَامُ فِي أَقْسَامِ صِيغِ الْأَدَاءِ.

ترجمہ :- خطیب نے تحقیق مجہول کے علاوہ صورتوں میں روایت کو جائز قرار دیا ہے
تا وقتیکہ مراد واضح نہ ہو۔ مشائخ کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے۔ معدوم کی اجازت کو
قدماء میں ابو بکر بن داؤد۔ ابو عبد اللہ بن مندہ نے استعمال کیا ہے۔ اور معلق کو قدماء میں
ابو بکر بن خیشمہ نے استعمال کیا ہے۔ (یعنی جو غیر پر معلق ہو) اور اجازت عامہ سے روایت
کو ایک جم غفیر نے جائز قرار دیا ہے۔ جس کو بعض حفاظ نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے اور ان
کے کثیر ہونے کی وجہ سے حروف مجم پر مرتب کیا ہے۔ ابن صلاح کے مطابق یہ تمام
توسیعات پسندیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے اجازت خاصہ معینہ کے صحیح ہونے کے سلسلے میں
قدماء کے نزدیک شدید اختلاف ہے۔ اگرچہ عمل متاخرین کے نزدیک اس اعتبار سے جاری
ہے۔ پس یہ بالاتفاق سماع سے کم مرتبہ کا ہے۔ پس کس طرح جب توسع مذکور (وصیت
وجادۃ، اعلام اجازت عامہ) میں اجازت حاصل ہو جائے گی تو ضعف ہی کی زیادتی ہوگی۔
لیکن یہ (اجازت) بہتر ہے حدیث کو معطل لانے سے۔ خدائے پاک ہی بہتر جانتا ہے۔
یہاں صیغہ ادا کی قسموں کا بیان ختم ہو گیا۔

تشریح :- اس مقام سے مولف، مجہول کے علاوہ جو وصیت وجادہ اجازت عامہ وغیرہ
ہیں اسکے متعلق بعض لوگوں کے قول جواز کو بیان کر کے اپنی رائے پیش کر رہے ہیں۔

خطیب نے اور مشائخ کی ایک جماعت نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ جن میں ابو بکر اور ابن مندہ بھی ہے۔ ابو بکر بن خثیمہ نے غیر کی مشیت پر معلق والی صورت بھی جائز قرار دیا ہے۔ ابن صلاح صاحب مقدمہ نے اس جواز کو پسند نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ اجازت خاصہ ہی میں جب اختلاف ہے تو اس میں بدرجہ اولیٰ نہ ہونا چاہئے۔ مقدمہ ابن صلاح میں اس پر نہایت تفصیل سے بحث ہے۔

حل: جوز۔ اسکا فاعل خطیب ہے۔ قاضی عیاض نے بھی مشائخ کا قول اجازت کا ذکر کیا ہے۔ حروف المعجم۔ یعنی حروف تہجی کے اعتبار سے۔ المعلقہ۔ یعنی جو غیر کی مشیت پر معلق ہو۔

کل ذلک۔ یہ مبتدا ہے۔ اس کی خبر غیر مرضی ہے۔ کل ذلک سے مراد تمام جائز قرار دادہ امور۔

استقر علی اعتبارہا۔ انہوں نے تحقیق روایت کی ترغیب کیلئے ایسی سہولت اختیار کی۔ حصل فیہا۔ یعنی اجازت۔

الاسترسال المذكور۔ یعنی توسعات مذکورہ وصیت و جادہ اعلام وغیرہ۔ لکنہا۔ یعنی اجازت خاصہ۔ معضل۔ جس میں راوی مسلسل حذف ہو۔

ثُمَّ الرُّوَاةُ اتَّفَقَتْ أَسْمَاؤُهُمْ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ فَصَاعِدًا وَ اخْتَلَفَتْ أَشْخَاصُهُمْ سَوَاءٌ اتَّفَقَ فِي ذَلِكَ اِثْنَانِ مِنْهُمْ أَمْ أَكْثَرُ وَ كَذَلِكَ إِذَا اتَّفَقَ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا فِي الْكُنْيَةِ وَالنَّسَبِ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ وَ فَإِنْدَتُهُ مَعْرِفَةُ خَشْيَةٍ أَنْ يُظَنَّ الشَّخْصَانِ شَخْصًا وَاحِدًا وَ قَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابًا حَافِلًا وَ قَدْ لَخِصَّتُهُ وَ زِدْتُ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيرًا وَ هَذَا عَكْسُ مَا تَقَدَّمَ مِنَ النَّوْعِ الْمُسَمَّى بِالْمُهْمَلِ لِأَنَّهُ يُخْشَى مِنْهُ أَنْ يُظَنَّ الْوَاحِدُ اِثْنَيْنِ وَ هَذَا يُخْشَى أَنْ يُظَنَّ اِثْنَانِ وَاحِدًا.

ترجمہ:- پھر راوی متعدد ایسے ہوں کہ ان کے یا ان کے آباء واجداد یا اس سے آگے کا نسب یکساں ہو۔ اور شخصیتیں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ برابر ہے خواہ یہ اتفاق دو میں پیش آئے یا زائد میں اسی طرح دو یا دو سے زائد کنیت میں پیش آئے یا نسبت میں۔ تو اس قسم کو متفق و

مفترق کہا جاتا ہے۔ اس کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ دو شخصوں کو ایک شخص سمجھنے کے گمان سے محفوظ رہنا ہے۔ اس پر خطیب نے ایک وسیع کتاب لکھی ہے میں نے اس کی تلخیص کی ہے اور بہت سے امور کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ ماقبل کی اس نوع جس کا نام مہمل تھا اس کا عکس ہے چونکہ وہاں خوف تھا کہ ایک کو دو نہ سمجھ لیا جائے اور یہاں یہ خوف ہے کہ دو کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف رواۃ میں ہم نامی کی وجہ سے جو اشتباہ اور خطا کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے اس کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے رواہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) متفق مفترق۔ (۲) مو تلف مختلف۔ (۳) اشتباہ۔ متفق مفترق، وہ راوی ہیں جس کے نام مع ولدیت بولنے اور لکھنے میں یکساں ہوں۔ اور ان کی شخصیت علیحدہ علیحدہ ہو۔ نام یکساں ہونے کی وجہ سے متفق اور ذات علیحدہ ہونے کی وجہ سے مفترق کہا جاتا ہے۔ مو تلف و مختلف۔ وہ رواۃ جن کے نام لکھنے میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں۔ جیسے عقیل۔ اور عقیل۔ متشابہ۔ وہ ہم نام راوی جن کی ولدیت تلفظ مختلف اور کتابت میں متفق ہو۔ جیسے محمد بن عقیل اور محمد بن عقیل۔ یا اس کا برعکس ہو۔ تلفظ میں مختلف اور ولدیت یکساں ہو جیسے شریح بن النعمان اور سرتج بن النعمان۔

حل: اثنان او اکثر۔ ہم نام دو ہوں یا اس سے زائد خلیل بن احمد نام کے چھ راوی ہیں۔ النسبة نسبت میں ہو جیسے محمد بن عبد اللہ الانصاری۔ اس نام و نسبت کے دو ہیں۔

فائدة: اس مقام سے اس کی معرفت کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ دو کو ایک نہ سمجھ لیا جائے۔ کتاباً خطیب کی اس کتاب کا نام الموضع الاوامم الجمع والتفریق ہے۔ حاذلاً یعنی جامعاً۔ هذا یعنی یہ مہمل کی ضد اور عکس ہے۔

وَإِنْ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطَأً وَ اخْتَلَفَتْ نُطْقًا سَوَاءٌ كَانَ مَرْجِعُ الْاِخْتِلَافِ النُّقْطَ الشَّكْلِ فَهُوَ الْمُوتَلَفُ وَ الْمُخْتَلَفُ وَ مَعْرِفَتُهُ مِنْ مُهِمَّاتِ هَذَا الْفَنِّ حَتَّى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ أَشَدُّ التَّضْحِيفِ مَا يَقَعُ فِي الْأَسْمَاءِ وَ وَجْهَهُ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهُ شَيْءٌ يَدْخُلُهُ الْقِيَاسُ وَ لَا قِبْلَةَ شَيْءٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ لَا بَعْدَهُ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيهِ أَبُو أَحْمَدَ الْعَسْكَرِيُّ لَكِنَّهُ أَضَافَهُ إِلَى كِتَابِ التَّضْحِيفِ لَهُ ثُمَّ أَفْرَدَهُ بِالتَّأْلِيفِ عَبْدُ الْغَنِيِّ

ابْنُ سَعِيدٍ فَجَمَعَ فِيهِ كِتَابَيْنِ كِتَابًا فِي مُشْتَبِهِ الْأَسْمَاءِ وَ كِتَابًا فِي مُشْتَبِهِ النُّسَبَةِ
وَ جَمَعَ شَيْخُهُ الدَّارُ قُطْنِي فِي ذَلِكَ كِتَابًا خَافِلًا ثُمَّ جَمَعَ الْخَطِيبُ ذِيلاً ثُمَّ
جَمَعَ الْجَمِيعَ أَبُو نَصْرِ بْنِ مَاكُولَا فِي كِتَابِهِ إِلَّا كَمَالَ.

ترجمہ:- پھر اگر نام کتاب میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ اور گویائی میں علیحدہ ہو۔ خواہ یہ
اختلاف نقطوں میں ہو یا شکلوں میں تو وہ مولف و مختلف ہے۔ اس سے واقفیت اس فن
کے اہم امور میں سے ہے۔ یہاں تک کہ ابن مدینی نے کہا کہ سب سے زیادہ غلطی نام میں
ہے۔ اس کی توجیہ میں بعضوں نے کہا کہ اس میں چونکہ قیاس کو دخل نہیں۔ نہ اس کے
آگے پیچھے کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو (اس کی صحت پر) دلالت کرے۔ ابو احمد عسکری نے
اس موضوع پر ایک کتاب لکھی اور اسے اپنی کتاب التصحیف میں شامل کر لیا۔ پھر عبد
الغنی بن سعید نے مستقل اس پر کتاب لکھی اس میں دو کتابوں کو جمع کیا۔ ایک کتاب مشتبہ
الاسماء ایک مشتبہ النسبة۔ انکے استاذ دار قطنی نے اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی پھر خطیب نے
اس کا ذیل لکھا۔ پھر سب کو جمع کر دیا ابو نصر ما کولانے اپنی کتاب اکمال میں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مولف مختلف کی تعریف اس کی اہمیت اور اس فن پر لکھی
جانے والی کتابوں کو ذکر کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ محدثین نے اس پر کتنی توجہ کی
ہے۔ اس کی تعریف اور مثال گذر چکی ہے۔ جیسے عقیل اور عقیل۔

حل: خطأ۔ یعنی کتابت کے اعتبار سے۔

مولف۔ یعنی لکھنے کے اعتبار سے یکساں اور بولنے کے اعتبار سے مختلف ہونے کی وجہ سے۔
بانہ۔ التصحیف۔ ولا قبلہ۔ یعنی سیاق و سباق کی وجہ سے
فیہ۔ یعنی اس مولف اور مختلف کے موضوع پر۔

ذیلًا۔ یعنی اضافہ اور حاشیہ کے طور پر وہ باتیں لکھیں جو رہ گئی تھیں۔

وَ اسْتَذْرَكَ عَلَيْهِمْ فِي كِتَابٍ آخَرَ فَجَمَعَ فِيهِ أَوْهَامَهُمْ وَ بَيَّنَّهَا وَ كِتَابَهُ مِنْ أَجْمَعٍ فِي
ذَلِكَ وَ هُوَ عُمْدَةٌ كُلُّ مُحَدِّثٍ بَعْدَهُ وَ قَدْ اسْتَذْرَكَ عَلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ بْنُ نُقْطَةَ مَا فَاتَهُ أَوْ
تَجَدَّدَ بَعْدَهُ فِي مُجَلَّدٍ ضَخِيمٍ ثُمَّ ذَيْلٌ عَلَيْهِ مِنْصُورٌ بِنُ سَلِيمٍ بِفَتْحِ السِّينِ فِي مُجَلَّدٍ
لَطِيفٍ وَ كَذَلِكَ أَبُو حَامِدٍ بْنُ الصَّابُونِيِّ وَ جَمَعَ الدَّهْبِيُّ فِي ذَلِكَ مُخْتَصَرًا جَدًّا

اعْتَمَدَ فِيهِ عَلَى الضَّبْطِ بِالْقَلَمِ فَكثُرَ فِيهِ الْغَلَطُ وَالتَّضْخِيفُ الْمُبَاتِنُ لِمَوْضُوعِ الْكِتَابِ وَقَدْ يَسِّرَنَا اللَّهُ تَعَالَى لِتَوْضِيحِهِ فِي كِتَابِ سَمِيئَتِهِ بِتَبْصِيرِ الْمُشْتَبِهِ بِتَحْوِيلِ الْمُشْتَبِهِ وَهُوَ مُجَلَّدٌ وَاحِدٌ فَضَبَطْتُهُ بِالْحُرُوفِ عَلَى الطَّرِيقَةِ الْمَرْضِيَّةِ وَزِدْتُ عَلَيْهِ شَيْئًا كَثِيرًا مِمَّا أَهْمَلَهُ أَوْ لَمْ يَقِفْ عَلَيْهِ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَى ذَلِكَ.

ترجمہ:- اور اس پر استدراک کیا ہے دوسری کتاب میں اس میں اوہام کو بیان کیا ہے اور جمع کیا ہے۔ اور جمع کردہ کتابوں میں سے ان کی کتاب سب سے عمدہ ہے۔ ہر محدث کے لئے عمدہ ہے جو اس کے بعد آئے۔ اور جو چھوٹ گیا تھا اس پر ابو بکر بن نقطہ نے استدراک کیا۔ یا جو نئے مسائل اس کے بعد آئے۔ ایک ضخیم جلد میں۔ پھر اس پر منصور بن سلیم بفتح السین نے ایک لطیف جلد میں ذیل لکھا۔ اسی طرح ابو حامد بن الصابونی نے اور ذہبی نے ان سب کو ایک مختصر میں جمع کر دیا۔ مگر اس میں ضبط پر قلم سے اعتماد کیا (یعنی تحریر) پر کثرت سے اس میں غلطیاں واقع ہو گئیں۔ جو موضوع کتاب کے خلاف ہوئی۔ خدا تعالیٰ ہم پر آسان کرے۔ اس کی توضیح میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام تبصیر المشتبهہ تحریر المشتبهہ ہے۔ وہ ایک جلد میں ہے۔ میں نے اسے اچھی طرح حروف کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ اور اس پر بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ جن لوگوں نے چھوڑ دیا یا جن سے لوگ واقف نہ ہوئے۔ اس پر خدا ہی کی تعریف ہے۔

تشریح:- اس فن پر جو استدراکات ہوئے اور اس فن پر جو اہم قابل ذکر تالیفات محدثین کے قلم سے وجود میں آئیں مولف اس کا تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن ماکولا نے اکمال کے علاوہ ایک کتاب استدراک لکھا۔ یعنی ماقبل کے چھوٹے مسائل کو جمع کر دیا۔ ابو بکر بن نقطہ نے ابن ماکولا پر مستدرک لکھا۔ منصور بن سلیم نے اس پر ذیل لکھا۔ اسی طرح ابو حامد صابونی نے بھی ذیل لکھا۔ ان سب کو ذہبی نے مختصر کر کے ایک مختصر کی ترتیب دی۔ ذہبی نے ان ناموں کو کتابتہً تو لکھا مگر تحریر یعنی حروف میں ضبط نہیں کیا جس سے مقصد فوت ہو گیا اور غلطیاں زاید ہو گئیں۔ پھر خود حافظ نے ذہبی کی کتاب پر توضیح کی جس کا نام تبصرة المستعجبہ رکھا۔ اس میں ناموں کو حروف سے ضبط کیا۔ اور اس میں بہت سی مافات امور کا اضافہ کیا۔ اس طرح سب سے جامع کتاب

حافظ کی ہو گئی۔

وَ اِنْ اِتَّفَقَتِ الْاَسْمَاءُ خَطَا وَ نَطَقًا وَ اَخْتَلَفَتِ الْاَبَاءُ نَطَقًا مَعَ اِتِّلَافِهَا خَطَا كَمُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ بَفَتْحِ الْعَيْنِ وَ مُحَمَّدِ ابْنِ عَقِيلٍ بِضَمِّهَا فَالْاَوَّلُ نِسَابُورِي وَ الثَّانِي فَرِيَابِي وَ هُمَا مَشْهُورَانِ وَ طَبَقْتُهُمَا مُتَقَارِبَةً اَوْ بِالْعَكْسِ كَانَ يَخْتَلِفُ الْاَسْمَاءُ نَطَقًا وَ يَاتِلِفُ خَطَا وَ يَتَّفِقُ الْاَبَاءُ خَطَا وَ نَطَقًا كَشُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ وَ سُرَيْجِ بْنِ النُّعْمَانِ الْاَوَّلُ بِالشَّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَ هُوَ تَابِعِي يَرْوِي عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَ الثَّانِي بِالشَّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَ الْجِيمِ وَ هُوَ مِنْ شُيُوخِ الْبُخَارِيِّ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الْمُتَشَابِهُ وَ كَذَا اِنْ وَقَعَ ذَلِكَ الْاِتِّفَاقُ فِي الْاِسْمِ وَ اِسْمِ الْاَبِ وَ الْاِخْتِلَافُ فِي النَّسَبِ وَ قَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابًا جَلِيلًا سَمَّاهُ تَلْخِيصُ الْمُتَشَابِهِ ثُمَّ ذَبَلَ عَلَيْهِ اَيْضًا بِمَا فَاتَهُ اَوَّلًا وَ هُوَ كَثِيرُ الْفَائِدَةِ.

ترجمہ:- اگر نام تحریر اور تلفظ میں تو یکساں ہوں اور آباء میں تلفظاً فرق ہو۔ اور خط میں یکساں ہوں۔ جیسے محمد بن عقیل عین کے فتح کے ساتھ اور محمد بن عقیل عین کے ضمہ کے ساتھ اول نیشاپوری ہیں دوم فریابی ہیں دونوں مشہور ہیں۔ دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے۔ یا یہ کہ اس کا عکس ہو۔ نام تو تلفظ کے اعتبار سے مختلف ہو۔ اور تحریر ایکساں ہو۔ اور والد کا نام تحریر اور تلفظ میں دونوں یکساں ہوں۔ جیسے شریح بن النعمان اور سرتج بن النعمان اول منقوط شین کے ساتھ اور حاء غیر منقوط کے ساتھ، یہ تابعی ہیں جو حضرت علی سے روایت کرتے ہیں دوسرا سین غیر منقوط اور جیم کے ساتھ ہے۔ جو بخاری کے اساتذہ میں ہیں۔ یہ وہ قسم ہے جس کا نام متشابہ رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر راوی اور راوی کے والد کے نام میں اتفاق ہو اور نسبت میں فرق ہو تو اس پر خطیب نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام تلخیص المتشابہ ہے۔ پھر جو چھوٹ گیا تھا اس کا ذیل لکھا۔ جو بہت مفید ہے۔

تشریح:- تیسری قسم متشابہ کی یہاں سے تفصیل کر رہے ہیں۔ یہ وہ ہم نام راوی جس کی ولدیت کتاب میں یکساں اور تلفظ میں مختلف ہو۔ جیسے محمد بن عقیل عین کے فتح کے ساتھ اور محمد بن عقیل عین کے ضمہ کے ساتھ۔ یا اس کا عکس ولدیت میں یکساں ہو اور راوی میں خطاً تو یکسانیت ہو اور تلفظاً فرق ہو۔ جیسے شریح بن النعمان بڑی شین کے ساتھ

اور حاء کے ساتھ اور سرتج بن النعمان سین اور جیم کے ساتھ۔ یا نام اور ولدیت تو یکساں ہو مگر نسبت میں فرق ہو جیسے محمد بن عبد اللہ مخرمی تشدید یا کے ساتھ اور محمد بن عبد اللہ مخرمی بلا تشدید یا کے اول مخرمی نسبت ہے مقام مخرم کی طرف جو بغداد کے علاقے میں ہے۔ اور ثانی مخرمہ بن نوفل کی جانب منسوب ہے۔ فریابی منسوب ہے ترک کے علاقے کے ایک شہر فریاب کی طرف۔

وَيَتَرَكُ مِنْهُ وَمِمَّا قَبْلَهُ أَنْوَاعٌ مِنْهَا أَنْ يَحْصَلَ الْإِتِّفَاقُ أَوْ الْإِشْتِبَاهُ فِي الْأِسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ مَثَلًا إِلَّا فِي حَرْفٍ أَوْ حَرْفَيْنِ لَأَكْثَرَ مِنْ أَحَدِهِمَا أَوْ مِنْهُمَا وَهُوَ عَلَى قِسْمَيْنِ إِمَّا بِأَنْ يَكُونَ الْإِخْتِلَافُ بِالتَّغْيِيرِ مَعَ أَنَّ عَدَدَ الْحُرُوفِ ثَابِتَةٌ فِي الْجِهَتَيْنِ أَوْ يَكُونَ الْإِخْتِلَافُ بِالتَّغْيِيرِ مَعَ تَقْصَانِ بَعْضِ الْأَسْمَاءِ عَنْ بَعْضِ لِمَنْ أَمِثِلُهُ الْأَوَّلُ مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ بِكُسْرِ السَّيْنِ الْمُهِمْلَةِ وَتَوْنَيْنِ بَيْنَهُمَا أَلِفٌ وَهُمْ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ الْعَوْقِيُّ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَالْوَارِثُ ثُمَّ الْقَافُ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ سَيَّارٍ بِفَتْحِ السَّيْنِ الْمُهِمْلَةِ وَ تَشْدِيدِ الْيَاءِ التَّخْتَانِيَّةِ وَ بَعْدَ الْأَلِفِ رَاءٌ وَهُمْ أَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ الْيَمَامِيُّ شَيْخُ عُمَرَ بْنِ يُونُسَ وَ مِنْهَا مُحَمَّدُ بْنُ حُنَيْنٍ بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهِمْلَةِ وَ تَوْنَيْنِ الْأُولَى مَفْتُوحَةً بَيْنَهُمَا يَاءٌ تَخْتَانِيَّةٌ تَابِعِيٌّ يَرْوِي عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ بِالْجِيمِ بَعْدَهَا بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ وَ آخِرُهُ رَاءٌ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ بْنُ مُطْعِمٍ تَابِعِيٌّ مَشْهُورٌ أَيْضًا وَ مِنْ ذَلِكَ مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ كُوْفِيُّ مَشْهُورٌ وَ مُطَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ بِالطَّاءِ بَدَلُ الْعَيْنِ شَيْخٌ آخَرُ يَرْوِي عَنْهُ أَبُو حَذِيفَةَ التَّهْدِيُّ وَ مِنْهُ أَيْضًا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ صَاحِبُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ وَ آخَرُونَ وَ أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ مِثْلُهُ لَكِنْ بَدَلُ الْمِيمِ يَاءٌ تَخْتَانِيَّةٌ وَ هُوَ شَيْخُ بُخَارِيٍّ يَرْوِي عَنْهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَيْكَنْدِيُّ.

ترجمہ:- اس سے اور ما قبل سے مل کر چند قسمیں حاصل ہوں گی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ راوی یا اسکے والد کے نام میں یکسانیت اور اشتباہ واقع ہو مگر ایک یا دو حرف میں نہیں۔ اس سے زیادہ میں ہو۔ دو ناموں میں سے ایک میں۔ یا دونوں میں تو اس کی دو قسم ہے۔ یا تو اختلاف تغیر کی وجہ سے ہو۔ اور حروف کی تعداد دونوں صورتوں میں باقی ہو۔ یا

یہ کہ اختلاف تو تغیر کی وجہ سے ہو بعض ناموں میں کمی کے ساتھ۔ اول کی مثال۔ محمد بن سنان سین مہملہ کے کسرہ کے ساتھ اور دونوں اور اس کے درمیان الف ہے اور اس نام سے ایک جماعت ہے انھیں میں عوفی بھی ہیں جو عین اور واو کے فتح پھر قاف کے ساتھ ہے۔ یہ بخاری کے شیخ ہیں اور محمد بن سیار سین مہملہ کے فتح کے ساتھ اور یا تھانیہ کی تشدید کے ساتھ اور الف کے بعد راء ہے۔ اور اس نام کی بھی ایک جماعت ہے۔ انھیں یمای بھی ہیں جو عمر بن یونس کے شیخ ہیں اور انھیں میں محمد بن حنین بھی ہیں جو حاء مہملہ کے ضمہ کے ساتھ اور دونوں کے ساتھ جس کے درمیان الف ہے۔ یہ ایک تابعی ہیں جو ابن عباس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور محمد بن جبیر۔ جیم اور اس کے بعد با کے ساتھ اور اسکے آخر میں راء ہے۔ اور یہ محمد بن جبیر بن مطعم ایک مشہور تابعی ہیں۔ اور اسی میں معرف بن واصل کوئی ہیں جو مشہور ہیں۔ اور مطرف بن واصل بھی ہیں جو عین کے بدلے طاء کے ساتھ ہے۔ یہ دوسرے شیخ ہیں اس سے ابو حذیفہ مدنی روایت کرتے ہیں اور اسی میں نیز احمد بن حسین صاحب ابراہیم بن سعدون ہیں اور دوسرے احید بن الحسین اسی کے مثل ہے۔ لیکن میم کے بجائے یا تھانیہ ہے، یہ بخاری کے شیخ ہیں اسے عبد اللہ بن محمد بیکندی روایت کرتے ہیں۔

تشریح:- ماقبل کے اقسام مذکورہ مولف مفترق و متشابہ سے جو اقسام حاصل ہوتے ہیں اس کی مولف تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ اتفاق و اشتباہ نام میں تو ہو مگر ایک دو حروف میں نہ ہو۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ تعداد میں تو یکساں ہو مگر ایک دو حروف بدلے ہوں جیسے محمد بن سنان، محمد بن سیار۔ کہ نون اور یاء کو فرق ہے۔ اسی طرح معرف بن واصل اور مطرف بن واصل ایک عین کے ساتھ ایک طاء کے ساتھ۔ اسی طرح احمد بن حسین اور احید بن حسین۔ ایک میم کے ساتھ ایک یاء کے ساتھ ہے۔

حل: یترکب منه۔ یعنی متشابہ۔ مما قبلہ۔ یعنی مولف اور مختلف۔

انواع۔ یعنی مختلف قسمیں۔ مہما ای من جملة الانواع

الاتفاق۔ یعنی خط اور نطق میں۔ فی الاسم یعنی راوی کے نام میں

فاکثر۔ ای من حرفین۔ من احدهما۔ ای احد الاسمین من رسم الراوی۔

و اسم الاب۔ یعنی راوی یار راوی کے والد کے نام میں سے ایک میں۔
 جہتین۔ یعنی دور راوی کے اعتبار سے۔ عوقی۔ عوقہ جو بطن عبدالقیس سے ہے۔
 یمامی۔ یمامہ کی جانب منسوب ہے۔ منها۔ مراد اس سے اسطہ الاول ہے۔

وَمِنْ ذَلِكَ أَيْضًا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ شَيْخٌ بُخَارِيُّ مَشْهُورٌ مِنْ طَبَقَةِ مَالِكٍ وَ
 جَعْفَرُ بْنُ مَيْسَرَةَ شَيْخٌ مَشْهُورٌ شَيْخٌ لِعَبِيدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى الْكُوفِيِّ الْأَوَّلِ
 بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْفَاءِ بَعْدَهَا صَادٌ مُهْمَلَةٌ وَالثَّانِي بِالْجِيمِ وَالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ
 بَعْدَهَا فَاءٌ ثُمَّ رَاءٌ وَ مِنْ أَمْثِلَةِ الثَّانِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فِي الصَّحَابَةِ
 صَاحِبُ الْأَذَانِ وَ اسْمُ جَدِّهِ عَبْدُ رَبِّهِ وَ رَاوَى حَدِيثَ الْوُضُوءِ وَ اسْمُ جَدِّهِ
 عَاصِمٌ وَ هُمَا أَنْصَارِيَانِ وَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ بَزِيَادَةُ بَاءٌ فِي أَوَّلِ اسْمِ الْأَبِ
 وَالزَّايِ الْمَكْسُورَةِ وَ هُمْ أَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فِي الصَّحَابَةِ الْخَطْمِيُّ يُكْنَى أَبَا
 مُوسَى وَ حَدِيثُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَالْقَارِي لَهُ ذِكْرٌ فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
 تَعَالَى عَنْهُمَا وَقَدْ زَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ الْخَطْمِيُّ وَ فِيهِ نَظَرٌ وَمِنْهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى
 وَ هُمْ جَمَاعَةٌ وَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُجَيْيٍ بِضَمِّ النُّونِ وَ فَتَحِ الْجِيمِ وَ تَشْدِيدِ الْيَاءِ تَابِعِيُّ
 مَعْرُوفٌ يَرْوِي عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ .

ترجمہ :- اور اسی میں حفص بن ميسره بخاری کے مشہور شیخ ہیں۔ اور جعفر بن ميسره
 عبد اللہ بن موسی کے مشہور شیخ ہیں۔ پہلا حاء مہملہ کے ساتھ اور اس کے بعد صاد مہملہ
 ہے۔ دوسرا جیم اور عین مہملہ اس کے فاپھر راء ہے۔ مشہور تابعی ہیں جو حضرت علی سے
 روایت کرتے ہیں۔ اور قسم ثانی کی مثال عبد اللہ بن زید اس نام کی ایک جماعت ہے۔
 انہیں میں اذان کی روایت کرنے والے صحابی ہیں۔ ان کے دادا کا نام عبد ربہ ہے۔ اور
 حدیث وضو کے بھی راوی ہیں ان کے دادا کا نام عاصم ہے۔ دونوں انصاری ہیں اور عبد اللہ
 بن یزید باپ کے نام کے شروع میں یا کی زیادتی کے اور زاء مکسورہ کے ساتھ اس نام کی بھی
 ایک جماعت ہے اس میں خطمی صحابی بھی ہیں جن کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔ ان کی حدیث
 صحیحین میں ہے۔ اور قاری بھی ہے۔ جس کا ذکر حدیث عائشہ میں ہے اور بعضوں نے
 اسے خطمی سمجھا ہے۔ اور اس میں اشکال ہے۔ اور اسی میں عبد اللہ بن نجی ہے اور اس نام کی

ایک جماعت ہے۔ اور عبد اللہ بن نجی نون کے ضمہ اور جیم کے فتح اور یاء کی تشدید کے ساتھ ہے۔ مشہور تابعی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔
 تشریح:۔ ماقبل ہی کے مقصد سے اس عبارت مذکورہ کا تعلق ہے۔ اور اسی قسم اول کے اقسام کی تفصیل چل رہی ہے۔ اس کے بعد قسم ثانی کی مثال بیان کیا قسم ثانی سے مراد۔ کہ اختلاف بعض اسماء میں بعض حروف کی کمی یا زیادتی سے متعلق ہو۔ جیسے عبد اللہ بن زید اور عبد اللہ بن یزید۔ اسی نام کے ایک صحابی خطمی بھی ہیں۔ جن کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔ دوسرے ایک اور ہے جو قاری یا کی تشدید کے ساتھ ہے قبیلہ قارہ کی جانب ہے۔ بعضوں نے قاری اور خطمی کو ایک سمجھ لیا ہے سو یہ قابل تحقیق ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن یحییٰ اور عبد اللہ بن نجی ہے۔ کہ صرف جیم اور یا کا فرق ہے۔
 حل: و من ذلک۔ یعنی قسم اول۔

من امثلة الثانی۔ مراد جس میں تعبیر بعض اسماء میں حروف کی کمی و بیشی کے ساتھ متعلق ہو۔ صاحب الاذان۔ چونکہ ان سے اذان کی حدیث صحاح میں منقول ہے۔
 عاصم۔ بعض روایت میں عاصم کے بجائے ثعلبہ ہے ملا علی قاری نے شرح میں اسی کو ذکر کیا ہے۔ خطمی۔ ظمہ جو بطن اوس سے ہے اس کی طرف منسوب ہے۔
 القاری۔ قارہ قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔

فیہ نظر۔ اس نظر کی وجہ یہ ہے کہ یہ قاری بہت چھوٹے تھے یعنی آپ کے زمانہ میں۔
 اَوْ یَحْصُلُ الْإِتْفَاقُ فِی الْخَطِّ وَالنُّطْقِ لَكِنْ یَحْصُلُ الْإِخْتِلَافُ أَوْ الْإِشْتِبَاهُ بِالتَّقْدِیمِ وَالتَّأخِیرِ إِمَّا فِی الْأَسْمَاءِ جُمْلَةً وَ نَحْوُ ذَلِكَ كَأَنَّ یَقَعَ التَّقْدِیمُ وَالتَّأخِیرُ فِی الْأَسْمَاءِ الْوَاحِدِ فِی بَعْضِ حُرُوفِهِ بِالنَّسْبَةِ إِلَى مَا یَشْتَبِهُ بِهِ مِثَالُ الْأَوَّلِ الْأَسْوَدُ بْنُ یَزِیدَ وَ یَزِیدُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَ هُوَ ظَاهِرٌ وَ مِنْهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ یَزِیدَ وَ یَزِیدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَ مِثَالُ الثَّانِیِ أُیُوبُ بْنُ سَیَّارٍ وَ أُیُوبُ بْنُ یَسَّارٍ الْأَوَّلُ مَدَنِیٌّ مَشْهُورٌ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ وَالْآخَرُ مَجْهُولٌ۔

ترجمہ:۔ یا تحریر اور تلفظ میں تو یکسانیت ہو لیکن اختلاف اور اشتباه تقدیم و تاخیر میں ہوا یہ دو اسموں میں ساتھ ہو۔ یا اس کے مثل ہو کہ تقدیم و تاخیر ایک نام میں بعض حروف

کے اندر دوسرے مشابہ کے اعتبار سے ہو۔ اول کی مثال اسود بن یزید اور یزید بن الاسود ہے۔ اور یہ ظاہر ہے اسی طرح عبد اللہ بن یزید۔ اور یزید بن عبد اللہ ہے۔ اور ثانی کی مثال ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار ہے۔ اور مشہور ہے جو مدنی ہیں یہ قوی نہیں ہیں۔ اور دوسرے مجہول ہیں۔

تشریح :- اس مقام سے مولف اس قسم کو بیان کر رہے ہیں کہ رواۃ کے نام اکٹھے اور بولنے میں تو یکساں ہو مگر تقدیم و تاخیر کی وجہ سے اختلاف یا اشتباہ پیدا ہو گیا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ دونوں ناموں میں ایک ساتھ تقدیم و تاخیر ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن الاسود۔ یا ایک نام کے بعض حروف میں دوسرے مشابہ نام کے اعتبار سے ہو جیسے ایوب بن سیار۔ اور ایوب بن یسار۔

حل: فی الاسمین جملة یعنی ایک ساتھ۔ اس کا نام مشتبه القلوب رکھا گیا ہے۔ الاسود بن یزید۔ یہ تابعی ہیں۔ اور یزید بن الاسود نام کے دو صحابی ہیں ایک خزاعی دوسرا الجرش۔ الثانی۔ مراد تقدیم و تاخیر ایک نام میں ہو۔ لیس بالقوی۔ ایوب بن یسار کی روایت ضعیف ہے۔ المجہول۔ ایوب بن یسار۔ یہ مجہول راوی ہیں ان کی حدیث غیر مقبول ہے۔

”خاتمة“

وَمِنْ الْمُهْمِّ فِي ذَلِكَ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الرُّوَاةِ وَفَائِدَتُهُ أَلَا مَنْ مِنْ تَدَاخُلِ الْمُشْتَبِهِينَ وَامْكَانِ الإِطْلَاعِ عَلَى تَبْيِينِ التَّدْلِيلِ وَالْوُقُوفِ عَلَى حَقِيقَةِ الْمُرَادِ مِنَ الْعَنْعَنَةِ وَالطَّبَقَةِ فِي إِصْطِلَاحِهِمْ عِبَارَةً عَنْ جَمَاعَةٍ اشْتَرَكُوا فِي السَّنِّ وَإِقَاءِ الْمَشَانِخِ وَقَدْ يَكُونُ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ مِنْ طَبَقَتَيْنِ بِإِعْتِبَارَيْنِ كَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنَّهُ مِنْ حَيْثُ ثُبُوتِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَسَلَّمْ يُعَدُّ فِي طَبَقَةِ الْعَشْرَةِ مَثَلًا وَمِنْ حَيْثُ صِغَرِ السَّنِّ يُعَدُّ فِي طَبَقَةِ مَنْ بَعْدَهُمْ فَمَنْ نَظَرَ إِلَى الصَّحَابَةِ بِإِعْتِبَارِ الصُّحْبَةِ جَعَلَ الْجَمِيعَ طَبَقَةً وَاحِدَةً كَمَا صَنَعَ ابْنُ حِبَّانٍ وَغَيْرُهُ وَمَنْ نَظَرَ إِلَيْهِمْ بِإِعْتِبَارِ قَدْرِ زَائِدٍ كَالسَّبْقِيِّ إِلَى

الإِسْلَامِ أَوْ شُهُودِ الْمَشَاهِدِ الْفَاضِلَةِ وَالْهَجْرَةِ جَعَلَهُمْ طَبَقَاتٍ وَ إِلَى ذَلِكَ جَنَحَ صَاحِبُ الطَّبَقَاتِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ الْبَغْدَادِيُّ وَ كِتَابُهُ أَجْمَعُ مَا جُمِعَ فِي ذَلِكَ مِنَ الْكُتُبِ وَ كَذَلِكَ مَنْ جَاءَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ وَ هُمْ التَّابِعُونَ مَنْ نَظَرَ إِلَيْهِمْ بِإِعْتِبَارِ الْأَخْذِ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ فَقَطْ جَعَلَ الْجَمِيعَ طَبَقَةً وَاحِدَةً كَمَا صَنَعَ ابْنُ حِبَّانٍ أَيْضًا وَ مَنْ نَظَرَ إِلَيْهِمْ بِإِعْتِبَارِ اللَّقَاءِ قَسَمَهُمْ كَمَا فَعَلَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ وَلِكُلِّ مِنْهُمَا وَجْهٌ.

ترجمہ :- ارباب حدیث کے نزدیک فن کے اہم امور میں سے راویوں کے طبقہ کا جاننا ہے۔ اور اس کا فائدہ مشتبہین کے داخل سے محفوظ رہنا اور تدلیس کی حقیقت پر مطلع ہونا اور عنعنہ کے حقیقی مراد سے واقف ہونا ہے۔ طبقہ کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسی جماعت جو عمر اور شیوخ کی ملاقات میں شریک ہو۔ کبھی ایک ہی شخص دو مختلف اعتبار سے دو طبقہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک اس حیثیت سے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف صحبت حاصل ہے۔ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور اس اعتبار سے کہ صغیر السن تھے بعد کے طبقہ میں شمار ہے۔ پس جنھوں نے صحابہ میں شرف صحبت کا اعتبار کیا سب کو ایک ہی طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جیسے ابن حبان وغیرہ نے۔ اور جنھوں نے قدر زائد (فضیلت وغیرہ) کا مثلاً سبقت اسلام یا باعث فضیلت معرکہ جہاد یا ہجرت تو انھوں نے صحابہ کو چند طبقوں میں شمار کیا ہے۔ اسی کی طرف صاحب طبقات ابن سعد ابو عبد اللہ محمد بن سعد بغدادی مائل ہوئے ہیں اور ان کی کتاب جمع کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ جامع ہے۔ اسی طرح صحابہ کے بعد جو تابعین آئے ہیں (انکا بھی ذکر ہے) اور جنھوں نے حضرات صحابہ سے محض استفادہ کا اعتبار کیا ہے۔ تو انھوں نے سب کو ایک طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جیسے کہ ابن حبان نے۔ اور جنھوں نے محض لقاء کا اعتبار کیا تو انھوں نے ان کو تقسیم کر دیا۔ جیسا کہ ابن سعد اور ہر ایک کو اس کی گنجائش ہے۔

تشریح :- خاتمہ میں چند فن کے اہم امور کا ذکر ہے۔ جن کا جاننا طالبین کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ چنانچہ انہیں اہم امور میں طبقات رواد بھی ہے۔ طبقہ اصطلاح میں وہ افراد عمر اور لقلہ شیوخ میں باہم شریک ہوں۔ عموماً اس کے تین فوائد جلیلہ ہیں۔ (۱) مشتبہ

رواہ کے خلط سے حفاظت ہوتی ہے۔ (۲) عنعنہ سماع پر محمول ہے یا نہیں علم ہو جاتا ہے۔
 (۳) تدلیس کا پتہ چلتا ہے۔ طبقات رواۃ میں اولاً صحابہ کا طبقہ ہے۔ طبقات کی تقسیم کی بنیاد
 میں چونکہ لوگ مختلف ہیں اس لئے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہوا ہے۔ کسی نے مطلق
 شرف صحبت کو معیار بنایا ہے جیسے ابن حبان کسی نے فضیلت کے امور کو معیار بنایا ہے۔
 مثلاً غزوات کی شرکت۔ یا ہجرت وغیرہ جیسا کہ ابن سعد وغیرہ۔ کسی نے استفادہ کو معیار
 بنایا ہے اور پھر طبقات منقسم کئے ہیں جیسے ابن حبان نے۔ حاکم نے ۱۲/۱۲ ابن سعد نے ۱۵
 طبقے قائم کئے ہیں۔ (۱)

(۱) ان طبقات کی تفصیل عاجز کے رسالہ ارشاد اصول حدیث میں تفصیل سے درج ہیں۔

حل: المتشبهین۔ تثنیہ و جمع دونوں ہو سکتا ہے۔

الوقوف۔ مجرور ہے عطف ہے اطلاع پر۔

من العنعنہ۔ کہ متصل ہے یا نہیں معلوم ہو جائے گا۔

باعتبارین۔ دو مختلف اعتبار سے۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہونے
 کی وجہ سے اکابر صحابہ کی جماعت مثلاً حضرت ابن مسعود کی جماعت میں اور صغیر سن ہونے
 کی وجہ سے کہ آپ کی خدمت میں دس سال کی عمر میں آئے تھے۔ ابن عباس اور ابن عمر
 کی جماعت میں ہونگے۔

قدر زائد۔ یعنی باعث فضیلت امور۔

المشاهد الفاضلة۔ فضیلت کے مواقع مثلاً بذریعہ بیعت الرضوان۔

کتابہ۔ ابن سعد کی اس کتاب کا نام طبقات ابن سعد ہے۔

اعتبار الاخذ۔ یعنی استفادہ کے اعتبار سے۔ چنانچہ ابن حبان نے استفادہ کے اعتبار سے
 ایک طبقہ مانا ہے۔

اعتبار اللقاء۔ جنہوں نے لقاء کی کثرت و قلت کا اعتبار کیا ہے۔ انہوں نے تین طبقوں
 میں تقسیم کیا ہے۔ جیسے ابن سعد نے۔ اس اعتبار سے حاکم نے ۱۵/۱۵ طبقے شمار کئے ہیں۔

ولکل منهما۔ ہر ایک محقق کو اپنے اعتبار سے مختلف طبقوں کے ذکر کرنے کا اختیار ہے
 یعنی اپنے اپنے اصول و طریق و معیار کے اعتبار سے طبقوں کے بیان میں اختلاف کر سکتا ہے۔

وَمِنَ الْمُهْمِ اَيْضاً مَعْرِفَةُ مَوَالِيدِهِمْ وَ وُقَايَتِهِمْ لِأَنَّ بِمَعْرِفَتِهِمَا يَحْصُلُ الْأَمْنُ مِنْ دَعْوَى الْمُدَّعَى لِلِقَاءِ بَعْضِهِمْ وَ هُوَ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ لَيْسَ كَذَلِكَ. وَ مِنَ الْمُهْمِ اَيْضاً مَعْرِفَةُ بُلْدَانِهِمْ وَ أَوْطَانِهِمْ وَ فَايِدَتُهُ إِلَّا مَنْ مِنْ تَدَاخُلِ الْأَسْمَيْنِ إِذَا تَفَقَّاهُ لَكِنْ اِفْتَرَقَا بِالنَّسَبِ.

ترجمہ :- نیز اہم ترین امور میں سے انکی پیدائش اور وفات کی معرفت ہے۔ چونکہ اس کی معرفت سے بعض کا بعض سے (جھوٹی) ملاقات کا دعویٰ محفوظ ہو جائے گا۔ جب کہ واقعہ میں ایسا نہ ہو (ملاقات نہ ہو) اس اہم امور میں سے شہروں اور وطنوں کی پہچانا ہے۔ اور اس کا فائدہ دوناموں کے باہم تشابہ کے اندیشہ سے جب کہ وہ یکساں ہوں، محفوظ رہنا ہے۔ لیکن وہ (التباس) نسب سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

تشریح :- اس مقام سے مولف رواہ کے ولادت اور وفات اور انکے جائے پیدائش یا سکونت کے علاقے کی معرفت کی اہمیت کو ذکر کر رہے ہیں۔ ولادت اور وفات کا جاننا اس وجہ سے ضروری ہے تاکہ لقاء کے سلسلے میں صحیح جھوٹ کا پتہ چل جائے۔ اور وطن و سکونت کے شہروں کی معرفت اس وجہ سے کہ جو رواۃ اہم نام ہیں ان میں اس نسبت سے فرق کیا جاسکے کہ یہ بغدادی ہیں اور یہ رازی یا حرانی ہیں وغیرہ۔

حل لغات: موالید: میلاد کی جمع۔ نفس الامر۔ حقیقت واقعہ۔

اِفْتَرَقَا فِي النَّسَبِ. یعنی شہر اور وطن کی معرفت سے ناموں کا التباس و اشتباہ جاتا رہیگا۔ وَمِنَ الْمُهْمِ اَيْضاً مَعْرِفَةُ اَحْوَالِهِمْ تَعْدِيلاً وَ تَجْرِيحاً وَ جِهَالَةً لِأَنَّ الرَّاَوِيَ اِمَّا اَنْ يُعْرِفَ عَدَالَتَهُ اَوْ يُعْرِفَ فِسْقَهُ اَوْ لَا يُعْرِفُ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ. وَ مِنَ اَهْمِ ذَلِكَ بَعْدَ الْاِطْلَاعِ مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ الْجَرَحِ وَ التَّعْدِيلِ لِأَنَّهُمْ قَدْ يَجْرَحُونَ الشَّخْصَ بِمَا لَا يَسْتَلِزِمُ رَدَّ حَدِيثِهِ كُلِّهِ وَ قَدْ بَيَّنَّا أَسْبَابَ ذَلِكَ فِيمَا مَضَى وَ حَصَرْنَا هَا فِي عَشْرَةٍ. وَ قَدْ تَقَدَّمَ شَرْحُهَا مُفَصَّلاً وَ الْغَرَضُ هُنَا ذِكْرُ الْأَلْفَاظِ الدَّالَّةِ فِي اِضْطِلَاحِهِمْ عَلَى تِلْكَ الْمَرَاتِبِ.

ترجمہ :- اور انہیں اہم امور میں عدل و جرح و جہالت کے اعتبار سے ان کے احوال کی معرفت ہے۔ چونکہ راوی، راوی کی عدالت یا فسق معلوم ہو گا یا بالکل کچھ نہ معلوم ہو گا۔

اور اس کی واقفیت کے بعد جرح و تعدیل کی معرفت بھی اہم ترین امور میں سے ہے۔ چونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راوی پر ایسی جرح کر دیتے ہیں جس کے سبب سے کل حدیث کا رد لازم نہیں آتا۔ میں نے اس (رد کے) اسباب کو گذشتہ اوراق میں بیان کیا ہے۔ اور ہم نے اسے دس میں منقسم کیا ہے۔ اور اس کی شرح مفصل گزر چکی ہے۔ یہاں مقصد ان الفاظ کا ذکر کرنا ہے جو ان کی اصطلاح کے اعتبار سے مراتب پر دلالت کرتے ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف عدالت و جرح کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے بعد جرح و تعدیل کے مراتب کو بیان کر رہے ہیں۔ چونکہ کوئی راوی عادل ثقہ، معروف و مجہول ہے۔ اور عدل و جرح کے کس مرتبہ پر اس کا جاننا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ احادیث کے درجات راویوں کے احوال پر موقوف ہوتے ہیں۔

حل: تعدیل۔ کسی کی عدالت سے بحث کرنا۔ ترجیح۔ کسی کی جرح سے بحث کرنا۔ جہالت۔ غیر معروف الحال اشخاص کی معرفت۔

لان الراوی۔ راوی کے احوال انہیں احوال ثلاثہ میں دائر رہتے ہیں۔ چونکہ اس کے مراتب مختلف ہیں اس لئے مراتب کی واقفیت ضروری ہے۔

قد یجرحون۔ باب تفعل سے جرح کی نسبت کرنا۔

لا یستلزم۔ ناواقفیت اصول کی وجہ سے جرح کی بنیاد پر کبھی حدیث مسترد کر دیا حالانکہ ایسا نہیں۔

وَلِلْجَرَحِ مَرَاتِبُ أَسْوَأُهَا الْوَضْفُ بِمَا دَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِيهِ وَ أَصْرَحُ ذَلِكَ التَّعْبِيرُ بِمَا فَعَلَ كَاكْذَبَ النَّاسِ وَ كَذَا قَوْلُهُمْ إِلَيْهِ الْمُنْتَهَى فِي الْوَضْعِ أَوْ هُوَ رُكْنُ الْكِذْبِ وَ نَحْوُ ذَلِكَ ثُمَّ دَجَالَ وَ وَضَّاعٌ وَ كَذَّابٌ لِأَنَّهَا وَإِنْ كَانَ نَوْعُ مَبَالَغَةٍ لَكِنَّهَا دُونَ اللَّتَى قَبْلَهَا. وَ أَسْهَلُهَا أَيْ الْأَلْفَاظُ الدَّالَّةُ عَلَى الْجَرَحِ قَوْلُهُمْ فَلَانَّ لَيْنَ أَوْ سَيُّ الْحِفْظِ أَوْ فِيهِ أَذْنَى مَقَالَ وَ بَيْنَ أَسْوَأِ الْجَرَحِ وَ أَسْهَلِهِ مَرَاتِبُ لَا يَخْفَى قَوْلُهُمْ مَتْرُوكٌ أَوْ سَاقِطٌ أَوْ فَاحِشُ الْغَلَطِ أَوْ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ أَشَدُّ مِنْ قَوْلِهِمْ ضَعِيفٌ أَوْ لَيْسَ بِالْقَوِيٍّ أَوْ فِيهِ مَقَالَ

ترجمہ:- جرح کے چند مراتب ہیں۔ ان میں سب سے بدتر وہ صفت ہے جو مبالغہ پر

دلالت کرے۔ اور اس سے زیادہ صراحت اسم تفصیل کے صیغے میں ہے۔ جیسے اکذب الناس۔ یا اسی طرح یہ قول۔ الیہ المنتہی فی الوضع۔ وضع کا سلسلہ اسی پر جا کر ختم ہے۔ یا رکن کذب ہے۔ یا اسی کے مانند۔ پھر دجال۔ وضاع، کذاب۔ اس میں گوا ایک قسم کا مبالغہ ہے مگر ماقبل سے کم ہے۔ اور ان میں نرم الفاظ جو جرح پر دلالت کرنے والے ہیں ان کا قول۔ فلان لین یا ”سی الحفظ“ یا فیہ ادنی مقال ہے۔ اسو اور اسہل کے درمیان مختلف مراتب ہیں جو ظاہر ہیں۔ پس ان کے یہ الفاظ متروک، ساقط، فاحش الغلط، منکر الحدیث زیادہ سخت ہیں بمقابلہ ان کے ان الفاظ کے ضعیف میالیس بالقوی۔ یا فیہ مقال۔

تشریح :- مولف اس مقام سے جرح کے اصول مراتب یا اجمالی اقسام کو ذکر کر رہے ہیں۔ اصولاً ان کے تین مراتب ہیں۔ (۱) بدترین جرح۔ جیسے اکذب الناس۔ (۲) متوسط۔ دجال وضاع۔ (۳) ادنی۔ سی الحفظ وغیرہ۔ مزید اس کے بعض اقسام اور بیان کئے گئے ہیں۔ فلان فیہ مقال یا فلان ضعیف۔ اور لا محجہ بہ۔ خیال رہے کہ جن راویوں کے بارے میں یہ جرح کے الفاظ مذکورہ کہے گئے ہوں ان کی روایت سے نہ استشہاد ہو گا نہ ان کی حدیث ذکر کی جائے گی نہ لکھی اور روایت کی جائے گی۔ ہاں مگر ذکر کر کے تاکہ معلوم ہو جائے۔

وَمِنْ الْمُهْمِ أَيْضاً مَعْرِفَةُ مَرَاتِبِ التَّعْدِيلِ وَارْفَعَهَا أَلَوْصِفُ أَيْضاً بِمَا ذَلَّ عَلَيْهِ الْمُبَالَغَةُ فِيهِ وَاصْرَحْ ذَلِكَ التَّعْبِيرُ بِأَفْعَلْ كَاوْتَقَ النَّاسِ أَوْ اثْبَتَ النَّاسِ وَإِلَيْهِ الْمُنتَهَى فِي الثَّبَتِ ثُمَّ مَا تَأَكَّدَ بِصِفَةٍ مِنَ الصِّفَاتِ الذَّالَّةِ عَلَى التَّعْدِيلِ أَوْ صِفَتَيْنِ كَثَقَهُ ثِقَةً أَوْ ثَبَّتَ ثَبَّتَ أَوْ ثَقَّةً حَافِظًا أَوْ عَدَلَ ضَابِطًا أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ وَادْنَاهَا مَا أَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ أَسْهَلِ التَّجْرِيعِ كَشَيْخٍ وَيُرْوَى حَدِيثُهُ وَيُعْتَبَرُ بِهِ وَنَحْوَ ذَلِكَ وَبَيْنَ ذَلِكَ مَرَاتِبٌ لَا يَخْفَى.

ترجمہ :- انہیں اہم امور میں تعدیل کے مراتب کو بھی جانا ہے۔ اور ان میں سب سے عمدہ وہ صفت ہے جو مبالغہ پر دلالت کرے۔ اور اس میں سب سے زیادہ واضح تعبیر افضل اسم تفصیل کے ذریعہ ہے۔ جیسے اوثق الناس اثبت الناس یا الیہ المنتہی فی الثبت ہے۔ پھر وہ صیغہ صفت میں سے کوئی صفت ہے جو تعدیل پر دلالت کرنے والا ہو یا مکرر صفت ہو۔ جیسے ثقہ ثقہ، ثبت ثبت یا ثقہ حافظ۔ یا عدل ضابط یا اسی کے مثل۔ اور اس میں سب سے

کتر مرتبہ وہ ہے جو جرح کے ادنیٰ مراتب کے قریب ہو۔ مثلاً شیخ، یا یروی حدیثہ و یحترم بہ یا اسی کے مثل اور اس کے مابین بہت سے مراتب ہیں جو مخفی نہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف مراتب تعدیل کو ذکر کر رہے ہیں۔ جرح کی طرح تعدیل کے بھی تین اصول ہیں۔ (۱) راوی کے حق میں انتہائی مبالغہ ہو۔ یا اسم تفصیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے اوثق۔ یہ اعلیٰ ہے۔ (۲) اوسط۔ مکرر صفات ہو جیسے ثقہ ثقہ۔ (۳) ادنیٰ جرح کے ادنیٰ مراتب سے قریب ہو۔ جیسے یروی حدیثہ۔ کہ اس کے نیچے اگر آئے گا جرح ادنیٰ میں شامل ہو جائے گا۔ اور اعلیٰ ادنیٰ کے درمیان مراتب ہیں مثلاً یکتب حدیثہ۔ مامون۔ خیال رہے کہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں تعدیل کے ۶ مراتب اور صیغے اور جرح کے ۶ مراتب اور صیغے بیان کئے ہیں انہیں مراتب جرح تعدیل سے موسوم کیا گیا ہے۔ اب یہی اصطلاح رائج اور جاری و مشہور ہے۔ اولاً تعدیل کے پھر جرح کے یہ ہیں: (۱) صحابی ہونا۔ (۲) اوثق۔ (۳) ثقہ۔ (۴) صدوق لا باس (۵) صدوق لہ اوہام (۶) لین الحدیث۔ (۷) مستور یا مجہول۔ (۸) ضعیف۔ (۹) مجہول۔ (۱۰) متروک۔ (۱۱) متہم بالکذب۔ (۱۲) کذاب وضاع۔

وَهَذِهِ أَحْكَامٌ يَتَعَلَّقُ بِذَلِكَ وَ ذَكَرْتُهَا تَكْمِلَةً لِلْفَائِدَةِ فَأَقُولُ تُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهَا لَا مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ. لِئَلَّا يُزَكَّى بِمَجْرَدِ مَا يَظْهَرُ لَهُ ابْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ مُمَارَسَةٍ وَ اخْتِبَارٍ. وَلَوْ كَانَتْ التَّزْكِيَةُ صَادِرَةً مِنْ مُزَكٍّ وَاحِدٍ عَلَى الْأَصَحِّ خِلَافًا لِمَنْ شَرَطَ أَنَّهَا لَا تُقْبَلُ إِلَّا مِنْ اثْنَيْنِ الْحَاقَّ لَهَا بِالشَّهَادَةِ فِي الْأَصَحِّ أَيْضًا وَ الْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ التَّزْكِيَةَ تَنْتَزِلُ مَنْزِلَةُ الْحُكْمِ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ وَالشَّهَادَةُ تَقَعُ مِنَ الشَّاهِدِ عِنْدَ الْحَاكِمِ فَافْتَرَقَا.

ترجمہ:- اور یہ احکام اسی جرح و تعدیل سے متعلق ہیں۔ میں نے یہاں تکمیل فائدہ کے لئے ذکر کر دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تزکیہ اسباب تزکیہ کے عارفین ہی سے قبول کیا جائے گا۔ غیر عارف سے نہیں۔ تاکہ محض ظاہر کے اعتبار سے ابتداءً تزکیہ نہ کر دی جائے بلا تجربہ اور آزمائش کے۔ خواہ تزکیہ اصح قول کی بنیاد پر ایک ہی ذکی سے صادر ہو۔ بخلاف ان حضرات کے جنہوں نے شرط لگائی ہے کہ تزکیہ دو سے قبول کیا جائے گا اصح قول پر یہاں۔

کے ساتھ شامل کرتے ہوئے۔ اور فرق دونوں کے درمیان یہ ہے کہ تزکیہ بمنزلہ حکم کے ہے۔ پس اس میں عدد شرط نہیں۔ اور شہادت شاہد سے حاکم کے پاس واقع ہوتی ہے پس دونوں کے درمیان فرق ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جرح کس کی معتبر ہوگی اور کس کی نہیں۔ اور یہ کہ جرح کے لئے نصاب شہادت شرط نہیں جیسا کہ بعضوں کو گمان ہوا ہے۔ چونکہ یہ بمنزلہ حکم کے ہے۔ اس میں عدد شہادت شرط نہیں۔

حل: ہذہ۔ جرح تعدیل کے متعلق جو آئندہ احکامات ذکر کر رہے ہیں۔ یعنی تزکیہ عارف سے قبول کرنا۔

بذلک۔ یعنی جرح و تعدیل۔ عارف۔ جو تزکیہ کے اصول و قواعد سے واقف اور ماہر ہو و لو۔ وصلہ ہے۔ الاصح۔ ایک قول میں یہ بھی ہے کہ شہادت مز کی واحد سے بھی ہو جاتی ہے۔ الحاقاً لہا۔ روایت یا تزکیہ۔ فی الاصح۔ یعنی شہادت میں اصل یہ ہے کہ دو سے ہو۔ گو ایک سے بھی ہونے کا قول ہے۔ بینہما۔ مز کی روایت اور مز کی شہادت۔

وَلَوْ قِيلَ يُفْصَلُ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِي الرَّأْيِ مُسْتَنَدَةً مِنَ الْمُزَكِّيِّ إِلَى اجْتِهَادِهِ أَوْ إِلَى النُّقْلِ عَنْ غَيْرِهِ لَكَانَ مُتَّجِهاً لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ الْأَوَّلُ فَلَا يَشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ أَصْلًا لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ بِمَنْزِلَةِ الْحَاكِمِ وَإِنْ كَانَ الثَّانِي فَيَجُوزُ الْخِلَافُ وَبَيِّنُ أَنَّهُ أَيْضًا لَا يَشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ لِأَنَّ أَصْلَ النُّقْلِ لَا يَشْتَرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ فَكَذَا مَا يَتَفَرَّغُ عَنْهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:۔ پس اگر کہا جائے کہ فرق اس طرح کیا گیا ہے کہ راوی کے تزکیہ کا مدار مز کی طرف سے اجتہاد کے یا نقل کے اعتبار سے ہے تو اس کی توجیہ کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ اول (اجتہاد) کے اعتبار سے تو اس میں عدد بالکل شرط نہیں چونکہ اس وقت یہ بمنزلہ حاکم کے ہے۔ اگر ثانی (نقل کے) اعتبار سے ہے تو اس میں اختلاف ہے اور اس میں بھی واضح یہی ہے کہ عدد شرط نہیں ہے چونکہ اصل نقل میں عدد شرط نہیں ہے۔ پس اسی طرح اس سے متفرع ہونے والے میں بھی۔ واللہ اعلم۔

تشریح:۔ مولف اس مقام سے قیل کے ذریعہ ایک شبہ دور کر رہے ہیں کہ اگر مز کی کا

تزکیہ اپنی اجتہاد سے یا نقل سے ہو تو اس میں تو فرق ہونا چاہئے۔ تو اس کا جواب دے رہے ہیں بہر صورت عدد کا اعتبار نہ ہوگا۔ پس قبول خبر میں جب عدد شرط نہیں ہے تو راوی کی تعدیل و جرح میں بھی دو کی شرط نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ اجتہاد اور نقل میں جب ایک کافی ہے تو یہاں جو اسی پر متفرع ہے بدرجہ اولیٰ کافی ہوگا۔

حل: فیصل۔ مجرد اور تفعل دونوں سے ہو سکتا ہے۔

متجہا۔ متوجہ ہوتے ہوتے توجیہ کرتے ہوئے۔ القسم الاول یعنی اجتہاد فیہ یعنی مزکی میں۔ یتفرع جو اس پر متفرع ہو یعنی تزکیہ اور نقل سے۔

وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُقْبَلَ الْجَرَحُ وَالتَّعْدِيلُ إِلَّا مِنْ عَدَلٍ مُتَقَيِّظٍ فَلَا يُقْبَلُ جَرَحُ مَنْ أَفْرَطَ فِيهِ فَجَرَحُ بِمَا لَا يَفْتَضِي رَدَّ الْحَدِيثِ الْمُحَدَّثِ كَمَا لَا يُقْبَلُ تَرْكِيَّةٌ مَنْ أَخَذَ بِمَجْرَدِ الظَّاهِرِ فَأَطْلَقَ التَّرْكِكَةَ. وَقَالَ الدَّهَبِيُّ وَهُوَ مِنْ أَصْلِ الْإِسْتِقْرَاءِ الثَّامِ فِي نَقْدِ الرُّجَالِ لَمْ يَجْتَمِعْ اِثْنَانِ مِنْ عُلَمَاءِ هَذَا الشَّانِ قَطُّ عَلَى تَوْثِيقِ ضَعِيفٍ وَلَا عَلَى تَضْعِيفِ ثَقَّةٍ وَلِهَذَا كَانَ مَذْهَبُ النَّسَائِيِّ أَنْ لَا يُتْرَكَ حَدِيثُ الرَّجُلِ حَتَّى يَجْتَمِعَ الْجَمِيعُ عَلَى تَرْكِهِ.

ترجمہ:- اور یہ ضروری ہے کہ جرح و تعدیل نہ قبول کیا جائے مگر ایسے شخص کا جو عادل پیدا ہو اس کی جرح معتبر نہیں جو جرح میں افرط کرے۔ کہ وہ جرح کر دے اس سے جو کسی محدث کی حدیث کے رد کا تقاضہ نہیں کرتا۔ جیسا کہ اس کا تزکیہ نہیں قبول کیا جاتا جو محض ظاہر کا اعتبار کرے اور تزکیہ کرنے لگے۔ اور علامہ ذہبی نے کہا جو نقد رجال کے سلسلے میں استقرام تام رکھتے ہیں کہ دو عالم کسی ضعیف کی توثیق پر اور کسی ثقف کی تضعیف پر جمع نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے امام نسائی کا مسلک تھا کہ کسی کی حدیث اس وقت تک ترک نہ کی جائے تا وقتیکہ اس کے ترک پر سب کا اتفاق نہ ہو جائے۔

تشریح:- مولف کا مقصد اس سے یہ ہے کہ ہر کسی کی جرح معتبر نہیں۔ متشدد اور متساہل کی جرح معتبر نہیں۔ نیز یہ کہ کسی ایک کی جرح پر حدیث ترک نہ کر دی جائے تا وقتیکہ اس کے ترک پر اہل فن کا اتفاق نہ ہو جائے۔

حل: ینبغی۔ معنی میں یلزم اور سبب کے ہے۔ متیقظ۔ یقظ سے ہے۔ بمعنی بیدار۔

من افرط۔ جو حد سے زیادہ گزر جائے۔ تردد اختیار کرے۔ جیسے ابن جوزی وغیرہ۔
 اِذَا۔ مفعول ہے لا یقتضی کا۔ ضعیف مراد اس سے جس کا ضعف مشہور ہو۔
 تضعیف ثقہ ذہبی نے جو بیان کیا ہے اس سے اکثر یہ مراد ہے۔ ورنہ تو اس کے خلاف
 بھی ہوا۔ جواہل فن پر مخفی نہیں۔

وَلِيَحْذَرِ الْمُتَكَلِّمُ فِي هَذَا الْفَنِّ مِنَ التَّسَاهُلِ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ فَإِنَّهُ إِنْ عَدَّلَ
 بِغَيْرِ تَثَبُّتٍ كَانَ كَالْمُنْثَبِتِ حُكْمًا لَيْسَ بِثَابِتٍ فَيُخْشَى عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ فِي زُمَرَةِ
 مَنْ رَوَى حَدِيثًا وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّهُ كَذَبٌ وَإِنْ جَرَحَ بِغَيْرِ تَحَرُّزٍ أَقْدَمَ عَلَى الطَّعْنِ
 فِي مُسْلِمٍ بَرٍّ مِنْ ذَلِكَ وَوَسَمَهُ بِمِيسَمٍ سُوءٍ يَبْقَى عَلَيْهِ عَارُهُ أَبَدًا وَالْآفَةُ تَدْخُلُ
 فِي هَذَا تَارَةً مِنَ الْهَوَى وَالْغَرَضِ الْقَاسِدِ وَكَلَامُ الْمُتَقَدِّمِينَ سَالِمٌ مِنْ هَذَا غَالِبًا وَ
 تَارَةً مِنَ الْمُخَالَفَةِ فِي الْعَقَائِدِ وَهُوَ مَوْجُودٌ كَثِيرًا قَدِيمًا وَحَدِيثًا وَلَا يَنْبَغِي
 إِطْلَاقُ الْجَرْحِ بِذَلِكَ فَقَدْ قَدَّمْنَا تَحْقِيقَ الْحَالِ فِي الْعَمَلِ بِرِوَايَةِ الْمُبْتَدِعَةِ.

ترجمہ:- اس فن میں گفتگو کرنے والے کو بہت احتیاط چاہئے۔ کہ وہ جرح و تعدیل میں
 تساہل برتے۔ چونکہ اگر اس نے خلاف واقعہ تعدیل کر دی تو گویا غیر ثابت کو ثابت کرنے
 والا ہوا۔ خدشہ ہے کہ وہ اس زمرہ میں داخل نہ ہو جائے جس نے حدیث روایت کی اور وہ
 سمجھ رہا ہے کہ جھوٹ ہے۔ اگر بغیر احتیاط کے جرح کر دیا تو گویا اس نے اقدام کیا ایک
 مسلمان پر طعن کا جو اس سے بری تھا۔ اور اس نے بری علامت سے داغ دار کیا جس کا عار
 ہمیشہ لاحق رہا۔ اور یہ آفت (خلاف واقعہ جرح) کبھی داخل ہو جاتی ہے ہوائے نفس کی وجہ
 سے بھی اور غرض فاسد کی وجہ سے بھی۔ البتہ اسلاف کا کلام ایسی باتوں سے محفوظ ہے۔
 اور کبھی عقائد کی مخالفت کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے۔ اور ایسا بہت ہوا ہے۔ پہلے بھی اور
 اب بھی۔ اس کی وجہ سے جرح درست نہیں (محض خلاف عقیدہ کی بنیاد پر) میں نے اس
 امر کی تحقیق مبتدعہ کی روایت میں پہلے ہی کر دی ہے۔

تشریح:- مولف کا مقصد یہ ہے کہ جرح و تعدیل میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔ ذرا
 تساہل اور بے احتیاطی سے غیر عادل کو عادل بنا دیا جاسکتا ہے۔ کبھی جرح خلاف واقعہ
 نفسانیت کی بنیاد پر۔ کبھی مخالفت عقیدہ و مسلک کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس

کے باعث کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے جو ایک ماہر کا کام ہے۔

حل: المتکلم۔ جرح و تعدیل پر کلام کرنے والا۔

عدل۔ تعدیل عادل ہونے کی نسبت کرنا۔

تثبت۔ دلیل و برہان۔ اقدام۔ اقدام کرنا

وسمہ۔ داغ لگانا علامت لگانا۔ المخالفة فی العقائد۔ جیسے رافضیوں کی سنی راویوں پر۔

المبتدعہ۔ جہاں پر بدعت اور اہل بدعت پر بحث کی گئی ہے۔

وَالْجَرَحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيلِ وَ أَطْلَقَ ذَلِكَ جَمَاعَةً وَ لَكِنْ مَحَلُّهُ إِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهِ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ غَيْرَ مُفَسِّرٍ لَمْ يَقْدَحْ فِي مَنْ ثَبَّتَ عَدَالَتَهُ وَ إِنْ صَدَرَ مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ بِالْأَسْبَابِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهِ أَيْضًا فَإِنْ خَلَا الْمَجْرُوحُ عَنِ التَّعْدِيلِ قَبْلَ الْجَرَحِ فِيهِ مُجْمَلًا غَيْرَ مُبَيَّنٍ السَّبَبِ إِذَا صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ عَلَى الْمُخْتَارِ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ تَعْدِيلٌ فَهُوَ فِي حَيْزِ الْمَجْهُولِ وَ أَعْمَالُ قَوْلِ الْمَجَارِحِ أَوْلَى مِنْ أَعْمَالِهِ وَ مَالُ ابْنِ الصَّلَاحِ فِي مِثْلِ هَذَا إِلَى التَّوَقُّفِ.

ترجمہ:- اور جرح مقدم ہے تعدیل پر۔ ایک جماعت نے اسے مطلق رکھا۔ لیکن اس کا محل یہ ہے کہ اگر جرح کسی اسباب جرح کے عارف سے مفسر ثابت ہو تو (ٹھیک) اگر جرح غیر مفسر اس پر ہے جس کی عدالت ثابت ہے تو کوئی نقصان نہیں۔ اسی طرح اسباب جرح سے ناواقف کی جانب سے ہے تب بھی جرح معتبر نہیں اگر جرح تعدیل سے خالی ہو (یعنی اس کی کسی نے تعدیل نہ کی ہو) تو جرح مبہم بھی معتبر ہے۔ جس کے سبب کو بیان نہ کیا گیا ہو۔ جب کہ وہ کسی عارف سے مختار قول پر ثابت ہو۔ چونکہ اس کی تعدیل نہیں ہے تو وہ مجہول کے زمرہ میں ہے اور صاحب جرح کا قول اولی ہو گا اس کے ترک سے۔ اور ابن صلاح اس مقام پر توقف کے قائل ہوئے ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف جرح مبہم جرح مفسر اور تعدیل مبہم و تعدیل مفسر کی وضاحت اور موثر ہونے کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ جرح مبین تعدیل سے مقدم ہے جب کہ اس کی تعدیل نہ کی ہو اور واقف فن سے ہو۔ اسی طرح اس کے حق میں جرح غیر مبین محمل و مبہم کبھی مقدم ہوگی یہی مختار ہے۔ چونکہ یہ مجہول ہے۔ اور ابن

صلاح نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

حل: الجرح۔ بمعنی تخریج ہے۔ مقدم۔ یہ اس وقت ہے جب کہ تعارض ہو۔
لحلہ۔ بمعنی تقدیم جرح کا تعدیل پر۔ مینا بمعنی مفسر۔ جس کے سبب وجہ کو ذکر کیا گیا ہو۔
لم یعتبر۔ غیر عارف سے بالا جماع معتبر نہیں ہے۔ مجملًا۔ جس میں سبب بیان نہ کیا گیا ہو
اعمال قول الجراح۔ یعنی جارج کی بات کا اعتبار کرنا۔ ابن صلاح۔ ان کا توقف
مولف کے نزدیک غیر مختار ہے۔

فَصْلٌ : وَ مِنْ الْمُهْمِّ فِي هَذَا الْفَنِّ مَعْرِفَةُ كُنْيَةِ الْمُسَمَّيْنِ مِنْ اَشْتِهَارِ بِاسْمِهِ وَ
لَهُ كُنْيَةٌ لَا يُؤْمَنُ اَنْ يَاتِي فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ مَكْنِيًّا لِئَلَّا يُظَنَّ اِنَّهُ آخَرُ وَ مَعْرِفَةُ اَسْمَاءِ
الْمُكْنَيْنِ وَ هُوَ عَكْسُ الَّذِي قَبْلَهُ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ اِسْمُهُ كُنْيَتُهُ وَ هُمْ قَلِيلٌ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ
اِخْتَلَفَ فِي كُنْيَتِهِ وَ هُوَ كَثِيرٌ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ كَابْنِ جُرَيْجٍ لَهُ كُنْيَتَانِ اَبُو
الْوَلِيدِ وَ اَبُو خَالِدٍ اَوْ كَثُرَتْ نَعْوَتُهُ وَ الْقَابَةُ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ وَاَفَقَتْ كُنْيَتُهُ اِسْمَ اَبِيهِ كَاَبِي
اِسْحَقَ اِبْرَاهِيمَ بْنِ اِسْحَقَ الْمَدَنِيِّ اَحَدِ اتِّبَاعِ التَّابِعِينَ وَ فَائِدَةُ مَعْرِفَتِهِ نَفْيُ الْغُلَطِ
عَمَّنْ نَسَبَ اِلَى اَبِيهِ فَقَالَ ثَنَا ابْنُ اِسْحَقَ فَنَسَبَ اِلَى التَّصْحِيفِ وَ اِنَّ الصُّوَابَ ثَنَا اَبُو
اِسْحَقَ اَوْ بِالْعَكْسِ كَاِسْحَقَ بْنِ اَبِي اِسْحَقَ السَّيِّعِي اَوْ وَاَفَقَتْ كُنْيَتُهُ كُنْيَةَ زَوْجِهِ
كَأَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ وَ أُمُّ أَيُّوبَ صَحَابِيَّانِ مَشْهُورَانِ.

ترجمہ :- اور اس فن کے اہم امور میں سے ناموں کی کنیت سے واقف ہونا ہے جو مشہور نام
سے ہیں اور ان کی کنیت بھی ہے۔ تو نہیں محفوظ رہتا کہ بعض روایتوں میں کنیت کے ساتھ
آجائے تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ دوسرا شخص ہے۔ اور کنیت والوں کے ناموں کی معرفت بھی
اور یہ ماقبل کا عکس۔ اور اس کی بھی معرفت جس کا نام ہی کنیت ہے۔ اور اس کی معرفت جس
کی کنیت میں اختلاف ہے اور یہ بہت ہے اور اس کی معرفت جس کی کنیت بکثرت ہو۔ جیسے ابن
جریج کہ اس کی دو کنیت ہے۔ ابو الولید اور ابو خالد یا یہ کہ اس کی صفت اور القاب زاید ہو۔ اور
اس کی معرفت جن کے والد کا نام اس کی کنیت ہو۔ جیسے ابو اسحق ابراہیم بن اسحق المدنی۔ اتباع
تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کی معرفت کا فائدہ اب کی طرف منسوب میں غلطی کا نہ ہونا
ہے۔ بس کہا حد ثنا ابن اسحق پس منسوب کر دیا تصحیف کی طرف حالانکہ حد ثنا ابو اسحق کہنا

چاہئے۔ یا اسکا عکس جیسے اسحق بن ابی اسحق بن ابی اسحق السبئی کبھی اسکی کنیت اور بیوی کی کنیت ایک ہوتی ہے جیسے ابو ایوب اور ام ایوب دونوں مشہور صحابی ہیں۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف۔ جرح و تعدیل کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد کنیت کی بحث کر رہے ہیں بسا اوقات راوی کے نام کے ساتھ کنیت بھی ہوتی ہے۔ اگر طالب کنیت نہ جانتا ہو گا تو التباس ہو جائے گا۔ دوسرا راوی سمجھ لے گا۔ مثلاً حضرت ابن عمر کی کنیت ابو عبد الرحمن بھی ہے۔ سند میں جن کی کنیت ہوتی ہے ان کے نام کا بھی جاننا ضروری ہوتا ہے کہ وہ نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ کبھی راوی کی کنیت وہی ہوتی ہے جو راوی کے والد کا نام ہوتا ہے۔ مثلاً ابو اسحق بن ابراہیم ان کے والد کا نام اسحق ہے۔ کبھی نام اور والد کی کنیت میں موافقت ہو جاتی ہے مثلاً اسحق بن ابی اسحق۔ کبھی شوہر بیوی کی کنیت ایک ہوتی ہے جیسے ابو ایوب ام ایوب۔

حل: کنی المسلمین۔ ناموں کی کنیت سے واقف ہونا۔

لثلا یظن انه آخر۔ چنانچہ حاکم کی ایک روایت میں ہے عن عبد اللہ بن شداد عن ابی الولید۔ یہاں عبد اللہ بن شداد ہی کی کنیت ابو الولید ہے۔ بظاہر یہ الگ الگ معلوم ہوتے ہیں۔ المکنین۔ کنیت والے جو کنیت سے مشہور ہیں۔ کنیت جس کی ابتداء اب یا ام سے ہو۔ من اسمہ کنیتہ۔ نام کس کی کنیت ہو۔ جیسے ابو حصین۔ ایسا کم ہوتا ہے۔ اختلاف کنیتہ۔ کئی کنیت ہو۔ جیسے اسامہ کسی نے ابو زید کسی نے ابو محمد کسی نے ابو خارجہ ذکر کیا ہے۔

کثرت نعوتہ القابہ۔ اخت یا وہ القاب وہ جو کسی رفعت اور شان پر دلالت کرے جیسے صدیق، عتیق، حضرت ابو بکر کیلئے۔ حضرت علی کے لئے ابو تراب، ابو الحسن ابو الحسین۔ التصحیف۔ یہ تحریف کے معنی میں ہے۔

السبئی۔ یمن کے ایک قبیلہ کی جانب منسوب ہے۔

أَوْ وَافَقَ اسْمُ شَيْخِهِ اسْمَ أَبِيهِ كَالرَّبِيعِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ هَكَذَا يَأْتِي فِي الرِّوَايَاتِ فَيُظَنُّ أَنَّهُ يَرَوِي عَنْ أَبِيهِ كَمَا وَقَعَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ وَهُوَ أَبُوهُ وَلَيْسَ أَنَسُ شَيْخُ الرَّبِيعِ وَالِدُهُ بَلْ أَبُوهُ بَكْرِيٌّ وَشَيْخُهُ أَنْصَارِيُّ وَهُوَ أَنَسُ

بْنِ مَالِكِ الصَّحَابِيُّ الْمَشْهُورُ وَ لَيْسَ الرَّبِيعُ الْمَذْكُورُ مِنْ أَوْلَادِهِ وَ مَعْرِفَةُ مَنْ
نُسِبَ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ كَالْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ نُسِبَ إِلَى الْأَسْوَدِ الزُّهْرِيِّ لِأَنَّهُ تَبْنَاهُ وَ
إِنَّمَا هُوَ الْمِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو أَوْ نُسِبَ إِلَى أُمِّهِ كَابْنِ عَلِيَّةَ وَ هُوَ إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ
بْنِ مِقْسَمٍ أَحَدِ الثَّقَاتِ وَ عَلِيَّةُ اسْمُ أُمِّهِ اُسْتُهْرَبَهَا وَ كَانَ لَا يُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَهُ ابْنُ
عَلِيَّةَ وَ لِذَا كَانَ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ أَنَا إِسْمَاعِيلُ الَّذِي يُقَالَ لَهُ ابْنُ عَلِيَّةَ أَوْ نُسِبَ إِلَى
غَيْرِ مَا يَسْبِقُ إِلَى الْفَهْمِ كَالْحَدَاءِ ظَاهِرُهُ أَنَّهُ مَنْسُوبٌ إِلَى صِنَاعَتِهَا أَوْ بَيْعِهَا وَ
لَيْسَ كَذَلِكَ وَ إِنَّمَا كَانَ يُجَالِسُهُمْ فَنُسِبَ إِلَيْهِمْ وَ كَسَلِيمَانَ التَّيْمِيَّ لَمْ يَكُنْ مِنْ
بَنِي التَّيْمِ وَ لَكِنْ نَزَلَ فِيهِمْ وَ كَذَا مِنْ نُسِبٍ إِلَى جَدِّهِ فَلَا يُؤْمَنُ الْتِبَاسُ بَيْنَ وَاقِعِ
اسْمِهِ اسْمَهُ وَ اسْمُ أَبِيهِ اسْمُ الْجَدِّ الْمَذْكُورِ.

ترجمہ:- اگر شیخ کا نام اس کے والد کے نام کے موافق ہو۔ جیسے ربیع بن انس عن انس۔
اسی طرح روایتوں میں آتا ہے پس گمان ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کر رہا ہے،
جیسا کہ صحیح میں عامر بن سعد عن سعد کی روایت میں کہ وہ اس کے والد ہیں۔ اور ربیع کے
شیخ ان کے والد نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے والد بکری ہیں اور اسکے شیخ انصاری ہیں اور یہ انس
بن مالک مشہور صحابی ہیں۔ اور ربیع مذکور اس کی اولاد نہیں۔

اور اس بات کی معرفت بھی ہے کہ کون اپنے غیر باپ کی طرف منسوب ہے۔
جیسے مقداد بن الاسود یہ منسوب ہے اسود زہری کی جانب جو اس کے متبنی ہیں۔ اصل میں
یہ ابن عمر ہیں۔ یا اپنی ماں کی جانب منسوب ہو جیسے ابن علیہ۔ کہ اس کا نسب اسماعیل بن
ابراہیم بن مقسم جو ثقہ میں سے ہیں۔ علیہ ان کی والدہ کا نام ہے اور ابن علیہ کہنے کو پسند
نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت امام شافعی فرماتے تھے اخبرنا اسماعیل یقال له بن
علیہ۔ یا ان کی طرف منسوب ہو جس کی طرف ذہن سبقت نہ کرتا ہو۔ جیسے حدک ظاہر
ہے کہ اس کی نسبت اس صفت (جو بتانے) کی طرف ہونی چاہئے۔ یا اس کے فروخت کی
طرف حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان میں اٹھنا بیٹھنا تھا۔ اسی لئے اس کی طرف منسوب
ہو گئے۔ اسی طرح سلیمان التیمی کہ یہ قبیلہ تیم سے نہیں تھے۔ لیکن اس میں بود و باش تھا۔
اسی طرح جو منسوب ہیں اپنے دادا کی طرف۔ تاکہ التباس سے بامون۔ ہا جا سکے کہ جس کا

نام باپ دادا کے ہمام ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف۔ راوی میں ناموں کے ہم نام ہونے کی وجہ سے جو التباس پیدا ہو جاتا ہے اس سلسلے کی معرفت کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں تاکہ طالبین حدیث اس میں کوتاہی نہ کرے۔ یہ اشتباہ متعدد اعتبار سے ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) استاذ اور والد کے نام میں توافق۔ جیسے ربیع بن انس عن انس۔ والد بکری ہیں استاذ صحابی مشہور ہیں۔ (۲) غیر باپ کی طرف نسبت۔ جیسے مقداد بن اسود۔ یہ والد نہیں ہیں بلکہ ان کے متبنی ہیں۔ (۳) غیر متبادر نسبت۔ جیسے خالد حذافہ خود یہ موچی نہیں تھے بلکہ موچی کے پاس بیٹھے تھے۔

وَمَعْرِفَةُ مَنْ اتَّفَقَ اسْمُهُ وَاسْمُ أَبِيهِ وَجَدَهُ كَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَقَدْ يَقَعُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ وَهُوَ مِنْ فُرُوعِ الْمُسْلَسِلِ وَقَدْ يَتَّفَقُ الْإِسْمُ وَاسْمُ الْأَبِ مَعَ اسْمِ الْجَدِّ وَاسْمُ أَبِيهِ فَصَاعِدًا كَأَبِي الْيَمَنِ الْكِنْدِيِّ هُوَ زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ أَوْ اتَّفَقَ اسْمُ الرَّاوِي وَاسْمُ شَيْخِهِ وَشَيْخُ شَيْخِهِ فَصَاعِدًا كَعِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ الْأَوَّلِ يُعْرَفُ بِالْقَصِيرِ وَالثَّانِي أَبُو رَجَاءٍ الْعَطَارِدِيُّ وَالثَّالِثُ بِابْنِ حَصِينِ الصُّحَابِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكُسَلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَوَّلِ ابْنِ أَحْمَدَ بْنِ أَيُّوبَ الطُّبْرَانِيِّ وَالثَّانِي ابْنِ أَحْمَدَ الْوَاسِطِيِّ وَالثَّالِثُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّمَشْقِيِّ الْمَعْرُوفِ بِابْنِ بَنْتِ شَرْحِبِيلَ وَقَدْ يَقَعُ ذَلِكَ لِلرَّاوِي وَشَيْخِهِ مَعًا كَأَبِي الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيِّ الْعَطَارِ مَشْهُورٌ بِالرَّوَايَةِ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْأَصْبَهَانِيِّ الْحَدَّادِ وَكُلٌّ مِنْهُمَا اسْمُهُ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ فَاتَّفَقَا فِي ذَلِكَ وَافْتَرَقَا فِي الْكُنْيَةِ وَالنَّسَبَةِ إِلَى الْبَلَدِ وَالصَّنَاعَةِ وَصَنَّفَ فِيهِ أَبُو مُوسَى الْمَدِينِيُّ جُزْءًا خَافِلًا.

ترجمہ:- اور اہم امور کی واقفیت میں سے یہ بھی ہے کہ راوی۔ اس کے باپ اور دادا کا نام موافق ہوتا ہے۔ جیسے حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ اور کبھی اس سے زائد بھی ہوتا ہے اور یہ مسلسل کے فروع میں سے ہے۔ اور کبھی راوی کا نام۔ اور باپ کا نام جد کے نام اور اس کے والد کے موافق ہوتا ہے۔ یا اس سے بھی زائد تک میں جیسے ابو الیمن

کندی کا نام وہ یہ ہے زید بن حسن بن زید بن حسن۔ اور کبھی راوی کا نام اس کے شیخ اور اس کے شیخ کا نام یا اس سے بھی آگے کا نام ہوتا ہے۔ جیسے عمران بن عمران بن عمران اول قصیر سے ہیں مشہور اور ثانی ابو رجاء عطاروی سے اور تیسرا ابن حصین سے جو صحابی ہیں۔ اسی طرح سلیمان عن سلیمان عن سلیمان اول ابن احمد بن ایوب طبرانی ہیں۔ دوسرے ابن احمد الواسطی ہیں۔ تیسرے ابن عبد الرحمن الواسطی ہیں۔ جو ابن بنت شریک سے منسوب ہیں۔ اور کبھی یہ موافقت راوی اور اس کے شیخ میں معاً ہوتا ہے جیسے ابو العلاء ہمدانی جو ابو علی الاصہبانی سے روایت میں مشہور ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا نام الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد ہے۔ پس اس میں تو متفق ہیں اور کنیت۔ نسبت شہر اور صفت میں مختلف ہیں۔ اور اس موضوع پر ابو موسیٰ مدینی نے ایک وسیع رسالہ لکھا ہے۔

تشریح :- اس مقام سے اس کی معرفت کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں کہ کبھی راوی کے نام کی پشت تک ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کا پچا نا ضروری ہوتا ہے۔ امام غزالی کا نام بھی ۳ پشت تک ایک ہی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ایک جگہ ۱۴ پشتوں تک سب کا نام محمد ذکر کیا ہے۔ اس مقدار سے زاید کا علم نہ ہو سکا۔ (۲) کبھی راوی اور اسکے شیخ کا نام اور اس کے شیخ کے شیخ کا نام یا اس سے آگے یکساں ہو۔ (۳) کبھی راوی اور شیخ کے ہم نام سلسلہ چلتا ہے جیسے حسن بن احمد۔ حسن بن احمد۔ الخ۔ ایسے موقع پر ناموں کا التباس کنیت یا القاب یا نسبت سکونت سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ ابو موسیٰ نے اس پر ایک کتاب لکھی ہے جو مثالوں پر شامل ہے۔

وَمَعْرِفَةٌ مِّنْ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ وَالرَّوَايَ عَنْهُ وَهُوَ نَوْعٌ لَّطِيفٌ لَّمْ يَتَعَرَّضْ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ وَفَائِدَتُهُ رَفَعَ اللَّبْسَ عَنْ مَنْ يُظَنُّ أَنَّ فِيهِ تَكَرُّاراً أَوْ انْقِلَاباً فَمِنْ أَمْثَلِهِ الْبُخَارِيُّ رَوَى عَنْ مُسْلِمٍ وَرَوَى عَنْهُ مُسْلِمٌ فَشَيْخُهُ مُسْلِمٌ بَنُ إِبْرَاهِيمَ الْفَرْدَيْسِيُّ الْبَصْرِيُّ وَالرَّوَايَ عَنْهُ مُسْلِمٌ ابْنُ الْحَجَّاجِ الْقَشِيرِيُّ صَاحِبُ الصَّحِيحِ وَكَذَا وَقَعَ ذَلِكَ لِعَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ أَيْضاً رَوَى عَنْ مُسْلِمٍ بَنِ إِبْرَاهِيمَ وَرَوَى عَنْهُ مُسْلِمٌ بَنُ الْحَجَّاجِ فِي صَحِيحِهِ حَدِيثًا بِهَذِهِ التَّرْجُمَةِ بِعَيْنِهَا وَمِنْهَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ رَوَى عَنْ هِشَامٍ وَرَوَى عَنْهُ هِشَامٌ فَشَيْخُهُ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَ

هُوَ مِنْ أَقْرَانِهِ وَالرَّأَوِيُّ عَنْهُ هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الدُّسْتَوَائِيُّ وَمِنْهَا ابْنُ جُرَيْجٍ رَوَى عَنْ هِشَامٍ وَرَوَى عَنْهُ هِشَامٌ فَلَا أَعْلَى ابْنُ عُرْوَةَ وَالْأَذْنَى ابْنُ يُونُسَ الصَّنْعَانِيُّ وَمِنْهَا الْحَكَمُ بْنُ عَتِيْبَةَ رَوَى عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَرَوَى عَنْهُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى فَلَا أَعْلَى عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَالْأَذْنَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَذْكُورُ وَآمِلْتُهُ كَثِيرَةً.

ترجمہ:- اور اس کی معرفت بھی ہو کہ راوی کے شیخ کا نام اس سے روایت کرنے والے کے ہم نام ہو۔ اور یہ ایک لطیف قسم ہے ابن صلاح نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کا فائدہ التباس کو دور کرنا ہے۔ اس سے جس کو گمان ہو جاتا ہے کہ تکرار ہو گیا ہے الٹ گیا ہے۔ اس کی مثال بخاری ہے کہ انھوں نے روایت کی مسلم سے۔ اور مسلم نے روایت کی ان سے۔ تو ان کے (بخاری کے) شیخ۔ مسلم بن ابراہیم قرادہ کی ہیں۔ اور ان سے (بخاری سے) روایت کرنے والے مسلم بن الحجاج القشیری ہیں جو صاحب صحیح ہیں۔ اسی طرح عبد بن حمید کی بھی روایت ہے کہ انھوں نے مسلم بن ابراہیم سے اور ان سے روایت کی مسلم بن الحجاج نے اپنی صحیح میں ایک حدیث بعینہ اسی ترجمہ سے۔ اسی طرح یحییٰ بن کثیر کی روایت کہ انھوں نے ہشام سے روایت کی اور ان سے ہشام نے روایت کی۔ پس ان کے شیخ تو ہشام بن عروہ ہیں۔ وہ ان کے ہم عصر ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی ہیں۔ اسی طرح ابن جریج یہ ہشام سے روایت کرتے ہیں اور اس سے ہشام روایت کرتے ہیں پس اول (جو شیخ ہیں) وہ ابن عروہ ہیں۔ اور (شاگرد) ادنیٰ وہ ابن یوسف صنعانی ہیں۔ اسی طرح حکم بن عتبہ ہیں یہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور اس سے ابن ابی لیلیٰ بھی روایت کرتے ہیں۔ تو استاذ وہ عبد الرحمن ہیں اور شاگرد محمد بن عبد الرحمن ہیں۔ اور اسکی مثالیں بہت ہیں۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اس کی بھی واقفیت کو اہم قرار دے رہے ہیں کہ کبھی راوی اور اس کے استاذ اور اس کے استاذ سے روایت کرنے والوں کے نام میں موافقت ہو جاتی ہے۔ یعنی استاذ اور اس کے روایت کرنے والوں کے نام یکساں نظر آتے ہیں حالانکہ وہ الگ الگ ہوتے ہیں۔ مثلاً امام مسلم نے روایت کی بخاری سے۔ اور پھر بخاری سے مسلم نام کے ایک راوی نے روایت کی۔ تو سمجھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ استاذ نے پھر

شاگرد سے روایت کی حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ (تویا ایسا بھی ہوتا ہے مثلاً ترمذی اور بخاری کے بارے میں جیسا کہ معلوم ہے) بخاری کے استاذ مسلم یہ فرادسی بصری ہیں اور شاگرد مسلم صاحب صحیح مسلم ہیں۔ اسی طرح ابن ہشام سے ابن جریج نے روایت کیا ہشام پھر انہیں سے ہشام نے روایت کیا۔ دیکھئے یہاں شیخ بھی ہشام اور اس سے روایت کرنے والے بھی ہشام مگر دونوں میں فرق ہے۔ اول ابن عروہ، ثانی ابن یوسف صنعانی ہیں۔ لہذا اگر طالب ناموں کے مصداق کو نہ جانے گا تو اسے شیخ و شاگرد کا التباس ہو جائے گا۔

وَمِنَ الْمُهِمِّ فِي هَذَا الْفَنِّ مَعْرِفَةُ الْأَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ وَقَدْ جَمَعَهَا جَمَاعَةٌ مِنَ الْأَيْمَةِ فَمِنْهُمْ مَنْ جَمَعَهَا بِغَيْرِ قَيْدٍ كَابْنُ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَاتِ وَابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ وَابْنُ خَارِشٍ فِي تَارِيخِهِمَا وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ وَ مِنْهُمْ مَنْ أَفْرَدَ الثَّقَاتِ كَالْعَجَلِيِّ وَابْنُ حَبَانَ وَابْنُ شَاهِينَ وَ مِنْهُمْ مَنْ أَفْرَدَ الْمَجْرُوحِينَ كَابْنُ عَدِيٍّ وَابْنُ حَبَانَ أَيْضًا وَ مِنْهُمْ مَنْ تَقَيَّدَ بِكِتَابٍ مَخْصُوصٍ كَرِجَالِ الْبُخَارِيِّ لِأَبِي نَصْرِ الْكَلَابَاذِيِّ وَ رِجَالِ مُسْلِمٍ لِأَبِي بَكْرِ بْنِ مَنْجُوعٍ وَ رِجَالِهِمَا مَعَ لِأَبِي الْفَضْلِ بْنِ طَاهِرٍ وَ رِجَالِ أَبِي دَاوُدَ لِأَبِي عَلِيٍّ الْجُبَائِيِّ وَ كَذَا رِجَالُ التِّرْمِذِيِّ وَ رِجَالُ النَّسَائِيِّ لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْمَغَارِبَةِ وَ رِجَالُ السُّنَنِ الصَّحِيحِينَ وَ أَبِي دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيِّ وَ النَّسَائِيِّ وَابْنُ مَاجَةَ لِعَبْدِ الْغَنِيِّ الْمُقَدِّسِيِّ فِي كِتَابِ الْكَمَالِ ثُمَّ هَذِهِ الْمَزَيِّ فِي تَهْذِيبِ الْكَمَالِ وَقَدْ لَخِصَّتْهُ وَ زِدْتُ عَلَيْهِ أَشْيَاءَ كَثِيرَةً وَ سَمَّيْتُهُ تَهْذِيبَ التَّهْذِيبِ وَ جَاءَ مَعَهُ مَا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ مِنَ الزِّيَادَةِ قَدَرُ ثَلَاثِ الْأَصْلِ.

ترجمہ :- اور اس فن کے اہم ترین امور میں سے اسماء مجردہ کی معرفت بھی ہے۔ ائمہ کی ایک جماعت نے ان کو جمع کیا ہے۔ پس بعضوں نے ان کو بلا کسی قید کے جمع کیا ہے۔ جیسے ابن سعد نے طبقات میں۔ ابن ابی خثیمہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے جرح و تعدیل میں۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف ثقات کو جمع کیا ہے۔ جیسے ابن عجل۔ ابن حبان اور ابن شاہین نے۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف مجروحین کا ذکر کیا ہے۔ جیسے ابن عدی اور ابن حبان نے۔ اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب کو صرف رجال

بخاری پر مرتب کیا ہے۔ جیسے ابو نصر کلابازی اور مسلم کے رجال پر جیسے ابو بکر بن منبویہ اور دونوں کے رجال کو اکٹھے جمع کیا ہے جیسے ابو الفضل بن طاہر نے اور ابو داؤد کے رجال کو ابو علی الجبائی نے اور اسی طرح ترمذی۔ اور نسائی کے رجال کو اہل مغرب کی ایک جماعت نے اور کتب ستہ کے رجال صحیحین، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے رجال پر عبد الغنی مقدسی نے کتاب الکمال میں۔ پھر مزنی نے اسے تہذیب الکمال میں مہذب کیا۔ میں نے اس کی تلخیص کی اور بہت سی اشیاء کا اضافہ کیا ہے۔ جس کا نام تہذیب التہذیب رکھا ہے۔ اور وہ زائد پر مشتمل مضامین اصل کے تہائی کے برابر ہے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف۔ اس فن کے اہم امور میں محض راویوں کے نام کی واقفیت اور معرفت بھی ہے اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ اور اس فن پر جو ائمہ رجال نے کتابیں لکھی ہیں ان کا ذکر کر رہے ہیں۔

اسماء مجردہ پر تالیفات کی مختلف نوعیت ہے۔ بعضوں نے بلا کسی قید کے جمع کیا۔ جیسے ابن سعد وغیرہ۔ بعضوں نے صرف ثقہ راوی کو جمع کیا جیسے ابن عجل وغیرہ۔ بعضوں نے ضعف کو جیسے ابن عدی وغیرہ۔ بعضوں نے کسی ایک کتاب کے رواۃ کو جمع کیا۔ بعضوں نے صحیح ستہ کے رواہ کو جمع کیا جیسے عبد الغنی نے اور مزنی نے۔ حافظ نے اسکا مع اضافہ تلخیص و خلاصہ کیا جو تہذیب التہذیب کے نام سے ہے اور بڑی مفید ہے۔

حل: اسماء مجردہ۔ محض نام۔ کنیت اور القاب سے خالی۔ بغیر قید۔ یعنی ہر ایک قسم کے راوی خواہ ضعیف یا قوی ہوں

من المغاربة۔ مراد دورقی۔ الکمال۔ نام اس کا الاکمال فی اسماء الرجال۔

وَمِنْ الْمُهْمِّ اَيْضًا مَعْرِفَةُ الْأَسْمَاءِ الْمُفْرَدَةِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهَا الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ هُرُونَ الْبَرْدِيجِيُّ قَدْ كَرَّ أَسْيَاءٌ كَثِيرَةٌ تَعَقَّبُوا عَلَيْهِ بَعْضُهَا وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ صُغْدِي بْنُ سِنَانٍ أَحَدَ الضُّعَفَاءِ وَهُوَ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَقَدْ تُبْدَلُ سِينَا مُهْمَلَةً وَسُكُونُ الْفَيْنِ الْمُعْجَمَةِ بَعْدَهَا ذَالٌ مُهْمَلَةٌ ثُمَّ يَاءٌ كَيَاءِ النَّسَبِ وَهُوَ إِسْمٌ عَلِيمٌ بِلَفْظِ النَّسَبِ وَ لَيْسَ هُوَ قَرْدًا لَفِي الْجَوْحِ وَالتَّعْدِيلِ لِابْنِ أَبِي حَاتِمٍ صُغْدِي الْكُوفِيُّ وَثَقَّهُ ابْنُ مَعِينٍ وَفَرَّقَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الَّذِي قَبْلَهُ فَضَعَّفَهُ وَفِي

تَارِيخِ الْعُقَيْلِيِّ صُغْدِيُّ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَرْوِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ الْعُقَيْلِيُّ حَدِيثُهُ غَيْرُ
مَحْفُوظٍ اِنْتَهَى وَ اَظُنُّهُ هُوَ الَّذِي ذَكَرَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَ اَمَّا كَوْنُ الْعُقَيْلِيِّ ذِكْرَهُ
فِي الضُّعَفَاءِ فَإِنَّمَا هُوَ لِلْحَدِيثِ الَّذِي ذَكَرَهُ عَنْهُ وَ لَيْسَتْ الْآفَةُ مِنْهُ بَلْ هِيَ مِنَ
الرَّوَايَةِ عَنْهُ عَنَسَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَ اللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ :- اور اہم امور میں اسماء مفردہ بھی ہے۔ اس موضوع پر حافظ ابو بکر احمد بن ہارون
بردبجی نے لکھا ہے۔ اور اس میں بہت سی چیزوں کو ذکر کیا ہے۔ اور بعضوں پر تعقب بھی
کیا ہے اور اسی میں اس کا قول صغدی بن سنان کے متعلق بھی ہے جو ضعفا میں سے ہیں۔ وہ
صاد مہملہ کے ضمہ کے ساتھ۔ کبھی سین مہملہ سے بدل دیتے ہیں۔ اس کے بعد غین معجمہ
کا سکون پھر دال مہملہ پھر یا ہے نسبتی یا کی طرح۔ یہ اسم علم ہے لفظ نسب کے ساتھ۔ وہ فرد
نہیں ہے۔ ابن ابی حاتم کی جرح و تعدیل میں ہے کہ صغدی کوئی کی ابن معین نے توثیق کی
ہے۔ اور اس صغدی اور اس کے درمیان فرق یہ ہے کہ اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔ (یعنی
ابن ابی حاتم نے) اور عقیلی کی تاریخ میں ہے کہ صغدی بن عبد اللہ قتادہ سے روایت کرتے
ہیں۔ عقیلی نے کہا کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ انتہی۔ میں گمان کرتا ہوں کہ صغدی
وہی ہیں جن کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔ بہر حال عقیلی کا ضعف میں ذکر کرنا۔ اس
حدیث کی وجہ سے جو انھوں نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ آفت (ضعف) ان کی جانب سے نہیں
بلکہ ان سے روایت کرنے والے عنسہ بن عبد الرحمن کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم۔

تشریح :- اس مقام سے مولف اسماء مفردہ کی تشریح کر رہے ہیں۔ اور علامہ بردبجی کی
کتاب کا جو تعقب کیا ہے۔ اس کا ذکر کر رہے ہیں۔ کہ انھوں نے صغدی کو اسماء مفردہ اور
ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ جب کہ ابن ابی حاتم نے انکو ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ نے کہا کہ
صغدی میں ضعف اس کے راوی عتبہ کی وجہ سے ہے۔

حل :- مفردہ۔ وہ راوی جو اپنے نام میں تنہا ہو۔ اور ان کا کوئی ہمنام نہ ہو۔

تعقبوا۔ علامہ بردبجی جو اسماء مفردہ پر کتاب لکھی اس پر بعضوں نے کچھ نقد کیا ہے کہ
صغدی اسماء مفردہ میں نہیں ہے۔ گوان کو سمجھ لیا گیا۔ صغدی۔ اصل صغدی ہے۔

لیس ہو فرد۔ اس نام کے اور بھی راوی ہیں۔

اظنہ۔ ضمیر مفعول صفی بن عبد اللہ کی طرف۔ من الراوی عنہ۔ راوی عنہ کی وجہ سے ضعف ہوا۔

وَمِنْ ذَلِكَ سَنَدٌ بِالْمُهْمَلَةِ وَالثَّوْنِ بوزن جَعْفَرٍ وَهُوَ مَوْلَى زُبَاعِ الْجَذَامِيِّ لَهُ صُحْبَةٌ وَرِوَايَةٌ وَالْمَشْهُورُ أَنَّهُ يُكْنَى بِعَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ اسْمٌ فَرِدٌ لَمْ يَتَّسَم بِهِ غَيْرُهُ فِيمَا نَعْلَمُ لَكِنْ ذَكَرَ أَبُو مُوسَى فِي الدَّلِيلِ عَلَى مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ لِابْنِ مَنَدَةَ سَنَدُ أَبِي الْأَسْوَدِ وَرَوَى لَهُ حَدِيثًا وَتُعَقَّبُ عَلَيْهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُ هُوَ الَّذِي ذَكَرَهُ ابْنُ مَنَدَةَ وَقَدْ ذَكَرَ الْحَدِيثُ الْمَذْكُورَ مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ الْجِزْيِيُّ فِي تَارِيخِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ نَزَلُوا مِصْرَ فِي تَرْجَمَةِ سَنَدِ مَوْلَى زُبَاعٍ وَقَدْ حَرَّرْتُ ذَلِكَ فِي كِتَابِي فِي الصَّحَابَةِ.

ترجمہ:- اور اسی میں سندر ہے۔ سین مہملہ اور نون کے ساتھ جعفر کے وزن پر جوزنباع کے مولیٰ ہیں قبیلہ جذامہ سے جو صحابی ہیں اور ان سے روایت بھی ہے۔ اور وہ ابو عبد اللہ کنیت سے مشہور ہیں۔ یہ اسماء مفردہ میں ہیں۔ جہاں تک مرے علم میں ان کے علاوہ کسی دوسرے کا نام نہیں ہے۔ لیکن ابو موسیٰ نے ابن مندہ کے معرفت صحابہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ کہ سندر ابو الاسود ان سے ابو موسیٰ نے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اور اس کا تعقب کرتے ہوئے کہا کہ وہی سندر ہے جسے ابن مندہ نے ذکر کیا ہے۔ اور اس کی حدیث مذکور کو محمد بن ربیع الجیزی نے تاریخ صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ جو مصر میں مقیم ہو گئے تھے۔ سندر کے تذکرہ میں جوزنباع کے مولیٰ ہیں۔ میں نے ان کا ذکر اس کتاب میں کیا ہے۔ جس میں صحابہ کا ذکر کیا ہے۔

تشریح:- اس مقام سے مولف اسماء مفردہ کی بحث میں سندر کا ذکر کر رہے ہیں۔ بعضوں نے سندر نام کا دو شخص کہا ہے۔ سو اس پر تعقب کیا گیا ہے۔ دو سمجھنا غلط ہے۔ یہ زنباع کے مولیٰ ہیں اور یہ مصر میں فروکش ہو گئے تھے۔ سندر ایسے صحابی ہیں جن سے روایت بھی ہے اور مصر میں بس گئے تھے۔

وَكَذَا مَعْرِفَةُ الْكُنَى الْمَجْرُودَةِ وَ الْمُفْرَدَةِ وَ كَذَا مَعْرِفَةُ الْأَلْقَابِ وَ هِيَ تَارَةٌ يَكُونُ بِلَفْظِ الْأِسْمِ وَ تَارَةٌ بِلَفْظِ الْكُنْيَةِ وَ تَقَعُ بِسَبَبِ عَاهَةِ كَالْأَعْمَشِ أَوْ جَرَفَةٍ وَ كَذَا مَعْرِفَةُ الْأَنْسَابِ وَ هِيَ تَارَةٌ تَقَعُ إِلَى الْقَبَائِلِ وَ هُوَ فِي الْمُتَقَدِّمِينَ

أَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُتَأَخِّرِينَ وَ تَارَةً إِلَى الْأَوْطَانِ وَ هَذَا فِي الْمُتَأَخِّرِينَ أَكْثَرُ
بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُتَقَدِّمِينَ وَ النَّسْبَةُ إِلَى الْوَطَنِ أَعْمُ مِنْ أَنْ يَكُونَ بِلَاداً أَوْ ضِيَاعاً
أَوْ سَكَنًا أَوْ مُجَاوَرَةً وَ تَقَعُ إِلَى الصَّنَائِعِ كَالْخِيَاطِ وَ الْحَرْفِ كَالْبَزَازِ وَ يَقَعُ
فِيهَا الْإِتِّفَاقُ وَ الْإِشْتِبَاهُ كَالْأَسْمَاءِ وَ قَدْ تَقَعُ الْأَنْسَابُ الْقَابَا كَخَالِدِ بْنِ مُخَلَّدِ
الْقُطَوَانِيِّ كَانَ كُوفِيًّا وَ يُلَقَّبُ بِالْقُطَوَانِيِّ وَ كَانَ يَفْضُبُ مِنْهَا.

ترجمہ :- اسی طرح کنیت مجردہ اور مفردہ کی معرفت۔ اسی طرح القاب کی معرفت کبھی یہ
نام سے ہوتا ہے کبھی یہ کنیت سے۔ اور مرض کے سبب سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے اعمش یا
حرفت سے ہو۔ اسی طرح نسبوں کا پہچانا بھی اور کبھی نسبت قبیلہ کی طرف ہوتی ہے۔ اور
متاخرین کے مقابلہ میں متقدمین زاید ہے۔ اور کبھی وطن کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ اور یہ
متاخرین میں زاید ہے بمقابلہ متقدمین کے۔ وطن کی نسبت عام ہے خواہ شہر یا دیہات یا محلہ
ہو یا پڑوس کی وجہ سے نسبت ہو۔ اور یہ کبھی صنعت کی جانب بھی منسوب ہوتا ہے۔ جیسے
خیاط اور حرفت کی طرف جیسے بزاز۔ کبھی اس میں موافقت اور اشتباہ بھی واقع ہو جاتا ہے۔
جیسے کہ اسماء میں کبھی نسبت لقب ہو جاتی ہے۔ جیسے خالد بن مخلد القطوانی کوئی تھے۔ ان کا
لقب قطوان تھا اور اس سے یہ ناراض ہوتے تھے۔

تشریح :- اس مقام سے مولف کنیت مجردہ۔ مفردہ اور القاب کے سلسلے میں کچھ مفید اور
اہم امور بیان کر رہے ہیں کہ القاب تو وہ ہے جو مسکن کی رفعت اور مرتبہ کو ظاہر کرے۔ یہ
کبھی نام۔ کبھی کنیت۔ کبھی کسی مرض وغیرہ پر بھی اطلاق کر لیا جاتا ہے۔ اور نسبت میں کبھی
قبیلہ کبھی وطن کبھی پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔
جیسا کہ ماقبل کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

حل: الکنی المجردة۔ محض کنیت ہو لقب و نام نہیں۔ کنیت مفردہ وہ کنیت جو صرف
اسی کی وہ دوسرے کی نہ ہو۔

القاب جو وصف خوبی پر دلالت کرے۔

یلفظ الاسم۔ جیسے سفینہ مولیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔

بلفظ الکنیۃ۔ جیسے ابو تراب۔ عاہلہ۔ مرض۔ جیسے الاعرج۔ لنگڑا۔ اعمش۔ چونکہ حل

فی المقدمین اکثر۔ چونکہ وہ انساب کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ مجاورۃ۔ پڑوس ہونے کی وجہ سے۔

الاتفاق والاشتباہ۔ جیسے بزار اور بزاز۔ ایک رالوردوسرے میں زامنقوط۔ اسی طرح جمال۔ جمال۔ القاب۔ لقب ہو جائے۔ جیسے قطوانی سے مشہور ہو گئے گو کوئی تھے۔ قطوانی یا تو صفت ہے۔ یعنی آہستہ چلنے والا۔ یا کسی علاقے کی طرف نسبت ہے۔ خالد کو یہ نسبت پسند نہ تھی۔ اسی لئے غصہ ہوتے تھے۔

وَمِنْ الْمُهْمِّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ أَسْبَابِ ذَلِكَ أَيْ الْأَلْقَابِ وَالنِّسَبِ الَّتِي بَاطِنُهَا عَلَى خِلَافِ ظَاهِرِهَا وَكَذَا مَعْرِفَةُ الْمَوَالِي مِنَ الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلِ بِالرُّقِّ أَوْ بِالْحِلْفِ أَوْ بِالْإِسْلَامِ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْمَوْلَى وَلَا يُعْرَفُ تَمْيِيزُ ذَلِكَ إِلَّا بِالتَّصْنِيفِ عَلَيْهِ وَمَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْقَدَمَاءُ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ وَمِنْ الْمُهْمِّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ آدَابِ الشَّيْخِ وَالطَّالِبِ وَ يَشْتَرِ كَانَ فِي تَصْحِيحِ النَّبِيِّ وَالتَّطْهِيرِ عَنْ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا وَ تَحْسِينِ الْخُلُقِ وَ يَنْفَرِدُ الشَّيْخُ بِأَنْ يُسْمَعَ إِذَا احْتِجَّ إِلَيْهِ وَأَنْ لَا يُحَدَّثَ بِلَدِّهِ فِيهِ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ بَلْ يُرْشِدُ إِلَيْهِ وَلَا يَتْرُكُ إِسْمَاعَ أَحَدٍ لِنِيَّةٍ فَاسِدَةٍ وَأَنْ يَتَطَهَّرَ وَيَجْلِسَ بِوَقَارٍ وَلَا يُحَدَّثَ قَائِمًا وَلَا عَجَلًا وَلَا فِي الطَّرِيقِ إِلَّا إِنْ يَضْطَرُّ إِلَى ذَلِكَ وَأَنْ يُمَسِكَ عَنِ التَّحْدِيثِ إِذَا خَشِيَ التَّغْيِيرَ أَوْ النَّسْيَانَ لِمَرْضٍ أَوْ هَرَمٍ وَإِذَا اتَّخَذَ مَجْلِسَ الْإِمْلَاءِ أَنْ يَكُونَ لَهُ مُسْتَمَلٍ يَقْظُ وَ يَتَفَرَّدُ الطَّالِبُ بِأَنْ يُوقَّرَ الشَّيْخُ وَلَا يُضْجَرَهُ وَ يُرْشِدَ غَيْرَهُ لِمَا سَمِعَهُ وَلَا يَدَّعِ الْإِسْتِفَادَةَ لِحَيَاءٍ أَوْ تَكْبَرٍ وَ يَكْتُبَ مَا سَمِعَهُ تَامًا وَ يَتَعَنَّى بِالتَّقْيِيدِ وَالضُّبْطِ وَ يَذَاكِرُ بِمَحْفُوظِهِ لِيَرْسُخَ فِي ذَهْنِهِ.

ترجمہ :- اور نیز اہم امور میں اس کے اسباب یعنی القاب اور ان کی وہ نسبتیں جو ظاہر کے خلاف ہوں۔ اسی طرح مولیٰ اعلیٰ کی اور مولیٰ اسفل کی معرفت خواہ غلامی کے اعتبار سے ہو یا حلیف کے اعتبار سے ہو یا اسلام کے اعتبار سے چونکہ ان سب پر مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس کی تمیز نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ صراحتہ اس کا علم نہ ہو۔ اور بھائی بہنوں کا جاننا بھی ہے۔ حاتم مین نے اس پر کتاب لکھی ہے۔ جیسے علی بن مدینی اور اہم امور میں سے شیخ و

شاگرد کی معرفت بھی ہے۔ دونوں اس امر میں مشترک ہیں کہ اپنی نیوٹوں کی تصحیح کریں۔ اور دنیاوی اغراض سے اپنے آپ کو پاک رکھیں۔ اور اپنے اخلاق پاک رکھیں اور شیخ کے آداب خاص کر یہ ہے کہ اس وقت روایت کرے جب ضرورت ہو۔ اور اس علاقے میں روایت بیان نہ کرے جہاں اس سے بڑا کوئی ہو۔ بلکہ اس سے رہنمائی حاصل کرے۔ اور کسی نیت فاسد کی وجہ سے حدیث کی روایت کو نہ چھوڑے۔ اور یہ کہ صاف پاک رہے۔ وقار سے بیٹھے۔ کھڑے ہو کر روایت نہ کرے۔ نہ جلدی کرے۔ نہ راستے میں روایت کرے۔ ہاں مگر یہ کہ شدید ضرورت پڑ جائے۔ اور یہ کہ روایت حدیث سے رک جائے۔ جب کہ اختلاط، یا بھول جانے کا خدشہ ہو۔ مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے۔ اور جب املا کی مجلس اختیار کرے، تو ایسے املا کرنے والے کو اختیار کرے جو بیدار مغز ہو۔

اور شاگرد کے یہ خاص آداب ہیں کہ وہ شیخ کی تعظیم کرے۔ اسے دق نہ کرے۔ اس سے سننے کے بعد اسکے علاوہ (کسی ساتھی) سے رہنمائی حاصل کرے۔ حیاء اور کبر کی وجہ سے اس سے استفادہ نہ ترک کرے اور جو سن لے۔ اسے پو۔ ابور الکھ لے۔ اور اعراب و نقطوں کے ساتھ لکھے۔ اور جو یاد ہو جائے اس کا مذاکرہ کرتا رہے۔ تاکہ ذہن میں راسخ ہو جائے۔ تشریح:- اس عبارت مذکورہ سے مولف چند اہم امور کی واقفیت کی اہمیت اور نشاندہی کر رہے ہیں۔

(۱) القاب اور نسبت جو ظاہر کے خلاف ہو۔ مثلاً محمد بن سنان عوقی عوقہ میں نازل ہونے کی وجہ سے۔ ابو مسعود عقبہ بدری۔ انکو بدر میں شرکت کی وجہ سے نہیں بلکہ مقام بدر میں سکونت کی وجہ سے۔

(۲) مولیٰ کا استعمال۔ غلام اور آقا کے معنی میں آتا ہے۔ کبھی حلیف یا ان کے ہاتھ پر اسلام لانے کی وجہ سے بھی مولیٰ کہا جاتا ہے ان کا جانا بھی اہم ہے۔ جیسے حسن بن عیسیٰ کو ابن مبارک کے ہاتھ پر اسلام لانے کی وجہ سے مولیٰ ابن مبارک کہا جاتا ہے۔

(۳) بھائی اور بہنوں کا بھی جانا ضروری ہے جیسے مثلاً عبد اللہ۔ عقبہ دونوں ابن مسعود کے اولاد ہیں۔

(۴) اس کے بعد مولف نے آداب الشیخ والتمامیز بیان کیا ہے جو فن کے اہم ترین امور

میں ہے۔

شیخ کے چند اہم آداب یہ ذکر کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ علوم نبوی کے وارث ہیں حامل انوار الہی اور نبوت ہیں:

(۱) تصحیح نیت: خالص خدا کی رضا کے واسطے ہونا۔ (۲) دنیاوی اغراض، حب جاہ و مال، نمود و شہرت سے پاک ہونا۔ (۳) عمدہ اخلاق سے مزین ہونا۔ (۴) ہر وقت حد ثنا کا دروازہ نہ کھولنا بلکہ جب کوئی طلب کرے۔ (۵) اپنے سے بڑے کی موجودگی میں اسی سے فیض اٹھانا۔ (۶) کسی دنیاوی غرض نہ حاصل ہونے سے ترک کر دینا مثلاً عزت و مال نہ حاصل ہونے کی وجہ سے روایت نہ کرنا۔ (۷) نظافت اختیار کرنا۔ (۸) وقار سے بیٹھنا۔ (۹) کھڑے ہو کر روایت نہ کرنا۔ (۱۰) جلدی نہ کرنا۔ (۱۱) راستہ میں بیان نہ کرنا ہاں مگر ضرورت سے (۱۲) حافظہ کمزور اور نسیان واقع ہو جایا کرے تو ترک روایت کرنا۔ (۱۳) مجلس الملا میں ملا کسی بیدار مغز سے ملا کرانا۔

اور طالبین حدیث کے یہ آداب ہیں: (۱) شیخ کی تعظیم کرنا۔ (۲) ان کو ملال نہ پہنچانا۔ (۳) سنی ہوئی روایت کو دوسرے سے ملانا۔ (۴) کبر اور شرم سے استفادہ ترک نہ کرنا۔ (۵) نقطوں اور اعراب کے ساتھ لکھنا۔ (۶) مذاکرہ کرتے رہنا تاکہ ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اس فن پر محدثین نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔

حل: یشتہرکان۔ استاذ شاگرد دونوں کے آداب۔ ینفرد۔ تنہا شیخ کے آداب

ان یسمع۔ افعال سے سنانا روایت کرنا۔ اولی علم میں۔ یا علو سند میں یا کثرت روایت میں یتطہر۔ وضو، غسل، مسواک، عطر وغیرہ کا استعمال۔

التغیر اختلاط یا کمی بیشی ہو جانا۔ ہرم۔ شدت، بڑھاپا، کبر سنی۔

مستمل۔ شیخ کی حدیث مجلس میں بلند آواز سے دوسرے تک آواز پہنچانے والا۔

تاء۔ مکمل بالاستیعاب۔ یذاکر۔ تکرار اور اعادہ کرتے رہنا۔

وَالْمُهْمُ مَعْرِفَةُ سِنِّ التَّحْمِلِ وَالْأَدَاءِ وَالْأَصَحُّ اِغْتِبَارُ سِنِّ التَّحْمِلِ بِالتَّمْيِيزِ هَذَا فِي السَّمَاعِ وَقَدْ جَرَتْ عَادَةُ الْمُحَدِّثِينَ بِإِحْضَارِهِمُ الْأَطْفَالَ مَجَالِسَ الْحَدِيثِ وَ يَكْتُبُونَ لَهُمْ أَنَّهُمْ حَضَرُوا وَلَا بُدَّ لَهُمْ فِي مِثْلِ ذَلِكَ مِنْ إِجَازَةِ الْمُسْمِعِ وَالْأَصَحُّ

فِي سِنِّ الطَّلَبِ بِنَفْسِهِ أَنْ يَتَأَهَّلَ لِذَلِكَ وَ يَصِحَّ تَحْمُلُ الْكَافِرِ أَيْضًا إِذَا آدَاهُ بَعْدَ
إِسْلَامِهِ وَ كَذَا الْفَاسِقُ مِنْ بَابِ الْأُولَى إِذَا آدَاهُ بَعْدَ تَوْبَتِهِ وَ ثُبُوتِ عَدَالَتِهِ وَ أَمَّا
الْآدَاءُ فَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُ لَا اخْتِصَاصَ لَهُ بِزَمَنِ مُعَيَّنٍ بَلْ يُقَيَّدُ بِالْأَحْتِيَاجِ وَ التَّأَهُّلِ لِذَلِكَ
وَ هُوَ مُخْتَلِفٌ بِاخْتِلَافِ الْأَشْخَاصِ وَ قَالَ ابْنُ خَلَادٍ إِذَا بَلَغَ الْخَمْسِينَ وَ لَا يُنْكَرُ
عَلَيْهِ عِنْدَ الْأَرَبِيِّينَ وَ تَعَقَّبَ بِمَنْ حَدَّثَ قَبْلَهَا كَمَا لَكَ.

ترجمہ :- اور اہم امور میں اداء تحمل حدیث کی عمر کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اصح یہ ہے کہ
سن تحمل میں تمیز کا اعتبار ہے۔ یہ تو سماع کے سلسلے میں ہے۔ محدثین کی یہ عادت جاری
ہے کہ وہ مجالس حدیث میں بچوں کو حاضر ہونے کو کہتے ہیں اور وہ ان کو تحریر بھی دیتے
ہیں کہ وہ حاضر درس ہوئے ہیں۔ اور ان امور میں سننے والوں کو اجازت ضروری ہے۔ اور
سن طلب کے سلسلے میں اصح یہ ہے کہ وہ خود اس کا لائق ہو جائے۔ اور کافر بھی تحمل
حدیث کے لائق ہے۔ جب کہ وہ اسلام کے بعد ادا کرے۔ اور فاسق تو بدرجہ اولیٰ ہوگا۔
جب کہ وہ توبہ اور عدالت کے ثابت ہونے کے بعد روایت کرے۔ اور بہر حال اداء
حدیث کے متعلق (کس عمر میں روایت کریگا) تو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسکے لئے کسی خاص
زمانہ کی قید نہیں بلکہ ضرورت، لیاقت، اہلیت شرط ہے۔ اور لوگوں کے احوال کے اعتبار سے
مختلف ہے۔ ابن خلد نے کہا جب پچاس کی عمر ہو جائے۔ اور چالیس سال کی عمر پر انکار نہ کیا
جائے۔ اور ان لوگوں نے تعقب کیا ہے جنہوں نے اس عمر سے قبل حدیث روایت کی۔

تشریح :- اس مقام سے مولف اداء و تحمل حدیث یعنی حدیث پاک کے حاصل اور روایت
کی عمر کو بیان کر رہے ہیں قول محقق یہ ہے کہ جب سن تمیز اور معرفت کو پہنچ جائے۔
حاصل کر سکتا ہے۔ بعضوں نے تو پانچ سال بھی کہہ دیا ہے۔

روایت حدیث کے سلسلے میں بھی اصل یہ ہے کہ جب صلاحیت اور اہلیت
ہو جائے۔ بعضوں نے عمر کی قید کو ملحوظ رکھا ہے جیسے اہل شام نے ۳۰، اہل کوفہ نے ۲۰،
اہل بصرہ نے دس سال کو بہتر مانا ہے۔ ابن خلد نے چالیس عمر کہا ہے۔ اسی طرح حالت کفر
و فسق میں سن کر اسلام کے بعد اور توبہ محقق کے بعد روایت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ جبیر
بن مطعم نے حالت کفر میں سن کر اسلام لانے کے بعد روایت کی۔

حل نہ سن تحمل۔ طلب حدیث اور اخذ سماع کی عمر۔

عادة المحدثین۔ چھوٹے بچوں کو بھی مجلس حدیث میں آنے دیتے تھے تاکہ ان کی عادت ہو اور شرکت حدیث سے مستفیض ہوں اور صغر سے ہی نور علم سے متعلق ہوں۔ یکتبون۔ تحریر نامہ۔

باختلاف الاشخاص۔ یعنی حفظ ذہانت اور شوق و میلان کے اعتبار سے۔

کمالک۔ امام مالک نے اس کے برخلاف کم عمری میں روایت شروع کر دی تھی۔ اسلئے انھوں نے اس قول پر رد کیا ہے جو صغر سنی میں منع کرتے ہیں۔

وَمِنْ الْمُهْمِّ مَعْرِفَةُ صِفَةِ الضَّبْطِ فِي الْكِتَابِ وَ صِفَةِ كِتَابَةِ الْحَدِيثِ وَ هُوَ أَنْ يَكْتُبَهُ مُبَيَّنًا مُفَسَّرًا فَيُشْكِلُ الْمُشْكِلُ مِنْهُ وَ يَنْقُطُهُ وَ يَكْتُبُ السَّاقِطَ فِي الْحَاشِيَةِ الْيُمْنَى مَا دَامَ فِي السَّطْرِ بَقِيَّةً وَالْأَفْقَى الْيُسْرَى وَ صِفَةُ عَرْضِهِ وَ هُوَ مُقَابَلَتُهُ مَعَ الشَّيْخِ الْمُسْمِعِ أَوْ مَعَ ثِقَةٍ غَيْرِهِ أَوْ مَعَ نَفْسِهِ شَيْئًا فَشَيْئًا وَ صِفَةُ سَمَاعِهِ بِأَنْ لَا يَتَشَاغَلَ بِمَا يُخَلُّ بِهِ مِنْ نَسْخٍ أَوْ حَدِيثٍ أَوْ نَعَّاسٍ وَ صِفَةُ إِسْمَاعِهِ كَذَلِكَ وَ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مِنْ أَصْلِهِ الَّذِي سَمِعَ فِيهِ أَوْ مِنْ فَرْعٍ قُوبِلَ عَلَى أَصْلِهِ فَإِنْ تَعَدَّرَ فَلْيُجَبِّرْهُ بِالْإِجَازَةِ لَمَّا خَالَفَ إِنْ خَالَفَ وَ صِفَةُ الرِّحْلَةِ فِيهِ حَيْثُ يَبْتَدِئُ بِحَدِيثِ أَهْلِ بَلَدِهِ فَيَسْتَوْعِبُهُ ثُمَّ يَرْحُلُ فَيَحْصُلُ فِي الرِّحْلَةِ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ وَ يَكُونُ اِغْتِنَاؤُهُ بِتَكْثِيرِ الْمَسْمُوعِ أَكْثَرَ مِنْ اِغْتِنَائِهِ بِتَكْثِيرِ الشُّيُوخِ.

ترجمہ:- اور اہم ترین امور میں کتاب و تحریر کے طریقے کی معرفت ہے۔ حدیث پاک کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ واضح صاف صاف الگ الگ لکھے۔ مشکل کلموں کے اعراب کو ظاہر کرے۔ نقطہ لگائے۔ اور جو چھوٹ جائے تو اس کے دائیں کنارے (حاشیہ) میں لکھے جب تک سطر باقی ہو۔ ورنہ تو بائیں حاشیہ میں لکھے (یہ قدیم طریقہ تھا) اور اس کے پیش یعنی مقابلہ (ملانے) کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے شیخ جس سے سنا ہو اس سے کرے یا اس کے علاوہ ثقہ سے کرے۔ یا خود آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کرے۔ اور انہیں اہم امور میں سماع کے طریقہ کا جانتا بھی ہے۔ کہ ایسی چیزوں میں مشغول ہو کر نہ سنے کہ اس میں خلل پیدا کرے۔ چاہے لکھنا ہو یا بات کرنا ہو یا نیند اونگھ ہو۔ اور سنانے اور روایت کی بھی یہی شرط

ہے کہ وہ اس اصل سے روایت کرے جس میں اس نے سنا ہو (یعنی نقل کردہ سے) یا اس کے فرع سے جس کا اصل سے مقابلہ کیا جا چکا ہو۔ اگر (اصل یا فرع جس کا مقابلہ کیا جا چکا ہو) ایسا نہ ہو سکے معذر ہو جائے تو وہ اپنے شیخ سے اس کمی کی اجازت لے کر تلافی کرے۔ جب کہ وہ شیخ کی مرویات کے خلاف ہو۔ مثلاً اس کے بیان کردہ لفظ کے علاوہ سے لکھا ہو۔ اور طلب حدیث کی سفر کے متعلق یہ ہے کہ اولاً اپنے علاقے کے محدث سے حدیث روایت حاصل کرے۔ اور اس سے مکمل حاصل کر لے تو پھر ان (احادیث) کے لئے کرے جو ان کے پاس نہیں حاصل ہو سکے تھے۔ مشائخ کی کثرت کے مقابلہ میں اس کی توجہ مسوعات (روایتوں) کی کثرت کی طرف ہو۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف اولاً حدیث پاک کے لکھنے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ صاف واضح، خوشخط، اعراب و نقطوں کے ساتھ لکھے۔ اور کچھ چھوٹ جائے تو دائیں پھر بائیں حاشیہ میں لکھے۔ پھر اس کا مقابلہ کرے تاکہ غلطی واضح ہو جائے۔ خیال رہے کہ اس عہد میں چونکہ طباعت کی شکل پیدا نہیں ہوئی تھی ہاتھ ہی سے یہ عظیم ذخیرے لکھے جاتے تھے اس لئے ان امور کا لحاظ کرنا ضروری تھا۔ اب بھی تحریر کی یہی اہم امور ہیں۔ اس زمانہ میں حاشیہ دونوں جانب رائج تھا۔ اب پہلے صفحہ میں بائیں جانب اور دوسرے صفحہ میں دائیں جانب رائج ہے چونکہ سل جاتے ہیں علیحدہ علیحدہ نہیں رہتے۔ مولف نے علمی سفر کے آداب کا بھی ذکر کیا ہے کہ اولاً اپنے علاقے کے اہل علم سے رجوع کرے۔ پھر ان سے فارغ ہونے کے بعد سفر کا رخ اختیار کرے۔ نیز یہ کہ شیوخ کی کثرت کے مقابلہ میں روایتوں کی کثرت پر دھیان دے۔

حل: مبیناً مفسراً۔ صاف صاف خوشخط لکھے کہ اس کے خلاف لکھنے سے اپنا لکھا بھی کبھی نہیں سمجھ میں آتا ہے۔

یشکل۔ اعراب وغیرہ لگانا۔ مستحب یہ ہے کہ اعراب اور نقطوں کے ساتھ لکھے تاکہ بعد میں اشتباہ نہ ہو۔

الساقط۔ بھول سے جو رہ جائے۔ حاشیہ الیمنی۔ دائیں جانب۔ اب حاشیہ لکھنے کا طریقہ وہ ہے جو تشریح میں ذکر کیا گیا۔ عرضہ۔ لکھے ہوئے کا ملانا مقابلہ کرنا۔

لا یشاغل۔ سماع حدیث کے وقت دھیان لگائے رہے۔ بات کرنے وغیرہ میں نہ رہے کہ ذہن سے ذہول ہو جائے۔

اسماع روایت کرنے کی بھی شرطیں ہیں۔ فرع۔ اصل کی نقل۔ جو ملائی ہوئی ہو۔ لیجبرہ۔ شیخ سے کمی بیشی کی تلافی کرے۔ اور فرق ہو جائے تو اسکی اجازت سے پھر لکھے۔ اول خالف کا فاعل شیخ ثانی کا طالب ہے۔

رحلۃ۔ طلب حدیث کیلئے وطن سے باہر نکلنا۔ یہ اسلاف کی عادت و سنت رہی ہے۔ اکثر من اعتناہ۔ حافظ نے مسوع کی کثرت کو افضل بتلایا ہے ورنہ تو اسلاف ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کیلئے متعدد مشائخ کے پاس جاتے تھے جیسے امام بخاری طحاوی وغیرہ۔ وَ صِفَةُ تَصْنِيفِهِ وَ ذَلِكَ اِمَّا عَلَى الْمَسَانِيدِ بِأَنْ يُجْمَعَ مُسْنَدُ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلَى حِدَةٍ فَإِنْ شَاءَ رَتَبَهُ عَلَى سَوَابِقِهِمْ وَ إِنْ شَاءَ رَتَبَهُ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ وَ هُوَ أَسْهَلُ تَنَاولًا أَوْ تَصْنِيفُهُ عَلَى الْأَبْوَابِ الْفَقْهِيَّةِ أَوْ غَيْرِهَا بِأَنْ يُجْمَعَ فِي كُلِّ بَابٍ مَا وَرَدَ فِيهِ مِمَّا يَدُلُّ عَلَى حُكْمِهِ اثْبَاتًا أَوْ نَفْيًا وَ الْأَوَّلَى أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى مَا صَحَّ أَوْ حَسُنَ فَإِنْ جَمَعَ الْجَمِيعَ فَلْيُيَيِّنْ عِلَّةَ الضَّعِيفِ أَوْ تَصْنِيفُهُ عَلَى الْعِلَلِ فَيَذْكُرِ الْمَتْنَ وَ طَرَفَهُ وَ بَيَانَ اخْتِلَافِ نَقْلَتِهِ وَ الْأَحْسَنُ أَنْ يُرَتِّبَهَا عَلَى الْأَبْوَابِ لِيَسْهَلَ تَنَاولُهَا أَوْ يَجْمَعُهُ عَلَى الْأَطْرَافِ فَيَذْكُرِ طَرَفَ الْحَدِيثِ الدَّلَالَ عَلَى بَقِيَّتِهِ وَ يَجْمَعُ أَمَانِيدَهُ إِمَّا مُسْتَوْعِبًا أَوْ مُتَقَيِّدًا بِكُتُبٍ مَخْصُوصَةٍ.

ترجمہ:- تالیف احادیث کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو مسانید کی شکل پر مرتب کرے۔ بایں طور کہ ہر صحابی کی حدیث کو الگ الگ لکھے۔ چاہے تو فضیلت کی ترتیب سے لکھے۔ چاہے تو حرف ہجائیہ کی ترتیب سے لکھے۔ اور اس سے فائدہ اٹھانا سہل ہے۔ یا فقہی ابواب وغیرہ پر تصنیف کرے۔ بایں طور کہ ہر باب کی وہ حدیث جمع کرے جو اس کے بارے میں وارد ہو وہ نفی یا اثبات دالات کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ صحیح یا حسن پر اکتفا کرے۔ اور اگر ہر طرح کی حدیث بیان کرے تو اس کی علت ضعف کو بیان کر دے۔ یا علل پر تصنیف کرے کہ متن کو ذکر کرے۔ پھر اس کے طرق کو بیان کرے۔ پھر اس کے ناقلین کے اختلاف کو بیان کرے۔ بہتر یہ ہے کہ ابواب پر ترتیب دے۔ تاکہ استفادہ آسان ہو۔ اس کے اطراف کو

جمع کرے۔ پھر حدیث کے اطراف کو بیان کرے جو بقیہ پر دلالت کرے۔ پھر اس کی تمام سندیں جمع کر دی جائیں یا تمام کی استیعاب کے ساتھ یا خاص کتابوں کی قید کے ساتھ اس کو بیان کر دیا جائے۔

تشریح:۔ اس مقام سے مولف احادیث کے انواع و اقسام تصانیف کو بیان کر رہے ہیں۔ کتب حدیث کی تالیف و ترتیب کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ تقریباً ۳۰ طرق و کیفیت تصانیف جسے عاجز نے رسالہ ارشاد اصول حدیث میں بیان کیا ہے۔ یہاں حافظ نے چند شکلیں ذکر کی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ترتیب مسند۔ مشائخ یا صحابہ کی ترتیب سے ہو۔ خواہ اس کی ترتیب میں مراتب فضیلت کا لحاظ ہو یا تقدم و تاخر زمانہ کا لحاظ ہو یا حروف ہجائیہ کی ترتیب سے ہو۔ ترتیب فقہی۔ فقہاء کی ترتیب پر ہو مثلاً اولاً کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ۔ پھر اس میں صرف صحاح کو یا حسن کو بھی درج کرے۔ یا ہر قسم کی احادیث درج کر دے اس کی تحقیق کے ساتھ جیسے امام ترمذی۔ یا علل کی ترتیب ملحوظ رکھے۔ احادیث کے سقم کو بیان کر دے۔ اس کے طرق اور ناقلین کے اختلاف کو بیان کر دے۔ اطراف یا اطراف کو بیان کرے۔ یعنی احادیث کے اول الفاظ ذکر کر دیئے جائیں تاکہ باقی کی معرفت حاصل ہو جائے۔ اور آخر میں حوالہ ذکر کر دیا جائے کہ اس کا ماخذ فلاں ہے یا پوری حدیث بالاستیعاب نقل کر دی جائے۔ اسکے علاوہ اور بھی انواع تصانیف ہیں۔

وَمِنَ الْمُهْمِ مَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِيثِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ بَعْضُ الشُّيُوخِ الْقَاضِي أَبُو يَعْلَى
ابْنُ الْفَرَاءِ الْحَنْبَلِيُّ وَهُوَ أَبُو حَفْصٍ الْعُكْبَرِيُّ وَقَدْ ذَكَرَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ بْنُ دَقِيقِ
الْعِيدِ أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ عَصْرِهِ شَرَعَ فِي جَمْعِ ذَلِكَ وَكَانَهُ مَا رَأَى تَضْيِيفَ الْعُكْبَرِيِّ
الْمَذْكُورِ وَصَنَّفُوا فِي غَالِبِ هَذِهِ الْأَنْوَاعِ عَلَى مَا أَشْرْنَا إِلَيْهِ غَالِبًا وَهِيَ أَى هَذِهِ
الْأَنْوَاعِ الْمَذْكُورَةُ فِي هَذِهِ الْخَاتِمَةِ نَقْلَ مَحْضِ ظَاهِرَةِ التَّعْرِيفِ مُسْتَفْنِيَةً عَنِ
التَّمْثِيلِ وَحَضَرَهَا مُتَعَسِّرٌ فَلْيُرَاجِعْ لَهَا مَبْسُوطَاتِهَا لِيَحْصَلَ الْوُقُوفُ عَلَى حَقَائِقِهَا
وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ وَالْهَادِي لِلْحَقِّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وَحَسْبُنَا اللَّهُ
وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَآزْوَاجِهِ وَعَتَرَتِهِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ .

ترجمہ :- اور انہیں اہم امور میں اسباب حدیث کی معرفت بھی ہے۔ اس پر بعض شیوخ قاضی ابو یعلیٰ ابن الفراء حسلی ہیں وہ ابو حفص العکبری سے موسوم ہیں اور شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے ذکر کیا کہ بعض اہل عصر نے اس پر کام شروع کیا تھا گویا کہ وہ العکبری کی تصنیف سے واقف نہیں تھے۔ اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اور یہ انواع مذکورہ جو خاتمہ میں ہیں محض ان کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔ ان کے مثالوں کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور ان کا حصر (پورا بیان) مشکل ہے۔ پس اس کے لئے بڑی کتابوں کی طرف رجوع کریں تاکہ ان کے حقائق پر اطلاع حاصل ہو جائے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ وہی حق کی رہنمائی کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر بھروسہ ہے اور اسی کی جانب توجہ ہے۔ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین کار ساز ہے پروردگار جہاں ہی کے لئے تمام تعریف ہے۔ خدا کی رحمت مخلوق کے بہترین نبی رحمت محمد پر اور ان کے آل اور ان کے اصحاب و ازواج مطہرات پر۔ اور ان کے خاندان پر تاقیامت نازل ہو۔

تشریح :- اس مقام سے فن کے ایک اہم ترین امر اسباب ورود حدیث کی اہمیت ذکر کر رہے ہیں۔

اسباب ورود حدیث۔ حدیث پاک کے سبب ورود کو ذکر کرنا۔ اس فن پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اولاً عکبری نے لکھی اس کے بعد حامد کزنی اور علامہ سیوطی نے اور اس دور میں پائی جانے والی کتاب ابن حمزہ دمشقی کی البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث ہے۔ غالب فی هذا الانواع ۸۰ یا ۱۰۰ سے زائد کی تعداد سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ وہی۔ وہ انواع جو خاتمہ کے ذیل میں بیان کئے گئے۔ مستغنیہ التمثیل۔ یعنی مثالوں کے پیش کرنے سے یہ رسالہ قاصر ہے۔ اس کے انواع و امثال کی واقفیت کے لئے بڑی کتابوں کی طرف رجوع کی جائے۔

تمت بالخیر بفضل اللہ

بفضل اللہ و عونہ قد وقع الفراغ ليلة الجمعة من جمادی الاولى ۱۴۱۷ھ